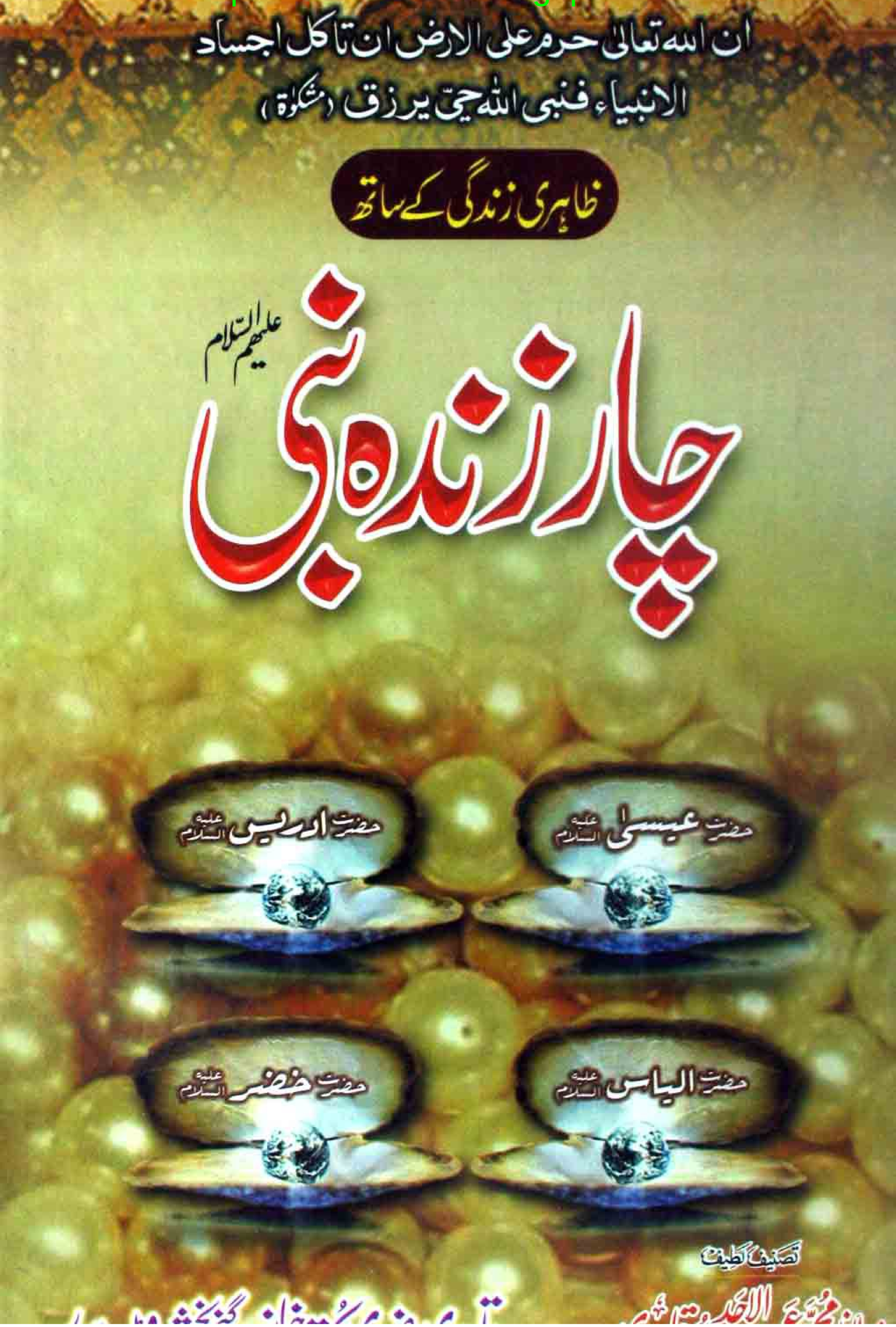

ان اللہ تعالیٰ حرم علی الارض ان تاکل اجساد
الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق (مشکوٰۃ)
ظاہری زندگی کے ساتھ
چار زندہ نبی علیہم السلام
حضرت ادریس علیہ السلام
حضرت عیسیٰ علیہ السلام
حضرت خضر علیہ السلام
حضرت الیاس علیہ السلام
تصنیف لطیف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللہ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا سَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ
لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا
وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

ان اللہ تعالیٰ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق (مشکوٰۃ)

ظاہری زندگی کے ساتھ

چار زندہ نبی علیہم السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت خضر علیہ السلام

تصنیف لطیف

مولانا محمد عبد الاحد قادری

مکتبہ رضویہ قادری لاہور

کتب خانہ

نام کتاب	(ظاہری زندگی کے ساتھ)
	چار زندہ نبی
تصنیف لطیف	حافظ محمد عبدالاحد قادری
تصحیح	علامہ ماجد علی بخاری
صفحات	288
باراول	شوال ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء
کمپوزنگ	غلام محمد یٰسین خاں
تحریک	چوہدری محمد ممتاز احمد قادری
ناشر	چوہدری عبدالمجید قادری
قیمت	165 روپے

ملنے کا پتہ

قادری رضوی کُتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

Hello.042-7213575--0333-4383766

حُسنِ ترتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد منشا تابش قصوری
مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور☆ خطیب مرید کے پاکستان

نشان منزل

حیاتِ انبیاء ورسل علیہم السلام

انبیاء ورسل علیہم السلام زندہ و پائندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق میں سے انہیں خصوصیت سے منتخب فرمایا اور اپنے انعامات سے اتنا نوازا کہ ان پر ایمان لانے والے مجاہدین نے دین حق کی حفاظت وصیانت میں جان کی بازی لگا دی تو انہیں بھی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی عطا فرماتے ہوئے اعلان فرمایا۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○ جو راہِ خدا میں قتل کئے جائیں انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تمہیں ان کی حیاتی کا شعور نہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتاً بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ○ اور انہیں بالکل مردہ گمان نہ کرو جو راہ خدا میں قتل ہوئے بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق پاتے ہیں۔ جب انبیاء و رسل کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے والے ایماندار ہمیشہ ہمیشہ زندہ ہیں تو خود ان کا کیا مقام اور کیسی عمدہ زندگی ہوگی۔ انعام یافتہ چار جماعتیں ہیں۔ (۱) انبیاء و رسل علیہم السلام (۲) صدیقین (۳) شہداء (۴) صالحین اولیاء اللہ رحمہم اللہ۔ اور پھر ان کی متابعت و رفاقت ہی بہترین ہے۔ آیۂ کریمہ ملاحظہ فرمائیے۔

اُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقًا○

اس آیۂ کریمہ میں صالحین، شہداء، صدیقین اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر

انعامات کا واضح بیان ہے جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ سبھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ و جاوید بنا دیئے گئے ہیں۔ عوام کو صالحین کی زندگی کا شعور نہیں اور شھداء کی زندگی صدیقین کی زندگی پر دلالت کرتی ہے اور صدیقین کی زندگی انبیاء و رسل علیہم السلام کی دائمی زندگی پر دال ہے۔ چلیں صالحین سے صرف نظر بھی کر لیں مگر شھداء کرام کی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا اور شہداء کو تیسرے انعام سے بہرہ فرمایا گیا جبکہ صدیقین کو دوسرے اور انبیاء و رسل علیہم السلام کو انعام یافتگان میں پہلے نمبر میں شمار کرایا گیا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے لے کر جمہور کا حیات انبیاء پر اجماع و اتفاق رہا ہے۔ مگر اب منکرین پیدا ہو چکے ہیں اور آج کل تو ایک اور بدعقیدہ طبقہ کا ظہور ہو چکا ہے جو اپنے آپ کو مماتی فرقہ سے متعارف کراتے ہیں۔ بہرحال جن کا ایمان اور ضمیر مردہ ہو چکا ہے وہ انبیاء و رسل، شھداء، اولیاء و صالحین کی حیاتی کے ہی نہیں بہت سے اوصاف کے منکر ہیں۔ بلکہ انتہائی سوقیانہ انداز اپنائے ہوئے ہیں۔ ایسے ایسے نازیبا کلمات سے توہین و تنقیص پر اُتر آتے ہیں جیسے انہیں کسی نے صرف اور صرف اسی کام پر مامور کر رکھا ہے۔ حقیقتاً گستاخِ انبیاء و رسل، سے ہدایت کو از خود نفرت ہے اس لئے عاشقان مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کی ہدایت کے دعا مانگنے سے بھی بچتے ہیں۔

پیش نظر کتاب ''چار زندہ نبی علیہم السلام'' اپنی نوعیت کی اچھی کتاب ہے جس میں خاص طور پر ان انبیاء کرام کا بڑا دلآویز تذکرہ ہے۔

(۱) حضرت ادریس علیہ السلام　　(۲) حضرت خضر علیہ السلام

(۳) حضرت الیاس علیہ السلام　　(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام

خیال رہے کہ ان انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے عوام کی نگاہ سے پوشیدہ رکھا اس لئے کہ ''فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمۃ'' حکیم کا فعل حکمت سے خالی

نہیں ہوتا۔

لہٰذا جو حکمت و دانائی کا بھی خالق ہے اس کے افعال میں پوشیدہ حکمتیں کون سمجھے۔ بس ''یومنون بالغیب'' کو ہی سامنے رکھیں تو بات بن جائے گی۔ خیال رہے کہ چار نبی زندہ ہیں۔ دو زمین پر حضرت خضر و حضرت الیاس علیہما السلام اور ایک آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ایک جنت میں حضرت ادریس علیہ السلام۔ ﴿تفسیر نور العرفان﴾

عزیز القدر مولانا محمد عبدالاحد قادری صاحب زیدہ مجدہٗ نے اس کتاب کو بڑی محنت اور عرق ریزی سے اور آئمہ و اسلاف کی مستند کتب سے اخذ کر کے مرتب فرمایا ہے۔ راقم موصوف کی ہمت کو داد دیتا ہے۔ مولانا صاحب بہت زیادہ مطالعہ کے شوقین ہیں اور اسی شوق کی برکت ہے کہ متعدد کتابیں لکھ ڈالیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے اسے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ قادری رضوی کتب خانہ کے ناظم محترم جناب محمد خلیل قادری صاحب قابل صد ستائش ہیں کہ مختصر سی مدت میں اہل سنت و جماعت کا عمدہ کتب خانہ تیار فرمایا اور اشاعتی میدان میں متعدد تاریخی کتابیں شائع کر کے اپنا نام پیدا کیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مسلک حق کی خدمت کے لئے تادیر سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین

فقط والسلام مع الاکرام

محمد منشا تابش قصوری مرید کے
مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
۹۔ جون ۲۰۰۸ء/
۲ شنبہ، ۴ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ

حضرت ادریس علیہ السلام

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ○ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ○ ﴿سورۂ مریم﴾

ترجمہ: اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو بے شک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں دیتا اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا۔ ﴿کنزالایمان﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کی تعریف فرمائی ہے اور آپ کی نبوت اور صدیقت کو ظاہر فرمایا ہے۔ بائبل میں آپ کا نام ''خنوخ'' ذکر کیا گیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا سلسلہ نسب حضرت ادریس علیہ السلام کی وساطت سے حضرت شیث علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ اس طرح آپ حضور نبی کریم ﷺ کے سلسلہ نسب کی بنیاد قرار پاتے ہیں۔ کئی علماء نسب نے اس بات کا ذکر فرمایا ہے۔

پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں آپ کے بعد حضرت شیث علیہ السلام تھے اور حضرت شیث علیہ السلام کے بعد نبوت کا نور حضرت ادریس علیہ السلام کی وساطت سے انسانیت کو نصیب ہوا۔ ﴿ابن کثیر﴾

شجرہ نسب:

اخنوح (ادریس) بن یرد بن مہلا ئیل بن انوش بن قینان بن حضرت شیث بن حضرت آدم علیہ السلام۔

حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا

فاصلہ ہے آپ حضرت نوح علیہ السلام کے باپ کے دادا ہیں۔

﴿المستدرک، تذکرۃ الانبیاء﴾

زمانہ نبوت:

بعض اہل علم کا کہنا یہ بھی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے نہیں ہوئے بلکہ ان کا زمانہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد کا ہے۔ (لیکن یہ بات صحیح نہیں)

ادریس (علیہ السلام) نام کی وجہ:

آپ علیہ السلام پر تیس صحائف نازل ہوئے تھے۔ لوگوں کو شریعت کی تعلیم دیتے اور آسمانی صحائف کی تعلیم عام کرتے۔ گزرے ہوئے اور آنے والے انبیاء کرام کے طریقے اور ان کی تعلیمات کا درس دیتے اس لئے ادریس (علیہ السلام) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ادریس سریانی زبان کا لفظ ہے۔ (لیکن آپ کا نام خنوخ ہے)۔

﴿معارج النبوت﴾

حلیہ مبارک:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی حضرت ادریس علیہ السلام سفید رنگ کے طویل القامت تھے۔ آپ کا سینہ چوڑا تھا جسم پر بال کم تھے اور سر پر بڑے بڑے بال تھے۔ آپ کی ایک آنکھ دوسری سے بڑی تھی۔ آپ کے سینہ پر سفید داغ تھا جو برص کا نہیں تھا۔ ﴿تفسیر درمنشور، تبیان القرآن، ج ۷﴾

قلم سے لکھنے کی ابتداء:

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے لکھنے کا طریقہ جاری کیا۔ آپ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کا زمانہ پایا اور آپ کی پیدائش کے تین سو اسی سال بعد تک زندہ رہے۔

علم رمل کے موجد:

بعض علماء رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ معاویہ بن حکم سلمی کی بیان کردہ حدیث پاک میں حضرت ادریس علیہ السلام کی طرف ہی اشارہ کیا گیا ہے۔''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم رمل کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک نبی ریت پر خط کھینچا کرتے تھے بس جس شخص کا خط ان کے خط کے موافق پڑے، اسے بعض چھپی چیزوں کا علم ہو جاتا ہے؟

رمل (زائچہ بنانے) کی تعریف اور اس کا شرعی حکم:

رمل ایک علم ہے جس میں ہندسوں اور خطوط وغیرہ کے ذریعے غیب کی بات دریافت کرتے ہیں۔ نجوم، جوتش (فیروز اللغات، ص ۷۱۸) زائچہ بنانے کو بھی رمل کہتے ہیں۔ زائچہ اس کاغذ کو کہتے ہیں جس کو نجومی بچے کی پیدائش کے وقت تیار کرتے ہیں، اس میں ولادت کی تاریخ، وقت، ماہ وسال وغیرہ درج ہوتا ہے اور وقت پیدائش کے مطابق اس کی ساری عمر کے نیک و بد کا حال لایا جاتا ہے، کنڈلی، جنم پتر، رمل کی شکلیں جو رمال قرہ ڈال کر بناتے ہیں، لگن کنڈلی کھینچنا، جنم پتری بنانا۔

﴿قائد اللغات، ص ۵۵۱﴾

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

یہ وہ خطوط ہیں جن کو نجومی کھینچتے تھے اور اب لوگوں نے ان کو ترک کر دیا ہے، نجومی نرم زمین پر جلدی جلدی خطوط کھینچتا تاکہ ان کو گنا نہ جا سکے پھر واپس آ کر دو دو خط مٹاتا اگر دو خط باقی رہ جاتے تو یہ کامیابی کی علامت تھی اور اگر ایک خط باقی رہ جاتا تو یہ ناکامی کی علامت تھی۔ مکی نے اس کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ وہ نبی اپنی انگشت شہادت اور انگشت وسطی سے ریت پر خط کھینچتے تھے، اب ان کی نبوت منقطع ہو چکی ہے اس لئے اب یہ جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس کے ظاہر قول کا معنی بھی یہ ہے کہ ہماری شریعت میں یہ منسوخ ہے۔

﴿اکمال المعلم بفوائد مسلم، ج ۲، ص ۴۶۴، مطبوعہ دار الوفاء بیروت، ۱۴۱۹ھ﴾

ابن الاعرابی نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ ایک شخص نجومی کے پاس جاتا اس کے سامنے ایک لڑکا ہوتا وہ اس کو کہتا کہ پردہ میں بہت سے خطوط کھینچو، پھر کچھ کلمات پڑھ کر اس سے کہتا کہ ان خطوط میں سے دو دو خط مٹاؤ، پھر دیکھتا اگر آخر میں دو خط رہ گئے تو وہ کامیابی کی علامت ہوتی اور اگر آخر میں ایک خط بچتا تو وہ ناکامی کی علامت ہوتی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے جس کا خط اس نبی کے خط کے موافق ہو گیا اس میں اس سے منع کرنے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اس نبی کی نبوت منقطع ہو چکی ہے اور ان کے خط کھینچنے کے طریقہ کو جاننے کا اب کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

﴿معالم السنن ج ا،ص ۴۳۷ مع مختصر سنن ابوداؤد، ج ا،ص ۴۳۷، دارالمعرفۃ بیروت﴾

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ نے لکھا ہے کہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ رمل حرام ہے کیونکہ موافقت یقین کے بغیر یہ جائز نہیں ہے اور ہمارے پاس اس یقین کے حصول کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

﴿صحیح مسلم بشرح النواوی، ج ۳،ص ۱۸۰۷، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ﴾

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نبی کا ذکر کیا ہے وہ حضرت ادریس یا حضرت دانیال علیہما السلام تھے۔ ﴿المرقات، ج ۳،ص ۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ﴾

علامہ ابوالسعادات المبارک بن محمد الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں جس خط کی طرف حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے وہ مشہور و معروف علم ہے اور لوگوں کی اس میں بہت تصانیف ہیں اور اس علم پر اب بھی عمل کیا جاتا ہے۔ ان کی اس میں بہت سی اصطلاحات اور بہت سے نام ہیں اس علم سے وہ دل کے حالات وغیرہ معلوم کر لیتے ہیں اور بعض اوقات وہ صحیح بات معلوم کر لیتے ہیں۔

﴿النہایہ، ج ۲،ص ۴۶-۴۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ﴾

زائچہ اور رمل کی تعریف اور احکام بیان کرنے کے بعد ہم پھر حضرت ادریس علیہ السلام کی

سوانح کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

حضرت ادریس علیہ السلام کی شریعت کے بنیادی اصول:

حضرت ادریس علیہ السلام کی شریعت کے بنیادی اصول اللہ تعالیٰ کی توحید، معاشرتی زندگی میں عدل اور انصاف، عبادت خداوندی میں خلوص اور برائیوں سے اجتناب اور آخرت کے عذابوں سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے نفوس کو برائیوں سے پاک وصاف رکھنا۔

حضرت ادریس علیہ السلام اپنی شریعت کی بنیادی عبادت نماز کی تاکید کرتے تھے اور ہر سہ ماہی میں چند دن روزوں کے لئے مخصوص فرماتے تھے۔ ادائے زکوٰۃ کا حکم دیتے۔ غسل جنابت اور عورتوں کو ماہواری کے بعد غسل کرنے کا حکم دیتے۔ دشمنان دین سے جہاد کا حکم فرماتے تھے۔ گدھے، خچر، کتے اور خنزیر کے گوشت کے علاوہ ہر اس جانور کے گوشت کو کھانے کی ممانعت فرماتے جو فتور عقل وشعور ہو۔ آفتاب کے ایک برج سے دوسرے برج کی طرف منتقلی رویت ہلال اور کواکب کا اپنے مرکز کی جانب رجوع کے وقت قربانی کا حکم فرماتے تھے۔ ﴿معارج النبوت﴾

بعد کے حالات سے قوم کو آگاہ کرنا:

مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے اپنی امت کو اپنے بعد آنے والے تمام انبیاء کرام کے نام بتائے۔ طوفان نوح کی خبریں دیں اور طوفان سے محفوظ رہنے کے طریقے بتائے۔ ﴿معارج النبوت﴾

قوم کی ہلاکت:

ابن ابی حاتم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا۔ آپ نے ''لا الہ الا اللہ'' کہنے اور ان اعمال پر عمل کرنے کو کہا تو انہوں نے انکار کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔ ﴿تفسیر درمنشور، ج ۴﴾

حضرت ادریس علیہ السلام کی عبادت:

آپ علیہ السلام کی عبادت کا طریقہ یہ تھا کہ ہر روز بارہ ہزار مرتبہ رب العالمین کی تسبیح کرتے تھے جس سے فرشتے بھی رشک کرنے لگے اور آپ کی عبادت و ریاضت کو دیکھ کر بارگاہ خداوندی میں ملاقات کی درخواست کی۔ فرشتے جب آپ سے ملاقات کو آئے تو طویل نشست کے بعد انہیں یہ اندازہ ہو گیا کہ حضرت ادریس علیہ السلام عالم بالا کی تمام باتوں میں مکمل عبور رکھتے ہیں۔ ﴿معارج النبوت﴾

امام ابن منذر حضرت عمر مولیٰ عفرہ سے اور وہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام نبی متقی اور پاک آدمی تھے۔ آپ نے اپنے وقت کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ تین دن لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتے اور چار دن زمین کی سیاحت کرتے اور اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کرتے اتنا آپ کا عمل بلند ہوتا جتنا کہ تمام انسانوں کا بلند ہوتا ہے۔ ﴿در منثور، ج ۴﴾

ابن ابی شیبہ نے المصنف میں اور ابن ابی حاتم، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے حضرت ادریس علیہ السلام کے بلند مرتبہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت ادریس علیہ السلام ایک متقی شخص تھے۔ آپ کا عمل اتنا بلند ہوتا جتنا کہ تمام لوگوں کا بلند ہوتا۔ وہ فرشتہ بہت متعجب ہوا جس کے ذریعہ سے آپ کا عمل بلند ہوتا تھا۔ اس فرشتہ نے اللہ تعالیٰ سے اجازت لی اور عرض کیا اے رب مجھے اجازت عطا کر کہ میں تیرے بندے کی زیارت کروں اسے اجازت مل گئی وہ فرشتہ نیچے آیا اور کہا اے ادریس (علیہ السلام) آپ کو مبارک ہو آپ کا عمل اتنا بلند ہوتا ہے کہ اتنا تمام اہل زمین کا بھی بلند نہیں ہوتا۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے پوچھا تجھے کیسے علم ہوا۔ اس نے کہا میں ایک فرشتہ ہوں اور میں اس دروازے پر ہوتا ہوں جس دروازہ سے آپ کا عمل بلند ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تو فرشتہ ہے تو میری ملک الموت سے سفارش کر دو تاکہ میری موت میں تاخیر کر دے کہ عبادت الٰہی اور شکر خدا

زیادہ کروں۔ (آگے آسمان پر جانے والا واقعہ ہے جو آگے آ رہا ہے)

﴿تفسیر در منشور، ج ۴﴾

سب سے پہلے کپڑے کا استعمال:

حضرت ادریس علیہ السلام نے ہی سب سے پہلے کپڑے پہنے اس سے قبل لوگ چمڑے کا لباس استعمال کرتے تھے۔

ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام کپڑے سیتے تھے اور ہر ٹک پر ''سبحان اللہ'' کہتے تھے اور شام کرتے تو زمین پر کوئی شخص آپ سے از روئے عمل افضل نہ ہوتا۔ ﴿تفسیر در منشور، ج ۴﴾

ماپ، تول اور اسلحہ کے موجد:

حضرت ادریس علیہ السلام نے سب سے پہلے چیزوں کے وزن کرنے اور کپڑے وغیرہ کو ناپنے کا طریقہ ایجاد کیا اور سب سے پہلے اسلحہ کی بھی ایجاد آپ نے فرمائی۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد پہلے رسول آپ علیہ السلام ہی ہیں اور آپ علیہ السلام پر تیس صحائف نازل ہوئے تھے۔ ﴿روح المعانی، تفسیر کبیر، مدارک﴾

شہر آباد:

آپ علیہ السلام نے ایک سو شہر آباد کیے اور ہر شہر میں وہاں کے ماحول کے مطابق قانون مرتب کیے۔ ﴿معارج النبوت﴾

شب معراج چوتھے آسمان پر ملاقات:

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام چوتھے آسمان میں ہیں۔ حضرت انس اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے بھی یہی روایت ہے۔ ﴿جامع النبیان﴾

اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''ورفعناہ مکانا علیا'' سے مراد آپ کے مقام و مرتبہ کی بلندی ہے۔ جیسا کہ بخاری، مسلم میں حدیث معراج سے ثابت ہے: ''کہ حضور نبی

کریم ﷺ کا گزر حضرت ادریس علیہ السلام سے ہوا۔ آپ چوتھے آسمان پر تھے۔"

شب معراج استقبال:

امام بخاری، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ حضرت الیاس علیہ السلام کو ہی حضرت ادریس علیہ السلام کہا گیا ہے۔ اس بات کی تائید میں حدیث معراج پیش کی جاسکتی ہے جسے امام زہری نے روایت کیا ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کا گزر ہوا تو حضرت ادریس علیہ السلام نے خوش آمدید صالح بھائی اور صالح نبی کے الفاظ سے استقبال کیا اور حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح حضور نبی کریم ﷺ کو صالح نبی اور صالح بیٹے کے الفاظ سے مخاطب نہیں کیا۔

اس حدیث اس سے استدلال کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ اگر حضرت ادریس علیہ السلام حضور نبی کریم ﷺ کے سلسلہ نسب کی بنیاد ہوتے تو انہیں بھائی نہیں بلکہ بیٹے کے الفاظ سے خوش آمدید کہتے۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات راوی کو اچھی طرح حدیث یاد نہیں ہوتی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے جلیل القدر نبی کو عاجزی وانکساری کی بنا پر بھائی کہا ہو کیونکہ ابن میں عاجزی کا اظہار نہیں ہوسکتا اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو ابویت حاصل ہے وہ حضرت ادریس علیہ السلام کو حاصل نہیں۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضور نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے جلیل القدر نبی ہیں۔ (واللہ اعلم)

﴿البدایہ والنہایہ﴾

"ورفعناہ مکانا" کا مقصد:

علامہ امام ابوجعفر محمد ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہلال بن یساف کی موجودگی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا: حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ربانی "ورفعناہ مکانا علیا" کا کیا

مطلب ہے؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ادریس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ میں ہر روز تمہیں تمام بنی آدم کے نیک کاموں کے مطابق بلند کروں گا۔ شاید اس سے مراد اس دور کے لوگ ہوں تو آپ علیہ السلام نے یہ بات پسند کی کہ زیادہ سے زیادہ نیک عمل کریں۔

فرشتوں سے دوستی:

حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس ایک فرشتہ آیا جو آپ کا بہت گہرا دوست تھا۔ آپ نے اس کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف اس طرح وحی کی ہے لہٰذا آپ موت کے فرشتہ سے بات کریں (کہ وہ مجھے مہلت دے) تاکہ میں زیادہ سے زیادہ نیک عمل بجا لا سکوں۔ تو اس فرشتے نے آپ کو دو پروں کے درمیان اٹھایا اور آپ کو لے کر آسمان کی طرف چلا گیا، جب وہ چوتھے آسمان پر پہنچا تو اسے موت کا فرشتہ ملا جو نیچے اتر رہا تھا، دوست فرشتے نے ملک الموت سے اس سلسلہ میں بات کی جس کے متعلق حضرت ادریس علیہ السلام نے اس سے بات کی تھی۔ ملک الموت نے پوچھا: حضرت ادریس علیہ السلام کہاں ہیں؟ فرشتے نے بتایا کہ وہ میری پیٹھ پر سوار ہیں۔ فرشتہ اجل نے کہا: تعجب ہے! مجھے بھیجا گیا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کی روح قبض کرو جبکہ وہ چوتھے آسمان پر ہیں۔ کہنے لگا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ان کی چوتھے آسمان پر روح قبض کروں جبکہ وہ زمین پر ہوں؟ سو فرشتہ اجل نے حضرت ادریس علیہ السلام کی روح قبض کر لی جبکہ وہ چوتھے آسمان پر تھے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول "ورفعناہ مکانا علیا" میں اسی بات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ ﴿ابن جریر فی التاریخ﴾

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ابو حاتم لکھتے ہیں کہ جب ملک الموت سے اس فرشتے کی ملاقات ہوئی تو حضرت ادریس علیہ السلام نے اسے کہا کہ ذرا فرشتہ اجل سے پوچھو کہ میری کتنی عمر باقی ہے؟ فرشتے نے ملک الموت سے پوچھا جبکہ حضرت ادریس علیہ السلام وہیں موجود تھے کہ ان کی بقیہ عمر کتنی ہے؟ فرشتہ اجل نے کہا کہ میں جب تک دیکھ نہیں لیتا کچھ

نہیں کہہ سکتا۔فرشتہ اجل نے آپ کو دیکھا اور کہا: آپ ایسے شخص کی عمر کے بارے میں مت پوچھیں جن کی عمر صرف پلک جھپکنے کی دیر باقی ہے۔فرشتے نے اپنے پروں کے نیچے دیکھا تو حضرت ادریس علیہ السلام رحلت فرما چکے تھے اور ان کے دوست فرشتے کو معلوم بھی نہ ہو سکا تھا کہ وہ کب جہاں فانی سے کوچ فرما گئے۔(یہ روایت اسرائیلیات سے ہے اور اس کے بعض پہلو قابل قبول نہیں ہیں)۔

حضرت ادریس علیہ السلام کو زندہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا:

ابی نجیح ، مجاہد سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "ورفعناہ مکانا علیا" میں اس بات کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام فوت نہیں ہوئے بلکہ آپ کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا ہے۔" یہ کہنا کہ آپ ابھی زندہ ہیں اس میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔اگر مقصود یہ ہے کہ آپ کو زمین سے زندہ اٹھا لیا گیا اور آسمان پر ان کی روح قبض کی گئی تو اس میں اور پہلے قول جیسے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کوئی فرق نہیں ہے۔واللہ اعلم

"ورفعناہ مکانا علیا" کے متعلق عوفی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو ساتویں آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور آپ کی وفات آسمان پر ہی ہوئی۔ضحاک نے بھی یہی کہا ہے۔یہ حدیث کہ آپ چوتھے آسمان پر ہیں، متفق علیہ ہے اور یہی صحیح ہے۔یہ قول مجاہد اور دیگر مفسرین نے اختیار کیا ہے۔

اس آیت کریمہ کے بارے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔بعض تو یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کو اپنے باپ "سیرد بن مہلا ئیل" کی زندگی میں اٹھا لیا گیا تھا۔واللہ اعلم

جنت کی سیر:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

شک حضرت ادریس علیہ السلام ملک الموت (حضرت عزرائیل علیہ السلام) کے دوست تھے۔ پس انہوں نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے کہا کہ وہ انہیں جنت اور جہنم کی سیر کرائیں۔ تو حضرت عزرائیل علیہ السلام نے حضرت ادریس علیہ السلام کو لے کر (کائنات سماوی طرف) بلند ہوئے اور انہیں جہنم دکھائی اور آپ اس سے خوفزدہ ہو گئے اور قریب تھا کہ آپ بے ہوش ہو جاتے کہ ملک الموت نے انہیں اپنے پروں کی لپیٹ میں لے لیا۔ ملک الموت نے کہا کیا آپ نے اسے دیکھا نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ میں نے آج تک کے (خوفناک) دن جیسا کبھی نہیں دیکھا۔ پھر وہ آپ کو لے کر چلا یہاں تک کہ اس نے حضرت ادریس علیہ السلام کو جنت دکھائی آپ اس میں داخل ہو گئے پھر ملک الموت نے کہا اب چلیں۔ آپ نے اسے دیکھ لیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہاں جانا ہے؟ ملک الموت نے کہا جہاں آپ (دنیا میں) تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے کہا نہیں۔ خدا کی قسم میں اس میں دخل ہونے کے بعد اس سے کبھی نہیں نکلوں گا۔ تو ملک الموت سے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کہا گیا کیا تو نے انہیں جنت میں داخل نہیں کیا؟ اور یہ ایسی چیز ہے کہ جو اس میں ایک بار داخل ہو جاتا ہے پھر وہاں سے نہیں نکلتا۔

﴿طبرانی اوسط، دیلمی﴾

حضرت ادریس علیہ السلام کو اوپر اٹھانے اور ان کی زندگی میں علماء اور مفسرین کا اختلاف:

قرآن مجید میں ہے۔ ورفعنا مکانا علیا ○ (مریم: ۵۷) ''ہم نے ادریس کو بلند جگہ پر اٹھا لیا'' بعض علماء نے آپ سے کسی جگہ پر اٹھانا مراد نہیں ہے حتیٰ کہ حضرت ادریس علیہ السلام کا آسمان پر ہونا لازم آئے بلکہ اس سے مراتب کی بلندی مراد ہے۔ ان کے درجات کو بلند کیا۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے یہی معنیٰ کیا ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں ہے ہم نے آپ کو بلند جگہ پر اُٹھا لیا اور یہ درجات کی بلندی کے منافی ہے۔

کعب کی روایت میں ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کی روح چھٹے آسمان پر

قبض کر لی گئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ مجاہد اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ چوتھے آسمان پر ہیں اور حضرت زید بن اسلم نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں زندہ ہیں۔

امام الحسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

''اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں یا فوت شدہ ہیں، بعض نے کہا وہ زندہ ہیں۔ انہوں نے کہا چار نبی زندہ ہیں دو زمین پر ہیں حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام اور دو آسمان پر حضرت ادریس اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام۔

﴿معالم التنزیل، ج ۳﴾

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ اور علامہ ابو الحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ نے لکھا ہے کہ ایک فرشتہ ان کا دوست تھا وہ ان کو آسمان پر لے گیا وہاں ان کی روح قبض کر لی گئی۔ ﴿تفسیر کبیر، ج ۷، ص ۵۵۰، البحر المحیط، ج ۷، ص ۲۷۶﴾

قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ مکاناً علیاً سے مراد ہے ان کو شرف نبوت اور مقام قرب عطا کیا گیا، ایک قول یہ ہے کہ وہ جنت میں ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ چھٹے آسمان میں ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ چوتھے آسمان میں ہیں۔

﴿تفسیر البیضاوی مع عنایۃ القاضی، ج ۶، ص ۲۸۶-۲۸۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، تبیان القرآن﴾

حضرت خضر علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طلب علم لدنی کی خاطر حضرت خضر علیہ السلام کی طرف سفر کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعات کو ''سورۃ کہف'' میں ذکر فرمایا ہے۔ اور حدیث پاک کی روشنی میں یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ سے مراد حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ہدایت اور قیادت کیلئے مبعوث فرمایا تھا، اور جن پر تورات نازل ہوئی۔

حضرت خضر علیہ السلام کے نام، نسب، نبوت اور اب تک کی زندگی کے بارے اختلاف ہے۔ اس بارے مختلف اقوال ہیں جنہیں ہم اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے یہاں ذکر کریں گے۔

حافظ ابن عساکر کہتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ ان شخصیت سے مراد حضرت خضر بن آدم علیہ السلام ہیں۔ یعنی حضرت خضر علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی صلب سے ہیں۔

دار قطنی کے طریق پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی صلب سے ہیں اور ان کے بیٹے ہیں۔ ان کی موت کو مؤخر کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ یہ دجال کی تکذیب کریں گے۔ ﴿ابن کثیر﴾

بنی آدم میں لمبی عمر:

ابوحاتم سہل بن محمد بن عثمان بجستانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نے اپنے مشائخ حضرت ابوعبیدہ وغیرہ سے سنا ہے۔ وہ فرما رہے تھے کہ بنی آدم میں سب سے لمبی عمر حضرت خضر علیہ السلام کی ہے، اور آپ کا نام خضرون ابن قابیل بن حضرت آدم علیہ السلام ہے۔

عجیب وغریب واقعہ:

ابو حاتم، ابن اسحاق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا وقت آخیر جب قریب آیا تو آپ علیہ السلام نے اپنے بچوں کو بتایا کہ لوگوں پر ایک طوفان آئے گا۔ آپ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب طوفان آئے تو میری ہڈیاں کو کشتی میں اٹھا لے جانا اور انہیں اپنے ہاں فلاں جگہ دفن کر دینا۔ آپ علیہ السلام نے جگہ مقرر فرمادی، جب طوفان آیا تو آپ علیہ السلام کی اولاد نے ہڈیاں کشتی میں رکھ لیں اور جب طوفان کے بعد زمین پر اترے تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے جسد مبارک کو لے جائیں اور جہاں انہوں نے وصیت فرمائی ہے وہاں دفن کر دیں۔ زمین میں ہر طرف وحشت اور ویرانی تھی کہیں بھی انس محسوس نہیں ہوتا تھا۔ پس حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو ترغیب دی اور تدفین آدم پر بہت زور دیا اور فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام نے دعا دی ہے کہ جو بھی میرے جسم کو دفن کرے گا، لمبی عمر پائے گا۔ اسی وقت لوگ مقررہ جگہ کی طرف دوڑ پڑے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا جسد اطہر ان کے پاس رہا حتی کہ یہ سعادت حضرت خضر علیہ السلام کو حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور وہ زندہ رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا۔ ﴿ابن کثیر﴾

شجرہ نسب اور نام:

ابن قتیبہ ''المعارف'' میں حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کا نام ''بلیا'' ہے اور ان کا شجر نسب یوں ہے۔ بلیا بن ملکان بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام۔

اسماعیل بن ابی اویس فرماتے ہیں کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے حضرت خضر علیہ السلام کا نام معمر ابن مالک بن عبداللہ بن نصر بن ازد ہے۔

ایک اور روایت ہے کہ آپ کا نام خضرون بن عمائیل بن الیفز بن العیص بن اسحاق بن حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہے۔ بعض لوگوں کا نظریہ ہے کہ خضر سے مراد،

ارمیا بن حلقیا ہے۔ واللہ اعلم

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام مصر کے بادشاہ فرعون کے بیٹے ہیں جس کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے، لیکن یہ بات بہت تعجب خیز ہے۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اسے محمد بن ایوب نے ابن لھیو سے روایت کیا ہے اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔

ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام مالک کے بیٹے ہیں جو کہ حضرت الیاس علیہ السلام کے بھائی تھے۔ یہ قول سدی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ذوالقرنین کے مقدمۃ الجیش کے کمانڈر تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ ایک ایسے شخص کے بیٹے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لایا تھا اوران کے ساتھ ہجرت فرمائی تھی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ بستاسب بن لھراسب بادشاہ کے دور میں نبی تھے۔

علامہ ابن جریر فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام افریدوں ابن اثفیان کے زمانے سے پہلے ہوئے ہیں حتیٰ کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پایا ہے۔ ﴿ابن کثیر﴾

حضرت خضر علیہ السلام کے والدین:

حافظ ابن عساکر، حضرت سعید بن میتب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کی والدہ ماجدہ رومی ہیں اور والد ماجد فارسی ہیں۔ ایک روایت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ آپ علیہ السلام کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے، فرعون کے زمانے میں بھی آپ موجود تھے۔

دلآویز خوشبو:

حضرت ابوزرعہ ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت ابن عباس اور حضرت ابی بن

کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میں نے ایک دلآویز خوشبو محسوس کی۔ حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ خوشبو کیسی ہے؟ انہوں نے بتایا: یہ خوشبو ماشطہ، اس کے بیٹے اور اس کے خاوند کی قبر سے آ رہی ہے۔

حضرت ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا تعلق بنی اسرائیل کے اشراف سے تھا۔ ایک تارک الدنیا شخص جس کے پاس آپ کا آنا جانا تھا، ایک گرجا میں عبادت کیا کرتا تھا۔ تارک الدنیا شخص کا آپ پر بہت اثر ہوا۔ اس نے آپ کو اللہ کی فرمانبرداری کی تعلیم دی۔

حضرت خضر علیہ السلام جب جوان ہوئے تو والد نے ایک عورت کے ساتھ ان کی شادی کر دی۔ آپ علیہ السلام نے اپنی بیوی کو اسلام کی تعلیمات سے آگاہی بخشی اور اس سے وعدہ لیا کہ کسی کو خبر نہیں ہونی چاہیے کہ مجھے عورتوں سے کوئی دلچسپی نہیں اور بیوی کو طلاق دیدی۔

والد نے آپ علیہ السلام کی شادی ایک دوسری عورت سے کر دی۔ آپ نے دوسری کو بھی اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا اور وعدہ لیا کہ کسی کو اس بارے علم نہ ہونے پائے پھر اسے طلاق دیدی۔ پہلی عورت نے راز کی حفاظت کی لیکن دوسری نے پردہ دری کر دی۔ آپ وہاں سے بھاگ نکلے حتی کہ سمندر کے ایک جزیرہ میں جا پہنچے۔ دو آدمی ایندھن جمع کرنے کیلئے آئے اور انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھ لیا۔ ایک نے تو اس راز کی حفاظت کی مگر دوسرے نے بتا دیا کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ اس نے بتایا کہ ہاں فلاں نے بھی اسے دیکھا ہے۔ دوسرے آدمی سے پوچھا گیا تو اس نے بتانے سے انکار کر دیا۔ ان کے دین میں جھوٹے کی سزا قتل تھی، پس وہ پہلا شخص قتل کر دیا گیا۔ جس شخص نے حضرت خضر علیہ السلام کے بارے راز داری سے کام کیا تھا اس کی شادی اس عورت سے ہوگئی جس نے حضرت خضر علیہ السلام سے پہلے طلاق لی تھی اور پردہ پوشی سے کام لیا تھا۔

کہتے ہیں کہ یہ عورت فرعون کی بیٹی کے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی کہ کنگھی اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور اس کے منہ سے اچانک نکلا فرعون کا ستیاناس ہو۔ لڑکی نے اپنے والد کو بتا دیا۔ اس عورت کا خاندان ایک مرد اور دو بچوں پر مشتمل تھا۔ انہیں بلا لیا گیا اور مجبور کیا گیا کہ اپنے دین کو ترک کر دیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ فرعون نے دھمکی دی کہ میں تم دونوں کو قتل کر دوں گا۔ انہوں نے جواب دیا۔ ٹھیک ہے لیکن ہم پر ایک احسان کرنا کہ ہمیں قتل کر کے ایک ہی قبر میں دفن کرنا۔ انہیں قتل کر کے ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ میں جنت میں بھی گیا ہوں لیکن اتنی اچھی خوشبو میں نے اور کہیں نہیں پائی۔

حضرت خضر علیہ السلام کی کنیت:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کی کنیت ابو العباس تھی یا اس کے مشابہہ، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ خضر آپ کا لقب ہے جو نام پر غالب آ گیا ہے۔

خضر کی وجہ تسمیہ:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما سمي الخضر لانه جلس علی فروة بيضاء فاذاهي تهتز من خلفه خضراء ○

ترجمہ: حضرت خضر علیہ السلام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ چٹیل زمین پر تشریف فرما ہوتے تو وہ شاداب گھاس سے لہرا اٹھتی۔"

امام بخاری اسے روایت کرنے میں اکیلے ہیں، اسی طرح اسے عبدالرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے۔

عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں لفظ "فروہ" سفید گھاس یا اس جیسی چیز کیلئے بولا جاتا ہے۔ یعنی سبز گھاس یا خشک گھاس، خطابی ابو عمر کا قول نقل کرتے

ہیں کہ ”الفروہ“ سے مراد زمین ہے جس میں کوئی سبزہ نہ ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ خشک گھاس کو ”فروہ“ کہتے ہیں جس سے فروۃ الرأس ہے اس سے مراد سر کی جلد اور بال دونوں ہیں۔ اس ضمن میں ایک شعر بھی پیش کیا جاتا ہے: الراعی کہتے ہیں:

و لقد تری الحبشی حول بیو تنا جذلا اذا مانال یوما ما کلا

جعداً اصك كان فروة راسه يذرت فانبت جانباه فلفلا

ترجمہ: تو چھوٹے سر والے بڑے دانتوں والے حبشی کو ہمارے گھروں کے اردگرد کھانا کھاتے بہت خوش دیکھے گا۔ اس کی کھوپڑی یوں لگے گی گویا چٹیل زمین میں بیج بو دیا گیا ہو اور اس کے دونوں طرف مرچیں اگ آئی ہوں۔

خطابی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو حسن صورت اور چہرے کی شادابی کی وجہ سے خضر کہا جاتا ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ قول صحیح میں روایت کردہ حدیث کے منافی نہیں ہے، اگر کسی ایک ہی وجہ کو قبول کرنا ضروری ہے تو پھر صحیح سے ثابت شدہ وجہ زیادہ مناسب اور قوی ہے، بلکہ اس کے ہوتے ہوئے کسی اور کو قبول کرنا صحیح نہیں ہے۔

چٹیل زمین سرسبز ہو جاتی ہے:

حافظ ابن عساکر نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حضرت خضر علیہ السلام کو اس لیے ”خضر“ کہا جاتا ہے کہ وہ جس چٹیل زمین پر نماز ادا فرماتے وہ سبزے سے لہرا اٹھتی۔“

قبیصہ، ثوری، منصور اور مجاہد رحمہم اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت خضر علیہ السلام کو ”خضر“ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ”وہ جب زمین پر نماز پڑھتے تو اردگرد کا علاقہ سرسبز و شاداب ہو جاتا۔“

جیسا کہ ملاقات حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع بن نون علیہ السلام جب انہیں قدموں پر واپس لوٹے تو

حضرت خضر علیہ السلام دریا کے اندر بچھی ایک سبز چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ علیہ السلام نے چادر اوڑھ رکھی تھی یعنی چادر کا ایک کنارہ سر کے نیچے تھا اور دوسرا پاؤں کے نیچے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا۔ آپ نے چادر منہ سے ہٹائی اور فرمایا: تیری زمین میں سلامتی کہاں؟ تو کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں موسیٰ علیہ السلام ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے پوچھا: کیا بنی اسرائیل کے نبی موسیٰ؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، پھر ان کے درمیان جو باتیں ہوئیں انہیں قرآن پاک نے تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ (وضاحت آگے آرہی ہے۔ انشاءاللہ)

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت پر دلائل:

قرآن مجید کئی وجوہ سے آپ کی نبوت پر دلالت کرتا ہے۔

دلائل ۱:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا

﴿سورۃ الکہف﴾

ترجمہ: تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے علم لدنی عطا کیا۔

دلیل ۲:

هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ .... حَتّٰى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا۝

﴿سورۃ الکہف﴾

ترجمہ: کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں۔ بشرطیکہ آپ سکھائیں مجھے رشد و ہدایت کا خصوصی علم جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔ اس بندے نے کہا: (اے موسیٰ!) آپ میرے ساتھ صبر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ آپ صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں اس بات پر جس کی آپ کو پوری طرح خبر نہیں۔ آپ نے کہا: آپ مجھے پائیں گے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا صبر کرنے والا اور میں نافرمانی نہیں کروں گا آپ کے کسی بھی حکم کی۔ اس بندے نے

کہا: اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھنا نہیں، یہاں تک کہ میں آپ سے اس کا خود ذکر کروں۔''

اگر آپ نبی نہ ہوتے بلکہ ولی ہوتے تو اس طرح گفتگو نہ فرماتے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یوں جواب نہ دیتے بلکہ صورتحال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صحبت میں رہنے کا سوال کر رہے ہیں تاکہ آپ ان سے وہ علم سیکھیں جو اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر صرف انہی کو عطا فرما رکھا تھا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک عظیم نبی جلیل القدر رسول واجب العصمت شخصیت ایک ولی سے کسب فیض کا ارادہ کرے جو جلیل القدر ہونے کے باوجود معصوم عن الخطا نہیں ہے۔ رغبت میں شدت بتائی ہے کہ جس کی تلاش میں حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا نبی پھر رہا ہے وہ جلیل القدر شخص علم یقینی کامل خطا سے پاک فہم و فراست کا مالک نبی ہے، اگر اس سے پہلے ایک طویل عرصہ یعنی اسی سال گزر چکے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہ کسی کو تلاش کیا اور نہ کسب فیض کا ارادہ ظاہر کیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام کے سامنے عاجزی اور تواضع ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح جلالت شان کے حامل نبی تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو بھی وحی کی جاتی تھی۔ ہاں ان کو اللہ تعالیٰ نے ایسے علوم لدنی اور اسرار نبویہ سے مختص فرما رکھا تھا جس سے بنی اسرائیل کے عظیم المرتیب نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی واقف نہیں تھے۔ علامہ رمانی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں وجوہات کی بنا پر حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت کی تصریح کی ہے۔

دلیل ۳:

حضرت خضر علیہ السلام نے ایک بچے کو قتل کر دیا اور بغیر وحی کے ممکن نہیں کہ ایک نبی چھوٹے بچے کو قتل کر دے۔ یہ آپ علیہ السلام کی نبوت پر ایک مستقل دلیل ہے، اگر آپ معصوم نہ ہوتے تو محض ایک خیال کی بنا پر اس بچے کو قطعاً قتل نہ کرتے، کیونکہ ولی اللہ کا الہام اور کشف خطاء سے قطعی پاک نہیں ہے بلکہ بالاتفاق ولایت سے گناہ سرزد ہوسکتا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے بچے کو اس وقت قتل کیا جب وہ ابھی بالغ بھی نہیں ہوا تھا۔

اور اقدام قتل کا سبب ان کا وہ خصوصی علم تھا کہ بچہ بڑا ہو کر کفر کرے گا اور والدین جذبہ پدری سے مجبور ہو کر اس کی بات مان لیں گے اور کفر کر بیٹھیں گے۔ اس کے قتل میں ایک عظیم مصلحت حضرت خضر علیہ السلام کو ہی نظر آ رہی تھی اور وہ یہ تھی کہ یہ بڑا ہو کر کفر کرے گا اور قتل کے بغیر اس کے والدین کا ایمان محفوظ نہیں رہے گا۔ یہ ساری باتیں اس حقیقت کو بیان کرتی ہیں کہ آپ نبی تھے اور آپ کا ہر فعل خطاء سے پاک تھا۔

انہی دلائل کی روشنی میں شیخ علامہ ابوالفرج ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خضر علیہ السلام کو نبی قرار دیا ہے اور اسی رائے کو صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ رمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل کو نقل کیا ہے۔

دلیل ۴:

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اپنے تمام کاموں کی تاویل بیان کی۔ اور بتایا کہ یہ عجیب وغریب شریعت سے متصادم امور کو بجالانے کی وجہ کیا ہے۔ ان وجوہات کو بیان کرنے کے بعد آپ علیہ السلام نے فرمایا:

رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ۝ ﴿سورۃ کہف﴾

ترجمہ: میں نے یہ کام اپنی طرف سے نہیں کیے بلکہ ایسا کرنے کا مجھے حکم دیا گیا اور میری طرف وحی کی گئی۔

یہ وجوہات حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں اور نبوت ولایت کے منافی نہیں بلکہ رسالت بھی ولایت کے منافی نہیں۔ جیسا کہ دوسرے لوگوں نے ذکر کیا ہے۔ رہا آپ کو فرشتہ کہنا تو یہ قول بہت تعجب خیز ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ نبی ہیں جیسا کہ ابھی ذکر ہوا تو ان لوگوں کی رائے مردود ٹھہری جو کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی نہیں ولی ہیں۔ اور ولی ایسے امور سے مطلع ہو سکتا ہے جن سے ایک صاحب شرع نبی کو آگاہی نہیں ہوتی۔ درحقیقت یہ ایسا نظریہ ہے جس کی نہ کوئی بنیاد ہے اور نہ کوئی دلیل۔ اس لیے یہ نظریہ بالکل باطل ہے۔

کیا حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟

حضرت خضر علیہ السلام کیا اب بھی دنیا میں زندہ ہیں تو اس بارے عرض ہے کہ جمہور کی تو یہی رائے ہے کہ وہ اب تک اسی دنیا میں ہیں۔ اسکی وجوہات مختلف بتائی جاتی ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ طوفان کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی ہڈیوں کو دفن کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں انہیں قیامت تک زندگی عطا فرما دی (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے)۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے آب حیات کے چشمہ سے پانی پی لیا تھا، اس لیے ابھی تک زندہ ہیں، ان لوگوں نے بعض احادیث بھی ذکر کی ہیں اور ان سے استشہاد کیا ہے۔ عنقریب ہم ان احادیث کو ذکر کریں گے۔ انشاء اللہ ذات خداوندی پر بھروسہ ہے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہم السلام کی ملاقات:

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کی ملاقات کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ ...... مَالَمْ تَسْطِعْ عَلَیْهِ صَبْرًا ○ ﴿سورۃ الکہف﴾

ترجمہ: اور یاد کرو جب کہا موسیٰ نے اپنے نوجوان (ساتھی) کو کہ میں چلتا رہوں گا یہاں تک کہ پہنچوں جہاں دو دریا ملتے ہیں، دونوں بھول گئے اپنی مچھلی کو تو بنا لیا اس نے اپنا راستہ دریا میں سرنگ کی طرح، پس جب وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ آپ نے اپنے جوان ساتھی سے کہا لے آو ہمارا صبح کا کھانا بے شک ہمیں برداشت کرنی پڑی ہے، اپنے اس سفر میں بڑی مشقت اس ساتھی نے کہا: (اے کلیم!) آپ نے ملاحظہ فرمایا جب ہم (سستانے کیلئے) اس چٹان کے پاس ٹھہرے تھے تو میں بھول گیا مچھلی کو اور نہیں فراموش کرائی مجھے وہ مچھلی مگر شیطان نے کہا کہ میں اس کا ذکر کروں۔ اور اس نے بنا لیا تھا اپنا راستہ دریا میں۔ بڑے تعجب کی بات ہے۔ آپ نے فرمایا: یہی تو وہ ہے جس کی ہم جستجو کر رہے تھے۔ پس وہ دونوں لوٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے

ہوئے۔ تو پایا انہوں نے ایک بندے کو ہمارے بندوں میں سے جسے ہم نے عطا فرمائی تھی رحمت اپنی جناب سے اور ہم نے سکھایا تھا اسے اپنے پاس سے (خاص) علم۔ کہا اس بندے کو موسیٰ نے کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں بشرطیکہ آپ سکھائیں مجھے رشد و ہدایت کا خصوصی علم جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔ اس بندے نے کہا: (اے موسیٰ) آپ میرے ساتھ صبر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور آپ صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں؟ اس بات پر جس کی آپ کو پوری طرح خبر نہیں آپ نے کہا آپ مجھے پائیں گے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا صبر کرنے والا اور میں نافرمانی نہیں کروں گا۔ آپ کے کسی حکم کی۔ اس بندے نے کہا اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھنا نہیں۔ یہاں تک کہ میں آپ سے اس کا خود ذکر کروں۔ پس وہ دونوں چل پڑے۔ یہاں تک کہ جب وہ سوار ہوئے کشتی میں تو اس بندے نے اس میں شگاف کر دیا، موسیٰ بول اٹھے کیا تم نے اس لیے شگاف کیا ہے کہ اس کی سواریوں کو ڈبو دو۔ یقیناً تم نے بہت برا کام کیا ہے۔ اس بندے نے کہا کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میں یہ طاقت نہیں کہ میری سنگت پر صبر کر سکیں۔ آپ نے (عذر خواہی کرتے ہوئے) کہا کہ نہ گرفت کرو مجھ پر میری بھول کی وجہ سے اور نہ سختی کرو مجھ پر میرے اس معاملہ میں بہت زیادہ۔ پھر وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ جب وہ ملے ایک لڑکے کو تو ان نے اسے قتل کر ڈالا۔ موسیٰ (غضبناک ہوکر) کہنے لگے کیا مار ڈالا، آپ نے ایک معصوم جان کو کسی نفس کے بدلہ کے بغیر۔ بے شک آپ نے ایسا کام کیا ہے جو بہت ہی نازیبا ہے۔ اس نے کہا کیا (پہلے ہی) میں نے کہہ نہ دیا تھا آپ کو کہ آپ میری معیت میں صبر نہیں کر سکیں گے۔ آپ نے کہا: اگر میں پوچھوں آپ سے کسی چیز کے بارے میں اس کے بعد آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں۔ آپ میری طرف سے معذور ہوں گے، پھر وہ چل پڑے، یہاں تک کہ جب ان کا گزر ہوا گاؤں والوں کے پاس تو انہوں نے ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے (صاف) انکار کر دیا، ان کی میزبانی کرنے سے پھر ان دونوں

نے اس گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی تو اس بندے نے اسے درست کر دیا۔ موسیٰ کہنے لگے: اگر آپ چاہتے تو اس محنت پر مزدوری ہی لے لیتے۔ اس نے کہا (بس سنگت ختم) اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ گیا۔ میں آگاہ کرتا ہوں آپ کو ان باتوں کی حقیقت پر جن کے متعلق آپ صبر نہ کر سکے۔ وہ جو کشتی تھی وہ چند غریبوں کی تھی جو (ملاحی کا) کام کرتے تھے دریا میں۔ تو میں نے ارادہ کیا کہ اسے عیب دار بنا دوں اور (اس کی وجہ یہ تھی کہ) ان کے آگے (جابر) بادشاہ تھا جو پکڑ لیا کرتا تھا ہر کشتی کو زبردستی سے۔ اور وہ جو لڑکا تھا تو (اس کے) والدین مومن تھے۔ پس ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ (اگر زندہ رہا تو) مجبور کر دے گا انہیں سرکشی اور کفر پر۔ پس ہم نے چاہا کہ بدلہ دے نہیں ان کا رب (ایسا بیٹا) جو بہتر ہو اس سے پاکیزگی میں اور (ان پر) زیادہ مہربان ہو۔ باقی رہی دیوار (تو اسکی حقیقت یہ ہے کہ) وہ شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے اس کا خزانہ (دفن) تھا اور ان کا باپ بڑا نیک شخص تھا۔ پس آپ کے رب نے ارادہ فرمایا کہ وہ دونوں بچے اپنی جوانی کو پہنچیں اور نکال لیں اپنا دفینہ، یہ (ان پر) ان کے رب کی خاص رحمت تھی اور (جو کچھ میں نے کیا) میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا۔ یہ حقیقت ہے ان امور کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا؟''

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

علامہ ابن کثیر بعض اہل کتاب کا کہنا ہے کہ جس موسیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کیلئے سفر کیا وہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نہیں بلکہ اسی نام کے ایک اور شخص ہیں جن کا شجرۂ نسب کچھ اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ موسیٰ بن میشا بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام۔ اسی طرح کچھ مسلمان بھی ان کی ہم نوائی کرتے نظر آتے ہیں جو ان کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور بے دھڑک ان سے روایات لیتے ہیں۔ جیسا کہ نوف بن فضالہ حمیری شامی بکالی ہیں۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ وہ دمشقی کہلاتے ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ حضرت کعب احبار کی زوجہ ہیں۔

اگر چہ بعض لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوئی دوسرا شخص مراد لیتے ہیں لیکن صحیح وہی ہے جو اہل علم کے ہاں مشہور ہے اور قرآن پاک کا سیاق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اس میں شک کی تو کوئی وجہ ہی نہیں کیونکہ ایک نص قرآنی جو بالکل صحیح اور صریح ہے بتا رہی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے والے کوئی اور نہیں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام ہیں اور اس بات پر تمام آئمہ مفسرین کا اتفاق ہے۔

مچھلی کا زندہ ہونا:

صحیح بخاری میں ہے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گزارش کی کہ نوف بکالی گمان کرتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نامی شخص جو حضرت خضر علیہ السلام سے ملے وہ موسیٰ کلیم اللہ نہیں، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا دشمن جھوٹ بکتا ہے۔ ہم سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جواب دیا سب سے زیادہ علم اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرزنش فرمائی کہ یہ کیوں نہیں کہا کہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ وحی کی گئی کہ میرا ایک بندہ خاص جو دو دریاؤں کے سنگم (مجمع البحرین) پر رہتا ہے وہ تجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے اللہ! میں اسے کیسے مل سکتا ہوں؟ ارشاد ہوا: اپنے ساتھ ایک مچھلی لیجئے، اسے ٹوکرے میں رکھئے، جہاں مچھلی گم ہوگئی وہی آپ کی جائے ملاقات ہوگی۔ آپ نے مچھلی لی اور اسے ٹوکری میں رکھ کر محو سفر ہوئے۔ آپ کے ساتھ ایک نوجوان حضرت یوشع بن نون بھی تھے۔ آپ ایک چٹان پر پہنچے دونوں نے سر رکھا اور نیند کی آغوش میں چلے گئے۔ مچھلی ٹوکری میں زندہ ہوگئی ادھر ادھر پھرنے لگی اور آخر نکل کر چلی گئی اور قریب ہی دریا میں گر گئی، اور پھر سرنگ بناتی ہوئی سمندر میں پہنچ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے سامنے پانی کے بہاؤ کو

ساکت کر دیا، وہ طاق کی طرح کھڑا ہوا گیا، جب حضرت یوشع جاگے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مچھلی کے متعلق بتانا بھول گئے، پھر دونوں دن کے باقی ماندہ حصہ اور پوری رات چلتے رہے۔

جب دوسرا دن ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جوان ساتھی سے کہا:

اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ○

ترجمہ: لے آؤ ہمارا صبح کا کھانا بے شک ہمیں برداشت کرنی پڑی ہے اپنے اس سفر میں بڑ مشقت۔

ساتھی نے کہا:

اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا○ ﴿سورۃ کہف﴾

ترجمہ: آپ نے ملاحظہ فرمایا جب ہم (سونے کیلئے) اس چٹان کے پاس ٹھہرے تھے تو میں بھول گیا مچھلی کو اور نہیں فراموش کرائی مجھے وہ مچھلی مگر شیطان نے کہا کہ میں اس کا ذکر کروں۔ اور اس نے بنا لیا تھا اپنا راستہ دریا میں۔ بڑے تعجب کی بات ہے۔

یعنی مچھلی کیلئے سرنگ بن گئی پانی میں ٹھہراؤ آ گیا، دونوں بہت حیران ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا○ ﴿سورۃ کہف﴾

ترجمہ: یہی تو وہ ہے جس کی ہم جستجو کر رہے تھے۔ پس وہ دونوں لوٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے۔

آپ صبر کی طاقت نہیں رکھتے:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دونوں نشان دیکھتے ہوئے واپس لوٹے حتیٰ کہ چٹان تک پہنچ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کپڑا اوڑھے لیٹا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بتایا: میں موسیٰ ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: بنی

اسرائیل کا نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ مجھے اس ہدایت کی تعلیم دیں جس سے آپ کو نوازا گیا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا○

ترجمہ: اس بندے نے کہا: (اے موسیٰ) آپ میرے ساتھ صبر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

اے اللہ کے کلیم! اللہ تعالیٰ نے مجھے جس خصوصی علم سے نوازا ہے اس سے آپ ناواقف ہیں اور جو علم آپ کو بارگاہ خداوندی سے عطا ہوا ہے اس سے میں ناواقف ہوں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا:

فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰی اُحْدِثَ لَکَ مِنْهُ ذِکْرًا۔ فَانْطَلَقَا○

ترجمہ: اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھئے نہیں۔ یہاں تک کہ میں آپ سے اس کا خود ذکر کروں، پس وہ دونوں چل پڑے۔

کشتی میں شگاف کر دیا:

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ انہیں ایک کشتی پانی گزرتی ہوئی دکھائی دی۔ اس سے بات کی کہ ہمیں سوار کریں۔ ملاحوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے چلنے پر راضی ہو گئے۔ دوران سفر حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کا ایک پھٹا اکھاڑ پھینکا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ان لوگوں نے ہمیں بغیر کرائے کے سوار کیا اور آپ ہیں کہ ان کی کشتی میں سراخ کرنے کے درپے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا○

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا○

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ○

ترجمہ: کیا تم نے اس لیے شگاف کیا ہے کہ اس کی سواریوں کو ڈبو دو۔ یقیناً تم نے بہت برا کام کیا ہے۔

ترجمہ: اس بندے نے کہا کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میں یہ طاقت نہیں کہ میری سنگت پر صبر کر سکیں۔

آپ نے (عذر خواہی کرتے ہوئے) کہا کہ نہ گرفت کرو مجھ پر میری بھول کی وجہ سے اور نہ سختی کرو مجھ پر میرے اس معاملہ میں بہت زیادہ۔

بچے کا قتل:

راوی بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلی بھول ہوئی تھی۔ فرماتے ہیں کہ ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ کر پانی سے چونچ تر کی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: میرے اور آپ کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں جو اس قطرے کو سمندر سے ہے۔ پھر دونوں کشتی سے باہر آئے ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چلتے جا رہے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو ایک بچہ نظر آیا، جو دوسرے بچوں سے کھیل رہا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر کچل ڈالا اور اسے قتل کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بول اٹھے:

اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ○

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِیَ صَبْرًا ○

ترجمہ: کیا مار ڈالا، آپ نے ایک معصوم جان کو کسی نفس کے بدلہ کے بغیر۔ بے شک آپ نے ایسا کام کیا ہے جو بہت ہی نازیبا ہے۔

ترجمہ: اس نے کہا کیا (پہلے ہی) میں نے کہہ نہ دیا تھا آپ کو کہ آپ میری معیت میں

صبر نہیں کر سکیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَیْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا ○

ترجمہ: آپ نے کہا: اگر میں پوچھوں آپ سے کسی چیز کے بارے میں اس کے بعد آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں۔ آپ میری طرف سے معذور ہوں گے۔

دیوار کی تعمیر:

فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ اِسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ○ ﴿سورۃ کہف﴾

ترجمہ: پھر وہ چل پڑے، یہاں تک کہ جب ان کا گزر ہوا گاؤں والوں کے پاس تو انہوں نے ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے (صاف) انکار کر دیا، ان کی میزبانی کرنے سے پھر ان دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی تو اس بندے نے اسے درست کر دیا۔'' دیوار ٹیڑی ہو چکی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اسے درست فرمایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رہا نہ گیا، فرمانے لگے تعجب ہے۔ آپ ایک ایسی قوم کی دیوار درست فرما رہے ہیں جو ہماری میزبانی سے انکار کر رہی ہے اور دو لقمے روٹی کے دینے کو تیار نہیں۔

لَوْشِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ○

ترجمہ: اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ گیا میں آگاہ کرتا ہوں آپ کو ان باتوں کی حقیقت پر جن کے متعلق آپ صبر نہ کر سکے۔

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِیْ وَ بَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ○

ترجمہ: اگر آپ چاہتے تو اس محنت پر مزدوری لے لیتے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہماری تو یہ تمنا ہے کہ کاش حضرت موسیٰ علیہ السلام

نے صبر کیا ہوتا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں ہمیں اور بھی بتاتا۔''

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت (۷۹) کو یوں پڑھا کرتے تھے: وَكَانَ اَمَامَهُمْ مَلِكٌ" يَاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا اور آیت (۸۰) کو یوں پڑھتے تھے: "وَ اَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا وَّكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنَ۔"

پھر اس حدیث کو امام بخاری، قتیبہ سے وہ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے اسی سند سے انہیں الفاظ میں روایت کرتے ہیں۔ ان کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

''حضرت موسیٰ علیہ السلام روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ ایک نوجوان حضرت یوشع بن نون بھی تھے، ان کے پاس مچھلی تھی، سفر کرتے کرتے وہ ایک چٹان تک پہنچے اور اس پر ٹھہر گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس چٹان پر سر رکھا اور سو گئے۔

چشمہ آب حیات پر مچھلی زندہ ہوئی تھی:

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عمرو کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ چٹان کے نیچے ایک چشمہ تھا۔ جسے حیات (زندگی) کہا جاتا تھا، اس کا پانی جس چیز تک پہنچتا وہ چیز زندہ ہو جاتی۔ اس چشمے کا پانی مچھلی تک پہنچا۔ اس میں زندگی کی لہر دوڑ گئی، وہ بے تاب ہو کر ٹوکری سے نکلی اور سمندر میں داخل ہو گئی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو نوجوان سے کہا کھانا لاؤ، آج کے سفر نے تو ہمیں تھکا دیا ہے اور اس کے بعد آپ پوری حدیث بیان کرتے ہیں۔

اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ایک چڑیا کشتی کے کنارے آکر بیٹھی اور دریا سے چونچ سے پانی بھرنے لگی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرا علم، آپ کا علم اور پوری مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں اتنا بھی نہیں جتنا سمندر کے مقابلے میں چڑیا کی چونچ کا پانی ہے، پھر اس کے بعد تمام حدیث روایت کی۔

بخاری شریف میں مچھلی کا واقعہ:

امام بخاری نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے گھران کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا: مجھ سے کچھ پوچھ لو۔ میں نے عرض کیا: اے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ! میری جان آپ پر فدا ہو کوفہ میں ایک شخص ہے جو بہت دور رہتا ہے۔ لوگ اسے نوف کہتے ہیں۔ وہ گمان کرتا ہے کہ جس شخص کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ موسیٰ نامی کوئی اور شخص ہے۔

راوی کہتا ہے کہ مجھے عمرو نے بتایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن جھوٹ بکتا ہے۔ یعلی نے مجھے یہ بتایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو یہ جواب دیا کہ مجھے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ایک دن اللہ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو وعظ ونصیحت کی حتیٰ کہ لوگوں کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں اور دل پر رقت طاری ہوگئی۔ ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا زمین میں آپ سے بڑا عالم بھی ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیان فرمایا: نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرزنش فرمائی کہ آپ نے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی۔ فرمایا گیا کہ ہاں آپ سے بڑا عالم زمین پر موجود ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! وہ کہاں ہوگا؟ فرمایا: وہ دو دریاؤں کے سنگم (مجمع البحرین) پر۔ عرض کیا: اے میرے رب! کوئی نشانی بتا دیجئے تا کہ میں اسے تلاش کرلوں۔ مجھے عمرو نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جہاں مچھلی تجھ سے الگ ہو جائے گی وہی جگہ ملاقات کی ہوگی۔

مجھے ابو یعلی نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک مردہ مچھلی لے لو جہاں اس میں روح لوٹ آئی، وہیں آپ کا مقصود موجود ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی پکڑی اور اسے ایک ٹوکری میں رکھ لیا۔ ایک نوجوان کو فرمایا: تمہاری صرف یہ ڈیوٹی ہے کہ

جہاں مچھلی گم ہو جائے مجھے آگاہ کر دینا۔ نوجوان نے عرض کیا: یہ تو کوئی اتنی بڑی ڈیوٹی نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں فرمان ہے: ''وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىہُ''

ترجمہ: ''اور یاد کرو جب کہا موسیٰ نے اپنے نوجوان (ساتھی کو) یعنی یوشع بن نون''۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کا ساتھی گیلی جگہ ایک چٹان کے نیچے آرام کرنے کیلئے بیٹھے تو مچھلی زنبیل میں تڑپنے لگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سوئے ہوئے تھے۔ ان کے نوجوان ساتھی نے دل میں خیال کیا کہ ابھی انہیں جگانا مناسب نہیں جب وہ خود جاگیں گے (تو بتادوں گا) لیکن وہ بھول گئے اور خبر نہ دے سکے۔ مچھلی ٹپک کر دریا میں داخل ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ جہاں جہاں سے وہ گزرتی گئی پانی ساکت ہوتا گیا حتیٰ کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ پتھر کے درمیان میں سے ایک سرنگ بن گئی ہے۔

مجھے عمرو نے اسی طرح بتایا ہے کہ پتھر کی طرح پانی میں ایک سرنگ بن گئی، اور انہوں نے اپنے انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی دونوں انگلیوں سے حلقہ بنا کر دکھایا۔

لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا ھٰذَا نَصَبًا ○

ترجمہ: بے شک ہمیں برداشت کرنی پڑی ہے اپنے اس سفر میں بڑی مشقت۔

فرمایا: اب اللہ تعالیٰ نے آپ کی مشقت اور کلفت دور فرمادی ہے۔ حضرت یوشع بن نون نے مچھلی کے بارے بتایا، دونوں واپس پلٹے اور اسی جگہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ مجھے عثمان بن ابی سلیمان نے بتایا ہے کہ سمندر کے درمیان پانی پر انہوں نے ایک چٹائی بچھا رکھی تھی اور اسی پر لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ کپڑا اوڑھے ہوئے تھے جس کا ایک سرا، سر کے نیچے تھا اور دوسرا پاؤں کے نیچے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا: میرے اس علاقہ میں سلام کہاں سے آ گیا؟ کیا بنی اسرائیل والا موسیٰ؟ فرمایا: ہاں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ آپ نے بتایا کہ آپ

کے خداداد علم سے اکتساب کرنے آیا ہوں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: اتنا کافی نہیں کہ تورات آپ کے پاس موجود ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو وحی فرماتا ہے؟ اے موسیٰ! میرے پاس جو علم ہے وہ آپ کو نہیں سیکھنا چاہیے اور آپ کے پاس جو علم ہے وہ مجھے نہیں سیکھنا چاہیے۔ اسی عرصہ میں پرندے نے سمندر سے اپنی چونچ سے پانی پیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: میرے اور آپ کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں جو چڑیا کے چونچ کے پانی کو سمندر سے ہے۔

حَتّٰۤی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیۡنَۃِ ۟

ترجمہ: یہاں تک کہ جب وہ سوار ہوئے کشتی میں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ وہاں چھوٹی چھوٹی کشتیاں ہیں جو لوگوں کو ایک ساحل سے دوسرے ساحل کی طرف لے جا رہی ہیں۔ ان ملاحوں نے آپ کو پہچان لیا اور کہا وہ اللہ کے نیک بندے تشریف لائے ہیں۔

راوی فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا ملاحوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا؟ آپ نے فرمایا: ہاں پھر وہ کہنے لگے ہم اس بندہ صالح کو کرایہ لیے بغیر سوار کریں گے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ان کی کشتی میں سوراخ کر دیا اور اس میں کیل ٹھونک دی۔ (قال) یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "اَخَرَقۡتَهَا لِتُغۡرِقَ اَهۡلَهَا لَقَدۡ جِئۡتَ شَيۡـئًـا اِمۡرًا"۔ ترجمہ: "کیا تو نے اس لیے شگاف کیا ہے کہ اس کی سواریوں کو ڈبو دو۔ یقیناً تم نے بہت برا کام کیا ہے۔" آیت میں "امراً" کا معنی "منکراً" یعنی بہت ناپسندیدہ ہے۔ "قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا" ترجمہ: "اس بندے نے کہا کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میں یہ طاقت نہیں کہ میری سنگت پر صبر کر سکیں۔"

پہلا اعتراض بھول تھی۔ دوسرا اعتراض ایک شرط کی وجہ سے تھا اور تیسرا

اعتراض آپ نے جان بوجھ کر کیا تھا۔

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا۔ فَانْطَلَقَا حَتّٰى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ○

ترجمہ: آپ نے (عذرخواہی کرتے ہوئے) کہا کہ نہ گرفت کرو مجھ پر میری بھول کی وجہ سے اور نہ سختی کرو مجھ پر میرے اس معاملہ میں بہت زیادہ۔ پھر وہ دونوں چل پڑے حتی کہ جب وہ ملے ایک لڑکے کو تو ان نے اسے قتل کر ڈالا۔

ابو یعلی فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک بچے کو اپنے ہم جولیوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا اور اس مسخرے کافر لڑکے کو پکڑا۔ لٹایا اور چھری سے ذبح کر ڈالا۔ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ ترجمہ: ''موسیٰ (غضبناک ہوکر) کہنے لگے کیا مار ڈالا، آپ نے ایک معصوم جان کو کسی نفس کے بدلہ کے بغیر۔'' اس معصوم نے تو کوئی ایسی بے جا حرکت نہیں کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قرأت ''زاکیه مسلمة'' ہے جیسا کہ آپ ''غلاما زاكية'' کی قرأت کرتے ہیں۔ دونوں چل پڑے۔

''فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ'' پھر ان دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی تو اس بندے نے اسے درست کر دیا۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ہاتھ کا اس طرح (اشارہ کر کے دکھایا بھی) اشارہ کیا اور دیوار درست ہوگئی۔ حضرت ابو یعلی کہتے ہیں مجھے تو یوں یاد پڑتا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار پر ہاتھ پھیرا تو وہ درست ہوگئی۔ قَالَ لَوْشِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا۔

ترجمہ: ''موسیٰ کہنے لگے: اگر آپ چاہتے تو اس محنت پر مزدوری ہی لے لیتے۔''

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں کہ آپ مزدوری لے لیتے تاکہ ہم اپنے کھانے کا بندوبست کر لیتے۔

کشتی کو عیب دار اور لڑکے کو قتل کرنے کی وجہ:

"وَكَانَ وَرَآءَهُمْ" کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے "كان اما مهم" پڑھا ہے۔ لیکن دوسرے لوگوں کا خیال یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قرأت "آمامهم ملك" ہے۔ "وكان وراء هم" یعنی ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا۔" اس بادشاہ کا نام "ھد د بن بدد" تھا اور جس بچے کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا، اس کا نام "جیسور" تھا۔

مَلِكٌ يَّأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا○ ترجمہ: "اس کے والدین مومن تھے۔ اور وہ خود کافر تھا۔

فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا۔ ترجمہ: "پس ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ (اگر زندہ رہا تو) مجبور کر دے گا انہیں سرکشی اور کفر پر۔" وہ اس کی محبت میں اپنا ایمان تباہ کر بیٹھیں گے اور اس کے دین کی پیروی کرنے لگیں گے۔

فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا○

ترجمہ: پس ہم نے چاہا کہ بدلہ دے نہیں ان کا رب (ایسا بیٹا) جو بہتر ہو اس سے پاکیزگی میں اور (ان پر) زیادہ مہربان ہو۔

چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ تو نے ایک معصوم بچے کو قتل کر دیا، اس لیے جواب میں زکوٰۃ کے لفظ آئے ہیں اور بتایا گیا کہ جس بچے کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا ہے، اس کی نسبت وہ اپنے والدین پر زیادہ مہربان ہوگا۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسروں کا خیال ہے کہ انہیں اس بچے کے بدلے ایک بچی دی گئی۔ لیکن داؤد بن ابی عاصم کہتے ہیں کہ یہی نظریہ دوسرے مفسرین کا بھی ہے کہ انہیں ایک نیک اور صالح بچہ عطا ہوا۔

تعمیر دیوار کی وجہ:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ○

ترجمہ: باقی رہی دیوار (تو اسکی حقیقت یہ ہے کہ) وہ شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ دو یتیم اصرم اور صریم تھے، جنکے والد گرامی کا نام کاشح تھا۔

"وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَّهُمَا" ترجمہ: "اور اس کے نیچے خزانہ دفن تھا۔"

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سونا دفن تھا۔ یہ قول حضرت عکرمہ کا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ خزانے سے مراد علم ہے۔ یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے۔ (یعنی ان کی لکھی ہوئی کتابیں یہاں مدفون ہوں گی۔) اور ہو سکتا ہے کہ سونے کی تختی ہو جس پر کچھ چیزیں لکھی ہوئی ہوں۔

بزار، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس خزانے کا اللہ تعالیٰ نے کتاب مبین میں ذکر فرمایا ہے وہ دراصل سونے کی مضبوط تختی تھی، جس پر یہ عبارت کندہ تھی۔ "مجھے تعجب ہے ایسے شخص پر جو تقدیر پر یقین رکھتا ہے اور پھر مشقت میں پڑتا ہے۔ مجھے تعجب ہے ایسے شخص پر جو جہنم کا ذکر کرتا ہے اور پھر بھی ہنستا ہے مجھے تعجب ہے ایسے شخص پر جس کے سامنے موت کا ذکر کیا جاتا ہے اور پھر بھی غافل رہتا ہے۔" **لا الہ الا محمد رسول اللہ**"

اسی طرح حضرت حسن بصری، غفرہ کے آزاد کردہ غلام عمر، حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح بیان فرماتے ہیں۔

وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ○ ترجمہ: "اور ان کا باپ بڑا نیک شخص تھا۔"

کہتے ہیں کہ یہ نیک انسان ان یتیموں کی ساتویں پشت میں تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دسویں پشت میں تھا۔ جو مدت ہو، اس سے یہ بات بہر حال ظاہر ہوتی ہے کہ ایک متقی اور صالح شخص اپنی اولاد کی حفاظت فرماتا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں:

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ○ ترجمہ: "یہ (ان پر) ان کے رب کی خاص رحمت تھی۔"

یہ الفاظ اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی طرف سے تو کچھ بھی نہیں کیا، جو کچھ بھی کیا اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا، لیکن کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ ولی تھے، لیکن تعجب تو اس شخص پر ہے جو کہتا ہے کہ نہ آپ نبی تھے نہ ولی بلکہ بادشاہ تھے، بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام فرعون کے بیٹے ہیں۔ بعض کا خیال یہ ہے کہ آپ ضحاک کے بیٹے ہیں، جس نے ہزار سال تک دنیا پر حکمرانی کی۔ (آپ کی نبوت پر دلائل پہلے بیان ہو چکے ہیں)۔

آپ علیہ السلام کا زمانہ نبوت:

علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جمہور علماء کتب سابقہ کا کہنا ہے کہ خضر بادشاہ افریدوں کے دور میں تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ ذوالقرنین کے مقدمۃ الجیش کے سپہ سالار تھے۔ بعض لوگ جو ذوالقرنین کو افریدوں بتاتے ہیں، ان کا کہنا یہ ہے یہی وہ شخص ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں ذوالقرس کے نام سے شہرت پائی۔ ان کا گمان ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے آب حیات پی لیا، جس وجہ سے وہ اب تک زندہ ہیں۔

بعض علماء کا قول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کسی امتی کے بیٹے ہیں، جنہوں نے آپ کے ساتھ ارض بابل (عراق) کی طرف سفر فرمایا اور ان کے والد گرامی کا نام "ملکان" اور بعض کے نزدیک "ارمیا بن خلقیا" ہے۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ ان کے والد نبی ہیں اور ان کا زمانہ سباسب بن لہراسب کا زمانہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کی نصیحتیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت خضر علیہ السلام سے جدا ہونے لگے تو انہوں نے نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا:

هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَ بَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۝

﴿سورۃ الکہف﴾

ترجمہ: اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ گیا، میں آگاہ کرتا ہوں آپ کو ان باتوں کی حقیقت پر جن کے متعلق آپ صبر نہ کر سکے۔

نفع دینے والے ہو جاؤ:

بیہقی، ابو عبداللہ الملطی کے توسط سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے رخصت ہونے لگے تو عرض کیا: مجھے کچھ نصیحت فرمایئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: ''نفع دینے والے ہو جاؤ، نقصان پہنچانے والے نہ بنو۔ خوش خوش رہا کرو، غصہ نہ کیا کرو، لجاجت سے منہ موڑو اور بغیر ضرورت کے کہیں مت جاؤ۔'' اور ایک طریقہ میں یہ زیادتی بھی ملتی ہے کہ تکبر کے علاوہ کسی بات پر مت ہنسو۔

دنیا میں رغبت کا وبال:

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: اے موسیٰ کلیم علیہ السلام! لوگوں کو دنیا میں اتنی ہی تکلیف دی جاتی ہے جتنی وہ دنیا میں رغبت کرتے ہیں۔

اللہ کی اطاعت کرو:

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: مجھے نصیحت فرمایئے، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی اطاعت کی توفیق عطا کرے۔

اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی ہے جسے ابن عساکر، زکریا بن یحییٰ کے طریقہ سے روایت کرتے ہیں، یحییٰ الوقاد کہتے ہیں کہ یہ حدیث عبداللہ بن وہب کے سامنے پڑھی گئی اور میں سن رہا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: اے میرے پروردگار! اور اس کے بعد اپنا مدعا بیان کیا۔ اسی دوران حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے وہ نوجوان تھے، بہت اچھی خوشبو لگا رکھی تھی۔ آ کر ''السلام علیک و رحمۃ اللہ یا موسیٰ بن

عمران'' کہا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے سلام فرماتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ تو خود سلام ہے اور اسی کی طرف سے سب سلامتی ہے اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے ہیں۔ وہ ایسی ذات ہے جس کی نعمتوں کو میں شمار نہیں کر سکتا، اور نہ ہی اس کی توفیق کے بغیر ان نعمتوں پر اس کا شکریہ ادا کر سکتا ہوں۔'' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ایسی نصیحت کریں جو مجھے آپ کے جانے کے بعد فائدہ دے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: ''اے علم کے متلاشی (سن) سننے والے کی نسبت کہنے والے کو کم اکتاہٹ ہوتی ہے، جب گفتگو کرو تو اپنے ہم نشینوں کو اکتاہٹ میں مبتلا نہ کرو۔ (یاد رکھئے) آپ کا دل ایک برتن ہے ذرا یہ دیکھو کہ آپ اس برتن کو کس چیز سے بھر رہے ہیں۔ دنیا سے علیحدگی اختیار کیجئے، اسے پشت کے پیچھے ڈال دیجئے، یہ دنیا گھر نہیں ہے اور نہ ہی تیرا ابدی ٹھکانہ ہے۔ یہ تو صرف گزر بسر کیلئے ہے۔ اس میں رہتے ہوئے زاد آخرت جمع کر لیجئے۔ اپنے نفس کو صبر کی تلقین کیجئے اور گناہوں سے کنارہ کشی کیجئے۔'' اے موسیٰ! اگر تجھے علم کی دولت چاہیے تو اپنے آپ کو حصول علم کیلئے وقف کر دے۔ علم صرف اسی کی جھولی میں ڈالا جاتا ہے جو اس کیلئے وقف ہو جاتا ہے۔ زیادہ قیل و قال سے بچئے۔ کثرت کلام بکواس ہے، اور یہ علماء کو زیب نہیں دیتی، اس سے جہالت ظاہر ہوتی ہے، میانہ روی ضروری ہے۔ ضرورت کے وقت ضرورت کے مطابق بات کیجئے اور جاہل بدکردار لوگوں سے اعراض برتئے، جو بے عقل ہیں انہیں منہ نہ لگائیے۔ یہی چیز علماء کا زیور اور دانشوروں کی نشانی ہے، اگر کوئی جاہل تمہیں برا بھلا کہہ دے تو حلم سے کام لیتے ہوئے خاموش رہیئے، اور احتیاط سے الگ ہو جائیے، کیونکہ اسکے پاس گالیوں کے سوا اور کیا ہے جب تو اسے منہ لگائے گا تو وہ تجھے اور زیادہ برا بھلا کہے گا۔

اس دروازہ کو نہ کھول جس کا تمہیں علم نہیں:

اے عمران کے بیٹے! یہ خیال مت کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہت کم علم سے

نوازا ہے (اللہ کے مقابلے میں انسان کے علم کی کیا حیثیت ہے، دنیا کے اعتبار سے تو نبی کا علم بہت زیادہ ہوتا ہے، یہ کمی نسبت سے ہے۔) خودسری اور بے راہ روی بناوٹ اورتلف کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اے ابن عمران! اس دروازے کو ہرگز نہ کھول، جس کے بارے تمہیں علم نہیں کہ کیسے کھولا جاتا ہے۔

دنیاوی خواہشات کی کوئی انتہاء نہیں:

اے ابن عمران! دنیاوی خواہشات کی کوئی انتہاء نہیں۔ اس کی دلچسپیاں ختم نہیں ہوتیں، پس جس نے اپنی حالت کو حقیر سمجھا اور اللہ کے فیصلے پر کڑکڑایا تو وہ کیسے زاہد ہوسکتا ہے؟ بھلا جس شخص پر ہوا وہوس کا غلبہ ہو وہ شہوات سے رک سکتا ہے؟ یا جس کو جہالت نے گھیرے میں لے رکھا ہو علم کی طلب اسے فائدہ سے سکتی ہے؟ کیونکہ اس کا سفر تو آخرت کی طرف جاری ہے لیکن وہ بڑھ دنیا کی طرف رہا ہے۔

علم عمل کے لئے ہے:

اے حضرت موسیٰ علیہ السلام علم عمل کیلئے ہے نہ کہ بے فائدہ قیل وقال کیلئے، اگر محض دنیا کیلئے علم حاصل کرے گا تو یہی تیرے خلاف گواہ بن جائے گا اور دوسروں کیلئے نور ثابت ہوگا۔

زُہد وورع کو لباس بنالو:

اے عمران کے بیٹے موسیٰ! زہد وورع کو لباس بنالے، علم اور ذکر کو کلام بنا لے۔ نیکیاں زیادہ کر۔ پس تو برائیوں کو پہنچنے والا ہے۔ تیرا دل خوف خداوندی سے ہمیشہ لرزہ رہنا چاہیے۔ اسی سے تیرا رب راضی ہوگا۔ بھلائی کا کام کر، ورنہ کوئی اور کام کرنے لگے گا، اگر تو انہیں یاد رکھے تو میں نے جو کہنا کہہ چکا۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام یہ کہہ کر چل دیئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مغموم ومحزون کھڑے رونے لگے۔

فائدہ:

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے مجھے تو یوں لگتا ہے کہ یحییٰ الوقاد مصری کی گھڑی ہوئی کہانی ہے۔ اس ظالم نے حضرات آئمہ کے بارے اور بہت سے جھوٹ بولے ہیں، لیکن تعجب تو اس بات پر ہے کہ حافظ ابن عساکر نے اس بارے میں سکوت فرمایا ہے۔

چار سو درہم میں حضرت خضر علیہ السلام اللہ کے نام پر فروخت:

حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے توسط سے ہم تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا: ایک دن حضرت خضر علیہ السلام بنی اسرائیل کے ایک بازار میں جا رہے تھے، ایک مکاتب شخص نے آپ کو دیکھ لیا اور کہنے لگا کہ مجھے کچھ صدقہ عطا کیجئے، اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: میں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے، میرے پاس کچھ بھی نہیں کہ تجھے دوں۔ وہ غریب شخص کہنے لگا: میں تجھے اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، کچھ صدقہ دیجئے، میں نے تیرے چہرے میں بلندی کا عکس دیکھا ہے اور تیرے پاس برکت کی امید لے کر آیا ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ پر یقین رکھتا ہوں، میرے پاس دینے کیلئے کچھ نہیں، ہاں میں حاضر ہوں تو چاہے تو مجھے بیچ کر رقم حاصل کر لے۔ غریب کہنے لگا: تو کیا تو اس بات پر قائم رہے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں تجھ سے سچ کہہ رہا ہوں، تو نے بہت بڑا سوال کر دیا ہے۔ بس اللہ کے لیے میں تجھے رسوا نہیں کرتا، مجھے بیچ دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اس شخص نے حضرت خضر علیہ السلام کو بازار میں بیچ دیا اور بدلے میں چار سو درہم لے لیے۔ آپ ایک عرصہ تک اس شخص کے پاس ٹھہرے رہے، جس نے آپ کو خریدا تھا، لیکن وہ آپ سے کوئی کام نہیں لیتا تھا۔ ایک دن حضرت خضر علیہ السلام نے اس سے کہا: تو نے مجھے کام کرانے کی خاطر خریدا تھا تو مجھ سے کوئی کام لے۔ اس نے کہا: آپ بہت بوڑھے

اور کمزور ہیں۔ میں ایک بزرگ سے کام کروانا پسند نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا: کوئی مشکل نہیں، میں کام کر سکتا ہوں۔ اس نے کہا: تو پھر ٹھیک ہے، یہ پتھر یہاں سے ہٹا دو۔ وہ شخص یہ کہہ کر چلا گیا اور آپ نے ایک گھڑی میں وہ پتھر وہاں سے ہٹا دیئے۔ وہ پتھر اتنے زیادہ اور بھاری تھے کہ چھ آدمی بمشکل پورے دن میں انہیں وہاں سے ہٹا سکتے تھے۔ وہ آدمی کام سے واپس آیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ تمام پتھر ایک گھڑی میں وہاں سے ہٹ چکے تھے۔ کہنے لگا: آپ نے تو کمال کر دیا، بہت اچھا، میں تو سمجھا تھا آپ میں اتنی طاقت نہیں ہوگی، پھر اس شخص کو سفر پیش آیا۔ کہنے لگا: میں تجھے امانتدار خیال کرتا ہوں، میرے گھر میں اچھے طریقے سے رہیے۔ آپ نے فرمایا: کوئی کام میرے سپرد کر جایئے۔ وہ شخص کہنے لگا: میں تجھے مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ آپ نے فرمایا: مشقت کیسی آپ حکم کریں۔ اس شخص نے کہا: میری واپسی تک مکان کیلئے اینٹیں بنا رکھیں۔ وہ شخص سفر پر روانہ ہو گیا جب واپس آیا تو ایک پختہ مکان بن چکا تھا۔ وہ شخص کہنے لگا: خدارا مجھے بتائیں آپ کون ہیں؟ اور کس راہ کے مسافر ہیں؟

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: آپ نے اللہ کا واسطہ دے کر سوال کر دیا ہے، اسی نام کیلئے میری گردن میں غلامی کا قلادہ پہنایا۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں؟ میں حضرت خضر علیہ السلام ہوں، جس کے بارے آپ نے لوگوں سے سن رکھا ہے۔ ایک غریب شخص نے مجھ سے سوال کیا لیکن میرے پاس دینے کو کچھ نہیں تھا، اس نے اللہ کا واسطہ دے کر مجھ سے صدقہ مانگا تھا، اس لیے میں نے اپنی گردن اس کے حوالے کر دی۔ اس نے مجھے بیچ دیا اور میں آپ کی غلامی میں آ گیا۔ میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں کہ جس شخص سے اللہ کے نام پر سوال کیا گیا اور قدرت کے باوجود اس نے سائل کو خالی ہاتھ لوٹا دیا تو قیامت کے دن وہ اس حالت میں کھڑا ہوگا کہ اس کی جلد کے نیچے نہ تو گوشت ہوگا اور نہ ہڈی کہ کڑکڑائے۔ اس شخص نے کہا: میں اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتا ہوں۔ اے اللہ کے نبی! میں نے لاعلمی میں آپ کو تکلیف پہنچائی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے

فرمایا: کوئی حرج نہیں، آپ نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا، اور میری عمر کا خیال رکھا۔ اس شخص نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان اے اللہ کے نبی!، میرا مال اور گھر والے حاضر ہیں، ان کے بارے آپ جو حکم فرمائیں سر آنکھوں پر، اگر آپ جانا چاہیں تو میں راستہ نہیں روکوں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے آزاد کر دیں تا کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکوں۔ اس اللہ کے بندے نے حضرت خضر علیہ السلام کو رخصت کیا۔ آپ نے کہا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے مجھے غلامی میں رکھا اور پھر اس سے نجات دی۔

حضرت خضر علیہ السلام کا زُھد اور فرعون کا ماشطہ کو آگ میں جلانا:

حافظ ابن عساکر سے روایت ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام سگے بھائی تھے اور ان کا والد بادشاہ تھا۔ ایک دن حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا: بھائی خضر ملکی معاملات میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے۔ ان کی شادی کر دیں ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں بیٹا دیدے جو بڑا ہو کر ملک کی باگ ڈور سنبھال لے۔ آپ کے والد نے ایک نہایت ہی حسین دوشیزہ سے آپ کی شادی کر دی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے بیوی سے فرمایا: مجھے عورت ذات میں کوئی لگاؤ نہیں، اگر تو کہے تو میں تجھے آزاد کر دوں، اور اگر تو پسند کرے تو میری صحبت میں رہ کر اور دکھ و تکلیف برداشت کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور میری پردہ پوشی کر۔ بیوی نے کہا: ٹھیک ہے۔ میں آپ کی صحبت کو غنیمت سمجھوں گی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے شادکام ہوں گی۔ وہ ایک سال تک آپ کے ساتھ رہی، سال گزرنے کے بعد نے حضرت خضر علیہ السلام کی بیوی کو بلایا اور کہا کہ تم دونوں جوان ہو لیکن کیا وجہ ہے کہ تیری گود ابھی تک خالی ہے۔ اس عورت نے کہا: اولاد تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ چاہے تو عطا کرے، چاہے تو محروم ٹھہرائے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے والد نے آپ کی شادی ایک دوسری شوہر دیدہ عورت سے کر دی جو اس سے قبل ایک بچے کو جنم دے چکی تھی۔ شب زفاف حضرت خضر علیہ السلام نے اس بیوی سے

بھی وہی باتیں کیں جو پہلی بیوی سے کی تھیں۔ اس نے بھی یہی کہا کہ میں آپ کی صحبت میں رہنا پسند کروں گی، جب ایک سال گزر گیا تو نے اس سے بھی بچہ نہ ہونے کی وجہ پوچھی، عورت نے راز فاش کر دیا اور بادشاہ کو بتا دیا کہ تیرا بیٹا عورتوں میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ بادشاہ نے حضرت خضر علیہ السلام کو بلا بھیجا لیکن وہ بھاگ نکلے، بادشاہ نے تلاش میں آدمی بھیجے لیکن وہ بے سود واپس آ گئے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے دوسری بیوی کو قتل کر دیا تھا کیونکہ اس نے راز ظاہر کر دیا تھا اور اسی قتل کی وجہ سے وہ بھاگ گئے تھے۔ آپ نے اس واقعہ کے بعد پہلی عورت کو بھی طلاق دیدی۔ اس عورت نے شہر کے نواح میں ڈیرہ لگا لیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگی۔

ایک دن کسی نیک شخص کا وہاں سے گزر ہوا، اور اس نے بسم اللہ کہا جسے اس عابدہ نے سن لیا۔ پوچھا تو نے یہ کلمات کس سے سیکھے ہیں؟ اس نے بتایا کہ میں حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے ہوں۔ عابدہ نے اس شخص کے ساتھ شادی کر لی اور ان سے اولاد ہوئی، پھر اس عورت کو فرعون کے گھر میں ملازمت مل گئی۔ وہ فرعون کی بیٹی کی مشاطگی (یعنی کنگھی کرنے) پر مامور تھی۔ ایک دن فرعون کی بیٹی کے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی کہ کنگھی ہاتھ سے گر پڑی۔ اس نے بسم اللہ کہہ کر کنگھی اٹھائی تو فرعون کی بیٹی نے پوچھا کیا میرا باپ اللہ ہے۔ تو نے کیا انہی کا نام لیا ہے۔ اس عابدہ نے بتایا کہ نہیں اللہ اس بزرگ و برتر کا نام ہے جو تیرا میرا اور تیرے والد فرعون کا پالنہار ہے۔ لڑکی نے یہ بات فرعون کو بتا دی۔ اس نے حکم دیا کہ تانبے کی آگ بھڑکائی جائے اور اس عورت کو جلا دیا جائے۔ تانبے کی آگ جلائی گئی اور فرعون کے حکم سے اسے ڈالنے کی تیاری کر لی گئی، جب عورت نے پگھلے ہوئے تانبے کو دیکھا تو لرز گئی۔ اس عورت کا چھوٹا بچہ یہ سب منظر دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا: امی جان! صبر سے کام لیجئے۔ آپ حق پر ہیں، بچے کی بات سن کر عورت نے خود اس پگھلے ہوئے تانبے میں چھلانگ لگا دی اور

واصل بحق ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم و کرم فرمائے۔

حضرت خضر علیہ السلام بارگاہ نبوت ﷺ میں:

ابن عساکر، ابوداؤد الاعمی نفیع سے روایت کرتے ہیں۔ وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف کے حوالے سے روایت کرتے ہیں۔ وہ اپنے باپ سے اور اس کا باپ اس کے دادا سے روایت کرتا ہے کہ ایک رات حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے، حضور نبی کریم ﷺ نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا: ''اے اللہ! میری مدد کر، اس چیز پر جو مجھے نجات دے خوفزدہ کر دینے والی چیز سے۔ اور میرے دل میں بھی اسی چیز کا شوق بیدار کر دے، جس چیز کا شوق صالحین کے دل میں ہے۔'' حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بھیجا، آپ گئے اور سلام کہا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: بارگاہ رسالت میں جا کر عرض کرو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیاء پر وہ فضیلت دی ہے جو رمضان المبارک کے مہینے کو باقی تمام مہینوں پر ہے، اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر وہ فضیلت حاصل ہے جو جمعۃ المبارک کو باقی دنوں پر ہے۔''

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جھوٹی ہے سند اور متن دونوں اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام بارگاہ نبوی ﷺ میں خود حاضر نہ ہوئے ہوں اور آپ سے فیض حاصل نہ کیا ہو۔

حافظ ابوالحسن بن منادی اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ علماء حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حدیث منکر الاسناد اور سقیم المتن ہے، جس سے واضح پتہ چل جاتا ہے کہ یہ من گھڑت ہے۔

رہی وہ حدیث جسے امام ابوبکر بیہقی نے یہ کہتے ہوئے روایت کیا ہے کہ ہمیں ابوعبداللہ نے خبر دی ہے، ہمیں ابوبکر بن بالویہ نے خبر دی ہے۔ محمد بن بشر بن مطر، کامل بن طلحہ، عباد بن عبدالصمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب

حضور نبی کریم ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو صحابہ کرام نے چاروں طرف سے آپ کو گھیر لیا۔ اور زار و قطار روئے۔ سب آپ ﷺ کے کاشانہ اقدس پر اکٹھے تھے تو اسی اثناء میں ایک بزرگ تشریف لائے۔ جن کی داڑھی مبارک بالکل سفید تھی۔ رنگ گورا چٹا تھا اور جسم مائل بہ فربہی تھا۔ وہ صحابہ کرام سے گلے لگ کر روئے پھر حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ سے گفتگو فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر ایک مصیبت پر آہ و بکا کی جاتی ہے اور ہر جانے والی نعمت کا عوض ملتا ہے۔ ہر جانے والے کا ایک نائب ہوتا ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو اور اسی کی طرف توجہ کرو۔ اس نے تمہیں مصیبت میں دیکھ لیا ہے دیکھو مصیبت زدہ ہوتا ہے جس کا نقصان پورا نہ کیا جائے۔'' یہ کہہ کر وہ شخص واپس چلا گیا۔ لوگوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ یہ شخص کون تھا؟ حضرت ابوبکر اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ حضور نبی کریم ﷺ کے بھائی حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

علامہ ابوبکر ابنِ ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے کامل بن طلحہ سے اس حدیث کو اسی طرح بیان کیا ہے اس کا متن امام بیہقی کے متن سے قدرے مختلف ہے۔ پھر امام بیہقی فرماتے ہیں کہ عباد بن عبدالصمد ضعیف ہے، اگر وہ ایک ہی روایت کرنے والا ہو تو حدیث منکر ہوتی ہے۔

وصال رسول ﷺ پر حضرت خضر علیہ السلام:

ابن عدی کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مُسند میں فرماتے ہیں کہ ہمیں قاسم بن عبداللہ بن عمر نے خبر دی، انہوں نے جعفر بن محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے دادا سے، انہوں نے علی بن الحسین سے روایت کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا اور رونے والے آئے تو انہوں نے ایک آواز سنی، کوئی کہہ رہا تھا: ''اللہ کے ہاں ہر مصیبت کو آہ و فغاں کی جاتی ہے۔ ہر جانے والے کا کوئی جانشین ہوتا ہے۔ ہر چیز کے بدلے کچھ نہ کچھ حاصل ہوتا ہے۔ پس اللہ پر بھروسہ رکھو اور اسی کی طرف دھیان لگائے رکھو۔ مصیبت زدہ تو وہ ہے جو سیدھی راہ سے محروم رہا۔'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جانتے ہو یہ کون ہے؟ پھر خود ہی

بتایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔

یہ حدیث ایک اور ضعیف سند سے بھی روایت کی گئی ہے۔ سند یہ ہے کہ عن جعفر بن محمد، عن ابیہ، عن جدہ عن ابیہ عن علی، لیکن یہ سند صحیح نہیں ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام ہر سال حج کرتے ہیں:

حافظ ابوالقاسم ابن عساکر، ابوالقاسم بن الحصین، ابن جریج، عطاء اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے: حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہم السلام ہر سال حج کے دنوں میں ملا کرتے ہیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے کا حلق کرتے ہیں اور جب ایک دوسرے سے رخصت ہوتے ہیں تو یہ کلمات ادا فرماتے ہیں:

بسم اللہ ما شاء اللہ لا یسوق الخیر الا اللہ، ما شاء اللہ لا یصرف السوء الا اللہ ماشاء اللہ ما کان من نعمة فمن اللہ۔ ماشاء اللہ لا حول ولا قوة الا باللہ○

راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے جو شخص صبح و شام تین تین مرتبہ ان کلمات کو ورد کرے گا، اللہ تعالیٰ غرقابی، جلنے اور چوری سے اس کی حفاظت فرمائے گا۔ راوی کو گمان ہے کہ شاید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا: اللہ تعالیٰ اسے شیطان بادشاہ، سانپ اور بچھو سے محفوظ رکھے گا۔

میدان عرفات میں ملائکہ کے ہمراہ:

عبداللہ بن الحسن باپ سے، وہ اپنے دادا سے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: نویں ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں حضرت جبرئیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت خضر علیہم السلام اکٹھے ہوتے ہیں اور اس کے بعد راوی نے ایک لمبی حدیث نقل کی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام ماہ رمضان کے روزے رکھتے ہیں:

ابن عساکر، ہشام بن خالد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہ السلام رمضان المبارک کے روزے بیت المقدس میں رکھتے

ہیں۔ ہر سال حج کرتے ہیں اور زمزم سے صرف ایک دفعہ پانی پیتے ہیں جو پورا سال ان کیلئے کافی رہتا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام اور دجال لعین:

امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمیں معمر نے بتایا، انہوں نے زہری سے روایت کیا۔ مجھے عبید اللہ بن عبداللہ بن عقبہ نے خبر دی کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے حضور نبی کریم ﷺ سے دجال سے متعلق طویل گفتگو فرمائی۔ اس گفتگو میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: دجال آئے گا، لیکن مدینہ طیبہ کی حدود میں اس کا داخلہ حرام ہے۔ ایک دن ایک شخص تمام لوگوں سے بہتر ہوگا مدینہ طیبہ سے نکل کر اس کے پاس جائے گا۔ (راوی کو شک ہے کہ خیر الناس کے الفاظ فرمائے یا من خیرہ کے الفاظ) اور اس سے کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی وہ دجال ہے جس کے متعلق حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے۔ دجال کہے گا: (اپنے ساتھیوں سے) کیا خیال ہے اگر میں اسے قتل کر دوں اور پھر اسے زندہ کر دوں تو تم میرے معاملے میں شک کرو گے؟ لوگ کہیں گے کہ نہیں۔ دجال اس شخص کو قتل کر دے گا پھر اسے زندہ کر دے گا۔ جب وہ شخص دوبارہ زندہ ہوگا تو کہے گا: خدا کی قسم! میں پہلے تیرے بارے اتنی بصیرت نہیں رکھتا تھا، لیکن پھر قتل نہیں کر سکے گا۔

معمر فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ دجال کے گلے میں چاندی کی ایک کتاب لٹک رہی ہوگی اور مجھ تک یہ بات بھی پہنچی ہے کہ وہ شخص جسے دجال قتل کرے گا اور پھر زندہ کرے گا وہ حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے۔ (یہ حدیث زہری کے حوالے سے بخاری، مسلم سے لی گئی ہے)۔

ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن سفیان الفقیہ جو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ شخص (جسے دجال قتل کرے گا اور دوبارہ زندہ کرے گا) حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے لیکن معمر وغیرہ کا کہنا بلغنی حجت نہیں ہے۔

اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں کہ ایک بھرپور جوان آئے گا تو دجال اسے قتل کر دے گا اور اس شخص کا یہ کہنا کہ اس کے بارے حضور نبی کریم ﷺ نے ہم کو بتایا ہے۔ یہ الفاظ اس بات کے مقتضی نہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے بالمشافہ حضور نبی کریم ﷺ سے یہ الفاظ سنے ہوں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اسے یہ الفاظ تواتر کے ساتھ پہنچے ہوں۔

علامہ ابوالفرج ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت خضر علیہ السلام کے حالات پر کتاب "**عجالته المنتظر فی شرح حالته الخضر**" لکھی ہے اس سلسلہ میں وارد ہونے والی احادیث کی خوب چھان بین کی ہے۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ راویوں کے احوال اوران کے مجہول الحال ہونے پر خوب بحث کرتے ہیں۔ انہوں نے ان احادیث و آثار کا خوب تنقیدی جائزہ لیا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کے وصال کے بارے میں علماء کے اقوال:

وہ حضرات جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کا انتقال ہو چکا ہے، تو ان میں امام بخاری، ابراہیم حربی، ابوالحسن بن منادی اور علامہ ابوالفرج ابن جوزی کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔ علامہ ابن جوزی اس سلسلہ میں کامیاب رہے ہیں اور انہوں نے ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے جس کا نام "**عجالة المنتظر فی شرح حالة الخضر**" ہے۔ انہوں نے بہت ساری چیزوں سے دلیل حاصل کی ہے۔

دلیل:۱

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۝ ﴿سورۃ الانبیاء﴾

ترجمہ: اور نہیں مقدر کیا ہم نے کسی انسان کیلئے جو آپ سے پہلے گزرا (اس دنیا میں) ہمیشہ رہنا۔

اگر حضرت خضر علیہ السلام بشر ہیں تو پھر تو لامحالہ اس آیت کے عموم میں داخل ہیں۔ ان کی تخصیص کسی صحیح دلیل کے بغیر جائز نہیں۔ اصل عدم ہے یہاں تک کہ ثابت ہو جائے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تخصیص کی دلیل مذکور نہیں ہے جسے قبول کرنا واجب ہو۔

دلیل: ۲

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿سورۃ آل عمران﴾

ترجمہ: اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو، ان (کتابوں) کی جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی (اسکے بعد) فرمایا: کیا تم نے اقرار کرلیا اور اٹھالیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ؟ سب نے عرض کیا: ہم نے اقرار کیا (اللہ نے) فرمایا تو گواہ رہنا اور میں (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس سے یہ وعدہ لیا گیا کہ اگر بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت وہ زندہ ہوا تو ضرور اس پر ایمان بھی لائے گا اور ان کی مدد بھی کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو یہ بھی حکم فرمایا کہ اپنی امت سے بھی یہ عہد لینا کہ اگر ان کی زندگی میں نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو وہ ان کے دین کو قبول کریں اور ان کی مدد بھی کریں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسے ذکر فرمایا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نبی ہوں یا ولی وہ اس عہد میں داخل ہیں، اگر وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں حاضر ہوتے تو وہ ہر حالت میں بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے اور یہ چیز ان کے حالات میں بکثرت ملتی۔ وہ قرآن پاک پر ایمان لاتے اور غزوات میں آپ کے شانہ بشانہ شریک ہوتے اگر حضرت خضر علیہ السلام ولی ہیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان

سے افضل ہوئے اور اگر وہ نبی ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے افضل ہیں (تو جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غلامی رسول کے بغیر چارہ نہیں تو حضرت خضر علیہ السلام دست بستہ حاضر نہ ہوتے۔

دلیل: ۳

امام احمد اپنی مسند میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔''

مذکورہ آیت طیبہ بھی اس پر دال ہے، فرض کریں اگر تمام انبیاء علیہم السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں زندہ ہوتے تو تمام آپ کی اتباع کرتے اور آپ کی شریعت کے اوامر اور نواہی کے مطابق زندگی گزارتے۔ جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات انبیاء سے ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام پر فوقیت عطا کی گئی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں انبیاء علیہم السلام واپس بیت المقدس تشریف لائے اور نماز کا وقت ہوا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگاہ کیا کہ ان کی اقامت گاہ میں ان ہستیوں کی امامت فرمائیں۔ یہ واقعہ اس بات پر دال ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امام اعظم، رسول کل، نبی خاتم، سراپا شان جلالت اور سب سے مقدم ہیں۔ ''صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علیہم اجمعین''

جب یہ بات طے ہوگئی اور اس سے کسی مسلمان کو اختلاف نہیں تو یہ بات بھی اظہر من الشمس ہوگئی کہ اگر حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہوتے اور ہر حالت میں انہیں شریعت مصطفوی کی پابندی کرنا ہوتی اور اسکے بغیر انہیں بھی چارہ نہ ہوتا۔

دلیل: ۴

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں جب نازل ہوں گے تو شریعت

محمدی کے مطابق حکم کیا کریں گے۔ نہ اس کے خلاف چلیں گے اور نہ اس کا انکار کریں گے۔ آپ ان پانچ جلیل القدر رسولوں میں سے ہیں جن کو اولی العزم کہا جاتا ہے۔ آپ بھی بنی اسرائیل کے خاتم النبیین ہیں۔ کسی صحیح سند یا حسن سند سے جس سے دل مطمئن ہو جائے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے ہیں۔ اور نہ یہ ثابت ہے کہ انہوں نے فلاں جنگ میں آپ کے ساتھ مل کر کفار سے جنگ کی ہے۔ یوم بدر جس میں پیغمبر صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ ''اے رب کریم! ہمیں کافروں پر فتح عطا کر اور ہماری مدد فرما اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر یہ مٹھی بھر لوگ آج شہید ہو گئے تو اس کے بعد زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔'' یہ جماعت اس دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے جمع تھی اور فرشتوں کی جماعت حتی کہ حضرت جبریل علیہ السلام بھی آپ کے ہم رکاب تھے جیسا حضرت کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے ایک قصیدے میں فرماتے ہیں اور یہ شعر ان کا شاہکار شعر ہے اور عربی شاعری میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

وببئر بدر اذ یرد و جوھھم جبریل تحت لوائنا و محمد

ترجمہ: اور بدر کے کنوئیں کے پاس جبکہ ہمارے جھنڈے کے نیچے حضرت جبریل علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے منہ پھیر رہے تھے۔

اگر حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ اس عظیم ترین غزوے میں اس اشرف ترین جھنڈے کے نیچے اس اہم ترین مقام پر ضرور شریک ہوتے۔

دلیل: ۵

قاضی ابو یعلی محمد بن الحسین بن العزاء حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمارے ایک دوست سے حضرت خضر علیہ السلام کے بارے سوال ہوا کہ کیا آپ کا وصال ہو گیا ہے؟ تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا اور فرمایا: مجھے ابی طاہر بن غباری سے یہ بات پہنچی ہے اور آپ اس کی یہ دلیل دیا کرتے تھے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں

ضرور حاضر ہوتے۔ (اسے علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المجالسہ'' میں نقل فرمایا ہے۔)

اگر کوئی یہ کہے کہ وہ ان تمام جگہوں پر حاضر رہے ہیں لیکن انہیں لوگ دیکھ نہیں سکے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصل عدم ہے یعنی آپ ان جگہوں میں حاضر نہیں ہوئے۔ یہ احتمال دور از قیاس ہے۔ اس سے محض توہمات کے ذریعے عمومیات کی تخصیص لازم آتی ہے، پھر اس پوشیدگی کی وجہ؟ ان کا ظہور زیادہ اجر و ثواب کا باعث بنتا۔ ان کا اعلیٰ مرتبہ ظاہر ہوتا اور آپ کے معجزہ کا ظہور ہوتا، اور اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زندہ رہتے تو ان کیلئے ضروری تھا کہ امت کو قرآن پاک اور احادیث نبویہ کی تعلیم دیتے۔ جھوٹی حدیثوں مقلوب روایتوں اور بدعت و ہوا دھوئیں پر مبنی نظریات کی کلی کھول دیتے اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر غزوات میں شریک ہوتے اور دشمن سے قتال کرتے، اگر وہ زندہ ہوتے تو بہر حال مسلمانوں کو نفع دیتے، انہیں نقصان سے بچانے کی کوشش کرتے، علماء و حکماء کی رہنمائی کرتے، ادلہ و احکام کو بیان کرتے اور یہ چیزیں دشت نوردی اور امصار و اقطار عالم میں پھرنے سے کہیں بہتر ہوتیں۔

یہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے، ذرا سا غور و فکر کے بعد کسی کو انکار کی جرأت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

اس نظریے کی تائید بخاری، مسلم وغیرہ کتب حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشاء کی نماز ادا فرمائی تو فرمایا: کیا تمہیں خبر ہے یہ کونسی رات ہے؟ آج سے ایک صدی بعد زمین پر موجود لوگوں سے ایک بھی زندہ نہیں ہوگا۔ ایک روایت میں (عین تطرف) کے الفاظ ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ ڈر گئے کہ شاید اس سے مراد زمانے کا انقطاع (قیامت) ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے آخری ایام میں ایک رات عشاء کی نماز ادا فرمائی تو سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''کیا تم اس رات کو دیکھ رہے ہو؟ ایک سو سال بعد اس زمین پر جتنے لوگ باقی ہیں، ان میں سے ایک بھی زندہ نہیں رہے گا۔''
(بخاری اور مسلم حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اسے نقل کرتے ہیں۔)

امام احمد، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال مبارک سے تھوڑے دن پہلے یا ایک مہینہ پہلے (راوی کو شک ہے) ارشاد فرمایا: ''کوئی سانس لینے والی جان ایسی نہیں یا فرمایا: تم میں سے آج کوئی سانس لینے والی جان ایسی نہیں جس پر سو سال پورے گزر جائیں اور وہ زندہ رہے۔''

امام احمد، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے ایک ماہ قبل فرمایا: ''تم مجھ سے قیامت کے بارے پوچھتے ہو، قیامت کا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، میں اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں کہ آج جتنے لوگ زمین پر سانس لے رہے ہیں، یہ ایک سو سال پورے نہیں کر سکیں گے۔ (اسی طرح اسے مسلم نے ابی نضرہ اور ابی زبیر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ یہ دونوں حضرات، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔)

امام ترمذی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زمین پر کوئی متنفس ایسا نہیں جو سو سال بعد زندہ رہے۔'' (یہ حدیث مسلم کی شرط کے مطابق ہے)۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ صحیح حدیثیں حیات خضر کے نظریے کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتی ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر حضرت خضر علیہ السلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہ پایا ہو جیسا کہ قطعیت سے ثابت ہے تو پھر تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تو پھر بھی یہ بات ثابت شدہ ہے کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ حدیث کے عموم میں داخل ہیں، اور اصل مخصص کا عدم ہے

جب تک کہ ایسی دلیل تخصیص نہیں جاتی، جس کا قبول کرنا واجب ہو۔ واللہ اعلم

فائدہ: یہ تمام دلائل علامہ ابن کثیر نے علامہ ابن جوزی کی کتاب ''عجالۃ المنتظر'' سے نقل کیے ہیں یہ ان کی اپنی رائے ہیں وگرنہ کثیر علماء کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں جیسا کہ آئندہ صفحات میں بزرگان دین اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کے واقعات ایمان کی تازگی کے لئے درج ذیل کیے جا رہے ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام کے زندہ ہونے کے بارے میں علماء کے اقوال:

حافظ ابوالقاسم سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''التعریف والا علام'' میں امام بخاری اور ان کے شیخ ابوبکر عربی سے یہ بات روایت کی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور اس کے بعد فوت ہو گئے۔ وہ مذکورہ حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ یہ نظریہ امام بخاری اور ان کے شیخ کا ہے محل نظر ہے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے زندہ ہونے کے نظریے کو ترجیح دی ہے اور کئی دوسرے علمائے کرام کے اقوال سے یہ بات ثابت کی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں۔

فرماتے ہیں کہ یہ بات صحیح سندوں سے ثابت ہے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور آپ کی وفات پر ان کے اہل بیت سے تعزیت بھی کی۔

اولیاء اُمتِ محمدیہ سے حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات

ابوحیان نے تفسیر بحر محیط میں متعدد بزرگوں کے واقعات حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے نقل کیے ہیں۔ ابو طالب مکی، حکیم ترمذی اور ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہم نے بھی متعدد ایسے واقعات کا ذکر کیا ہے۔ میں نے اس کتاب میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگانِ دین کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ جن میں متقدمین و متاخرین، معاصری سب شامل ہیں اور ہر واقعہ کے ساتھ اس کے ماخذ کا نام لکھ دیا ہے۔ ان ملاقاتوں کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری و ساری ہے اور اس نظام کا مکمل کنٹرول حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں ہے۔ ہر واقعہ اپنی ایک الگ نوعیت کیفیت اور حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور سے ملاقات:

عبداللہ بن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ کسی کی نماز جنازہ پڑھا رہے تھے کہ کسی نے آواز دی۔ اے اللہ کے بندے! اللہ تم پر رحمت کرے، ہمیں آ لینے دیجیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انتظار کیا حتی کہ وہ صف میں آ کھڑا ہوا۔ اس شخص نے ان الفاظ میں میت کیلئے دعا کی: اگر تو اسے عذاب دے تو (حق ہے) اس نے تیری نافرمانی بہت کی، اور اگر تو اسے معاف فرما دے تو (بھی حق ہے) کہ اسے تیرے رحمت کی احتیاج ہے۔ جب وہ میت دفن ہو چکی تو اس شخص نے پھر گفتگو کی اور کہا: اے قبر والے! تیرے لیے خوشخبری ہو، اگر تو سردار، خراج جمع کرنے والا، خازن، منشی یا نگہبان نہیں تھا (تو تیرے لیے بہتری ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس شخص کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ، میں اس سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کون ہے اور حکمت بھری

گفتگو اور نماز کا یہ ذوق و شوق اس نے کہاں سے پایا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ اچانک وہ شخص نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ لوگوں نے جب ادھر ادھر دیکھا تو جہاں جہاں سے وہ گزرتا گیا گھاس سرسبز اور ہوتی گئی، یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جن کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ملاقات:

حافظ ابن عساکر، حضرت سفیان ثوری سے، وہ عبداللہ بن المحرز سے، وہ یزید بن الاصم سے وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ایک رات کعبۃ اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا کہ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بیت اللہ کے غلاف کو تھامے دعا کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے:

''اے وہ ذات جس کیلئے ایک آواز دوسری آواز کی سماعت سے مانع نہیں ہے، اے وہ کہ جس سے (لاکھوں) مسائل پوشیدہ نہیں ہیں۔ اے وہ کہ حاجیوں کی آوازیں اور دعا کرنے والوں کی دعائیں تیرے سامنے ظاہر ہیں مجھے اپنے عفو و درگزر کی ٹھنڈک عطا فرمائے اور مجھے اپنی رحمت کی مٹھاس سے نواز دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یہی دعا پھر ایک دفعہ فرمایئے۔ انہوں نے فرمایا: کیا تم نے دعا سن لی ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ فرمانے لگے: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دعا کرنے والے حضرت خضر علیہ السلام تھے، جو شخص بھی یہ دعا فرض نماز کے بعد پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، چاہے وہ سمندر کی جھاگ اور ستاروں کی تعداد کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ (واللہ اعلم)

حضرت ابو اسماعیل ترمذی اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔ محمد بن یحییٰ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت اللہ شریف کا طواف فرما رہے تھے کہ اسی اثنا میں ایک شخص کعبۃ اللہ کا غلاف تھام کر کہہ رہا تھا: اے وہ ذات جسے ایک سماعت دوسری

ساعت سے مشغول نہیں کرتی۔ اے وہ ذات جسے مانگنے والے اکتا نہیں سکتے اور آہ وزاری کرنے والوں کی آوازیں اس کے سامنے بالکل ظاہر ہوتی ہیں، مجھے اپنے عفو و درگزر کی ٹھنڈی اور اپنی رحمت کی حلاوت عطا فرما۔

راوی فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے بندے! اپنی اس دعا کا اعادہ فرمایئے۔ انہوں نے فرمایا: تم نے یہ دعا سن لی ہے۔ آپ نے عرض کیا: ہاں۔ انہوں نے فرمایا: ہر نماز کے بعد یہ دعا کیا کریں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں خضر کی جان ہے اگر آپ نامہ اعمال میں ستاروں بارش کے قطروں زمین کی کنکریوں اور مٹی کے ذروں کے برابر بھی گناہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ پلک جھپکنے سے پہلے انہیں معاف فرما دے گا۔ (واللہ اعلم)

ولید بن عبدالملک سے ملاقات:

ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ ولید بن عبدالملک بن مروان جو کہ دمشق کی جامع مسجد کا بانی ہے۔ اس نے ارادہ کیا کہ کسی رات اس مسجد میں جا کر عبادت کرے۔ اس نے حکم دیدیا کہ اس رات مسجد خالی رہے۔ مسجد کو خالی کر دیا گیا، جب وہ باب ساعات سے داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص باب خضراء اور اس کے درمیان نماز پڑھ رہا ہے۔ اس نے لوگوں سے کہا: کیا میں نے حکم نہیں دیا تھا کہ مسجد لوگوں سے خالی رہے۔ انہوں نے کہا: امیر المومنین! یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں جو ہر رات یہاں نماز پڑھنے تشریف لاتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

ابن عساکر، رباح بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور ان کے ہاتھوں کا سہارا لیے ہوئے تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص ڈرا ہوا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب وہ نماز پڑھ کر واپس لوٹا تو میں نے پوچھا کہ وہ شخص کون تھا جو

تھوڑی دیر پہلے آپ کا سہارا لے کر چل رہا تھا؟ انہوں نے فرمایا: اے رباح! کیا تو نے اس شخص کو دیکھا لیا؟ میں نے کہا ہاں۔ انہوں نے فرمایا: میں تجھے ایک نیک شخص گمان کرتا ہوں۔ وہ میرے بھائی حضرت خضر علیہ السلام تھے، اور انہوں نے مجھے یہ خوشخبری دی ہے کہ عنقریب میں حکمران بن جاؤں گا اور عدل کروں گا۔

شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

غوث اعظم شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ دوران ریاضات و مجاہدات پندرہ سال تک بغداد کے ایک برج عجمی میں بیٹھے رہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ جب تک تو خود نہ کھلائے گا کچھ نہیں کھاؤں گا۔ ایک دفعہ چالیس دن گزر گئے آپ نے کچھ نہ کھایا۔ چالیس دن کے بعد ایک آدمی آیا اور کچھ کھانا آپ کے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے سنا کہ باطن سے کوئی بھوک بھوک کی فریاد کر رہا ہے۔ ناگاہ شیخ ابوسعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ کا مجھ پر گزر ہوا اور آپ نے یہ آواز سن لی۔ آپ نے پوچھا کہ عبدالقادر یہ کیسی آواز ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ میرے نفس کا اضطراب ہے لیکن میری روح مشاہدہ حق میں برقرار ہے۔ آپ نے فرمایا میرے گھر آ جاؤ۔ یہ کہہ کر آپ چلے گئے۔ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا ہرگز باہر نہیں جاؤں گا۔ اتنے میں حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اُٹھو اور حضرت ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاؤ۔ میں چلا گیا۔ شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر کے دروازے میں کھڑے میرا انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا جو کچھ میں نے کہا کیا وہ کافی نہ تھا کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کو آ کر آپ کو کہنے کی ضرورت پڑی اور پھر تم آئے۔

حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح انسانوں کے مشائخ ہوتے ہیں ملائکہ اور جنات کے بھی مشائخ ہوتے ہیں لیکن میں سب کا شیخ ہوں۔ شیخ ابومحمد بن عبداللہ بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے مجھے بتایا

کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ احباب کے فرد اور اپنے زمانے کے اولیاء کے قطب ہیں۔

﴿بہجۃ الاسرار﴾

سیدنا غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں سفر میں تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا۔ میں نے اس سے قبل اس شخص کو کبھی نہیں دیکھا تھا نہ جانتا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ کیا تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا ہاں! اس شخص نے کہا کہ ایک شرط ہے کہ میری مخالفت نہ کرنا۔ میں نے کہا منظور ہے! اس شخص نے مجھ سے کہا یہاں بیٹھ جاؤ اور میرا انتظار کرو۔ ایک سال گزر گیا لیکن وہ شخص نہ آیا اور میں وہیں بیٹھا رہا۔ ایک سال کے بعد وہ آیا اور کچھ دیر میرے پاس بیٹھا اور پھر اُٹھا اور کہا کہ تم یہاں سے جب تک میں نہ آؤں نہ جانا۔ اس مرتبہ پھر ایک سال گزر گیا۔ ایک سال کے بعد وہ پھر آیا۔ اس بار اس کے ساتھ دودھ اور روٹی تھی۔ تب اس شخص نے کہا کہ میں خضر علیہ السلام ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے ساتھ کھانا کھاؤں۔ ہم دونوں نے مل کر وہ کھانا کھایا۔ پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ اٹھو بغداد چلیں۔ پھر ہم دونوں مل کر بغداد آ گئے۔ (نفحات الانس)

مناقب غوثیہ میں ہے کہ ایک روز سیدنا غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کا ادھر سے گزر ہوا۔ آپ نے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے فرمایا کہ اے اسرائیلی آ اور محمدی کے ساتھ مقابلہ کر۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ مقام جلالی ہے اس لئے پیٹھ پھیر کر چل دیئے۔ اللہ تعالیٰ کا حضرت سیدنا خضر علیہ السلام حکم ہوا کہ ان اولیائے محمدی کے پاس جا۔ وہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام جن کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام چل کر آئے تھے وہی حضرت خضر علیہ السلام اب اولیاء امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے جاتے ہیں کیونکہ یہ ایک ایسا لنگر ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے کسی پر کھلا ہی نہ تھا۔ یہ ولایت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سمندر ہے جس میں اولیاء اللہ غوطہ زن ہیں۔ ﴿قلائد الجواہر﴾

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

علامہ طبرانی سے منقول ہے کہ ایک آدمی حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ اس وقت ان کے پاس بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔ آنے والے نے پوچھا آپ میں احمد بن حنبل کون ہیں؟ امام صاحب نے فرمایا میں ہوں۔ بتایئے کیا کام ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میں چار سو فرسخ (نو سو کوس) بری و بحری سفر کر کے آیا ہوں۔ میرے پاس ایک شخص آیا تھا اور مجھ سے پوچھا تھا کہ تم احمد بن حنبل کو جانتے ہو؟ میں نے اسے جواب دیا کہ میں انہیں نہیں جانتا۔ اس نے مجھے کہا بغداد جا کر ان کا پتہ کرو۔ جب وہ ملیں تو انہیں کہنا کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام آپ کو سلام پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آسمان کا خالق عرش کا مالک جل جلالہٗ آپ سے راضی ہے اور سب ملائکہ بھی راضی ہیں اس صبر و برداشت کی وجہ سے جو آپ نے (خلق قرآن کے مسئلہ) کیا ہے۔

(جامع کرامات اولیاء، جلد دوم)

حضرت احمد بن علوی با مجدب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

روایت ہے کہ حضرت احمد، حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے ساتھ اکثر مجلس کرتے تھے۔ آپ کے ایک مرید عوض با مختار نے آپ سے درخواست کی اس کی حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے ملاقات کرا دی جائے۔ آپ نے فرمایا تم ان سے مل تو لو گے لیکن تمہیں ان پر پوری گرفت حاصل نہ ہوگی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ معجاز کے پہاڑوں میں اس کی حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ آپ بدوی وضع قطع میں تھے یہ انہیں پہچان نہ سکا۔ جب وہ ان سے دور نکل گئے تو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے زور سے بلایا اے عوض با مختار! تیرا کام ہو جائے گا۔ ہمارا سلام اپنے مرشد شیخ احمد کو پیش کرنا۔ یہ سن کر عوض نے کہا ذرا ٹھہریئے میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا آپ کے مرشد نے نہیں کہا تھا کہ تمہیں اس پر گرفت نہ ہوگی۔ پھر وہ غائب ہو گیا۔

(جامع کتاب کرامات اولیاء، جلد دوم)

حضرت احمد بن عمر انصاری ابوالعباس مرسی مالکی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

آپ زمانے کے قطب اور ولایت میں مخلوق کے مشار الیہ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں میں نے اپنے اس ہاتھ سے ان سے مصافحہ کیا ہے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ جو شخص روزانہ صبح یہ کلمات پڑھتا ہے۔ وہ ابدال میں شمار ہوتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

اَللّٰهُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

ترجمہ: اے اللہ! اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بخش دے۔ اے اللہ! امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح فرما۔ اے اللہ! امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ معاف فرما اور درگزر فرما۔ اے اللہ! ہمیں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل فرما۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ایک دفعہ میرے پاس آئے۔ خود اپنا تعارف کرایا۔ میں نے مومنوں کی روحوں کا علم غیب کے طور پر ان سے سیکھا کہ کیا وہ روحیں انعام میں ہیں یا عذاب میں؟ اب اگر ایک ہزار فقیہ آ کر مجھ سے الجھیں اور حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے وصال کی بات کریں تو میں اپنے مشاہدہ کے خلاف بات نہیں مانوں گا۔ (جامع کرامات اولیاء، جلد دوم)

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

امام یافعی یہ واقعہ حضرت سفیان بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی روایت کرتے ہیں کہ میں (حضرت سفیان) حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو مکہ مکرمہ کے سوق اللیل میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت کے پاس ملا۔ وہ رو رہے تھے۔ میں انہیں راستے کے ایک کنارے پر لے گیا۔ سلام عرض کرنے کے بعد میں نے ان سے گریہ وزاری کی وجہ پوچھی۔ فرمانے لگے۔ کوئی بات نہیں خیر و عافیت ہے میں نے دوسری اور تیسری

مرتبہ اصرار کر کے پوچھا۔ فرمانے لگے اے سفیان! اگر میں آپ کو واقعہ بتا دوں تو کیا آپ اسے مشہور کر دیں گے یا چھپا رکھیں گے۔ میں نے عرض کیا میرے بھائی جو چاہیں ارشاد فرمائیں۔ یہ سن کر یوں گویا ہوئے کہ گذشتہ تین سال سے میرا نفس گوشت اور سرکہ سے بنا ہوا شوربہ مانگ رہا تھا اور میں پوری کوشش سے اسے روک رہا تھا۔ گذشتہ شام مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوبصورت نوجوان ہے۔ اس کے ہاتھ میں سبز پیالہ ہے اس پیالہ سے بخارات اُٹھ رہے ہیں اور سکباج (جو چیز گوشت، گندم، کشمش اور مصری سے تیاری کی جاتی ہے) کی مہک آ رہی ہے میں نے پوری قوت سے اس سے بچنے کا پروگرام بنایا مگر وہ میرے قریب آ گیا اور کہنے لگا اے ابراہیم! کھا لیجئے۔ میں نے جواب دیا جس چیز کو میں نے رضائے الٰہی کے لئے چھوڑ رکھا ہے اسے نہیں کھاؤں گا۔ اس نے جواب دیا خواہ وہ چیز خود اللہ تعالیٰ آپ کو کھلانا چاہے؟ اب سوائے رونے کے میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ اس نے پھر کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے تناول فرمائیں۔ میں نے اسے جواب دیا ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم صرف وہی چیز اپنے برتن (پیٹ) میں ڈالیں جس کا ہمیں علم ہو کہ حلال ہے یا حرام ہے۔ اس شخص نے کہا اللہ کریم آپ کو عافیت عطا فرمائے تناول فرما لیجئے۔ مجھے یہ رضوان (جنت کا فرشتہ) نے دیا ہے اور کہا ہے اے خضر علیہ السلام! یہ کھانا لے جائیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کھلائیں کیونکہ انہوں نے ایک طویل عرصہ سے صبر کیا ہے اور نفس کو خواہشات سے روکے رکھا ہے"۔ پھر فرمایا اللہ کریم تو آپ کو یہ کھانا کھلانا چاہتا ہے اور آپ اس سے بچنا چاہتے ہیں۔ اے ابراہیم! میں نے فرشتوں کو یہ کہتے سنا ہے۔ "جسے عطا کیا جائے اور وہ نہ لے تو پھر وہ مانگے تب بھی اسے عطا نہیں کیا جاتا"۔ میں نے کہا معاملہ یوں ہے تو پھر میں آپ کے سامنے ہوں مگر میں خود تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا عہد نہیں توڑوں گا۔ اچانک ایک اور شخص آیا جس نے اُسے کوئی چیز بھی پکڑائی اور کہا اے خضر (علیہ السلام)! آپ اس کے منہ میں خود لقمہ ڈالیں۔ وہ خود اپنے ہاتھ

سے اب مجھے کھلانے لگ گئے۔ یہاں پہنچ کر مجھے جاگ آ گئی مگر اس کھانے کی مٹھاس و لذت اب بھی باقی تھی اور اس میں ملے زعفران کا رنگ میرے ہونٹوں پر موجود تھا۔ میں زمزم کے پاس پہنچا۔ منہ دھو ڈالا مگر نہ تو ذائقہ ختم ہوا اور نہ زعفران کا رنگ اڑا۔ حضرت سفیان کہتے ہیں میں نے کہا حضرت ذرا مجھے بھی دکھا دیں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ سچ مچ رنگ کا اثر بدستور باقی ہے۔ ﴿جامع کرامات اولیاء جلد دوم﴾

منقول ہے کہ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آدمی کو جنگل میں دیکھا کہ جس نے ان کو اسم اعظم کی تعلیم دی اور اس اسم کے پڑھنے سے آپ کی ملاقات حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے ہوئی۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ میرے محترم بھائی حضرت الیاس علیہ السلام نے تم کو یہ اسم اعظم سکھلایا تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اسم اعظم سکھایا تھا۔ ﴿رسالہ قشیریہ﴾

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے: ''اے اللہ! مجھ کو گناہوں کی ذلت سے نکال کر اپنی اطاعت کی عزت کی توفیق دے''۔ ﴿سیر الاولیاء﴾

منقول ہے کہ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک جنگل میں چلا جا رہا تھا۔ جب ہم ذات العرق پہنچے تو میں نے ستر گدڑی پوشوں کو دیکھا کہ وہ مرے ہوئے پڑے ہیں اور ان سے خون جاری ہے۔ ایک میں رمق بھر جان باقی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ جواں مرد! کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے ابن ادھم (رحمۃ اللہ علیہ)! پانی اور محراب کو لازم پکڑو، دور مت جاؤ کہ مہجور ہو جاؤ گے اور ہم میں سے کسی کے نزدیک مت آؤ کہ بیمار ہو جاؤ گے۔ ایسا نہ ہو کہ بادشاہوں کے فرش پر تم سے کوئی گستاخی ہو جائے اور اس دوست سے ڈرو کہ جو حاجیوں کو روم کے کافروں کی طرح قتل کرتا ہے اور حاجیوں کے ساتھ لڑائی کرتا ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم صوفیوں کے گروہ سے تھے اور ہم نے بادیہ توکل میں اس عہد کے ساتھ قدم رکھا تھا کہ ہم کسی سے بات نہ کریں گے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی

سے نہ ڈریں گے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی طرف توجہ نہ کریں گے۔ جب ہم احرام گاہ میں پہنچے تو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ہمارے استقبال کے لئے آئے ہیں اچانک ہاتف غیبی نے ندا دی کہ اے جھوٹو! اے جھوٹی محبت کے دعویٰ دارو۔ تم نے اپنے قول و قرار کو بالکل فراموش کر دیا اور غیر میں مشغول ہو گئے۔ جب تک کہ ہم تمہارا خون نہ گرائیں گے، تم سے صلح نہ کریں گے۔ یہ سارے جوان اس کی بارگاہ کے شہید ہیں۔ اے ابراہیم! اگر تم بھی اپنے سر میں یہ سودا رکھتے ہو تو بسم اللہ اس راہ میں قدم رکھو، ورنہ درمیان سے دور ہو جاؤ۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ اس کی یہ بات سن کر حیران رہ گئے۔ پھر انہوں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کیوں زندہ چھوڑ دیا گیا؟ اس نے جواب دیا کہ وہ سب پختہ تھے۔ مجھ سے کہا گیا کہ تو ابھی خام ہے۔ جانکنی میں مبتلا رہ تا کہ تو بھی پختہ ہو جائے۔ بعد میں ان کے پیچھے آ جانا یہ کہہ کر اس نے بھی جان دے دی۔

﴿سیر الاولیاء﴾

شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مرید کو ایک خط میں تحریر کیا کہ ''میں نے سنا ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حرم کعبہ میں تھے۔ شیخ ابوالنجیب عالم اسرار میں پہنچ گئے۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تشریف لائے لیکن شیخ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تھوڑی دیر کھڑے رہ کر واپس چلے گئے جب شیخ ابوالنجیب کو افاقہ ہوا (یعنی حالت صحو میں آئے) تو ان سے شیخ شہاب الدین نے ہمت کر کے دریافت کیا کہ حضرت! یہ آپ کو کیا ہو گیا تھا کہ ایک نبی آپ کی ملاقات کو آئے لیکن آپ نے ان کی طرف بالکل التفات نہ فرمایا۔ شیخ ابوالنجیب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی طرف دیکھا اور چہرہ سرخ ہو گیا۔ پھر فرمایا، افسوس! تمہیں کیا پتہ۔ اگر حضرت سیدنا خضر علیہ السلام آ کر واپس چلے گئے تو پھر آ جائیں گے۔ لیکن ہمارا یہ وقت حق کے ساتھ مشغول تھا۔ اگر یہ چلا جاتا

تو پھر ہاتھ نہ آتا اور اس کی ندامت قیامت تک باقی رہتی۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام پھر تشریف لے آئے۔ شیخ ابوالنجیب رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر استقبال کیا اور خاطر تواضع کی۔

لہٰذا مرید کو اپنے اوقات کی نگرانی و حفاظت کرنی چاہیے۔ غیر اللہ کو دل سے دور کر دینا مخلوق سے میل جول اپنے اوپر حرام کر لینا اور ذکر حق سے انسیت حاصل کرنا چاہیے۔ ﴿اخبار الاخیار﴾

سید شیخ محمد جعفر مکی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

ایک دن آپ نے فرمایا کہ تمام لوگوں میں سے صرف دو آدمی مقام قطبیت سے مقام معشوقیت تک رسائی حاصل کر سکے ہیں۔ ایک حضرت غوث اعظم شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے شیخ نظام الدین بدایوانی رحمۃ اللہ علیہ۔ ان دونوں بزرگوں نے نبوت کے چشمہ سے خوب سیر ہو کر علوم نبوت (علم لدنی) کو حاصل کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک دن میں اور حضرت سیدنا خضر علیہ السلام مصر میں دریائے نیل میں ایک کشتی پر سوار تھے اور ہم دونوں میں اللہ تعالیٰ کے مشاہدے کے سلسلے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اسی دوران حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے مجھ سے یہ بھی فرمایا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ مقام معشوقیت تک پہنچے ہوئے تھے۔ (لیکن خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی قطبیت کا دائرہ علاقائی ہے جبکہ سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قطبیت کبریٰ لامکانی اور لازمانی ہے اور پھر یہ کہ تمام اولیاء اللہ مشکوٰۃ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے نور حاصل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ نہ کوئی ولایت ہے نہ قطبیت)۔ ﴿اخبار الاخیار﴾

ایک دن فرمایا کہ میں جتنا لکھتا ہوں اتنا ہی زیادہ مشکلات کا شکار ہو جاتا ہوں یقین جانیے کہ بحر المعانی کے مضامین برسہا برس تک سفر و حضر میں مجھ سے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام دریافت فرماتے رہے مگر میں نے انہیں بتلائے اور وہ اب بھی پوچھتے رہتے ہیں۔ مگر خدا کی قسم میں انہیں ہرگز ہرگز نہیں بتاؤں گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

میں نے آغاز میں یہ باتیں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے دریافت کی تھیں مگر انہوں نے کچھ ایسے بے رُخے پن سے جواب دیا کہ میری تسلی نہ ہو سکی اور اب انہیں آرزو ہے مگر میں احتراز کرتا ہوں۔ وہ اس اسرار کے ذریعہ اپنی جان کی حفاظت کے خواہاں ہیں۔ یعنی نیم جان کی حفاظت چاہتے ہیں اور میری کیفیت یہ ہے کہ اگر مجھے ہزار جانیں دی جائیں تو میں ان سب جانوں کو چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔ اے دوست آپ بھی جان نثار بن جائیں تا کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ایسے ہزاروں آپ کے لئے سرگرداں نظر آئیں۔

﴿اخبار الاخیار﴾

حضرت شیخ ابو مدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

آپ وارث علوم حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کا شمار مشائخ کبار میں ہوتا ہے۔ آپ ریاضات و مجاہدات اور کشف و کرامات کی وجہ سے بہت مشہور ہیں۔ آپ کو خرقہ خلافت حضرت شیخ ابو سعید اندلسی رحمۃ اللہ علیہ سے ملا تھا۔ شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ تربیت مریدین میں بے نظیر تھے۔ بڑے بڑے مشائخ نے آپ کی خدمت میں رہ کر تربیت حاصل کی۔ ان میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ ابن عربی کا شیخ ابو مدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ سے تربیت حاصل کرنا آپ کے کمال پر دلیل قاطع ہے۔

تکملہ میں مذکور ہے کہ ۵۸۰ ہجری میں ابو محمد عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے ہوئی۔ انہوں نے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ کے مقام و مرتبہ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس زمانے میں آپ صدیقوں کے امام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سِرِ مصوٗن (مخفی راز) سے حجاب قدس تک کے بھیدوں کی چابی عطا فرمائی ہے۔ آپ سے زیادہ عارف اس جہان میں اس وقت کوئی نہیں ہے۔ آپ انبیاء علیہم السلام کے رموز بیان کرتے ہیں۔ اس کے فوراً بعد شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو مدین کے حق میں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کا یہ کلام حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر

جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد کا ہے کیونکہ ان کا وصال ۵۶۱ ہجری میں ہوا تھا اور شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۵۹۰ ہجری میں ہوا۔ ﴿مراۃ الاسرار﴾

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

ابن اعربی کی ارادت اگرچہ شیخ ابو مدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے مگر آپ کی نسبت، خرقہ پوشی، خلعت نوازی حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے ساتھ آپ کی متعدد ملاقاتیں ہوئیں جن کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

خرقہ پوشی:

شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روحانی نسبت اور فیض کا ذریعہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کو اور روحانی تصرف کا براہِ راست منبع حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے۔ مگر حضرات صوفیاء کرام رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ آپ کا سلسلہ روحانی براہ راست حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور ان سے خرقہ ملا ہے۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے جو آپ کو خرقہ ملا ہے اس کے متعلق آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے اس خرقہ کو شہر موصل کے باہر ۶۰۱ھ میں ابوالحسن بن عبداللہ بن جامع رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک سے پہنا ہے اور حضرت ابن جامع رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے پہنا اور جس مقام پر جس طرح ابن جامع رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے پہنایا اسی مقام پر اسی طرح بغیر زیادتی ونقصان کے ابن جامع رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو پہنایا اور دوسری نسبت بے واسطہ بھی آپ کو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے حاصل ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی بیعت حضرت ابومدین المغربی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔

ڈاکٹر محسن جہانگیری ابن عربی کے خرقہ پوشی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ شیخ جب ۶۰۱ھ (۱۲۰۴ء) میں بغداد آئے یہاں بارہ دن سے زیادہ نہ رُکے اور وہاں سے حضرت علی بن عبداللہ بن جامع رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور ان کے علوم ومعارف سے استفادہ کے

لئے عازم موصل ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن جامع رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے کے صوفیاء اور عرفاء میں سے تھے اور حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے تعلق ارادت رکھتے تھے۔ حضرت علی بن جامع رحمۃ اللہ علیہ نے شہر سے باہر اپنے باغ میں وہ خرقہ حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو پہنایا جو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے خود اپنے ہاتھ سے انہیں عطا کیا تھا۔ یہاں حضرت ابن عربی یہ بھی وضاحت کرتے ہیں کہ اس واقعہ سے پہلے انہیں شیخ تقی الدین عبدالرحمٰن بن علی بن میمون رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سے خرقہ خضر عطا ہو چکا تھا۔ ابن عربی کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ پہلا خرقہ انہیں شیخ تقی الدین عبدالرحمٰن ہی سے ملا تھا۔ اس سے پہلے وہ خرقہ پہننے کے قائل نہ تھے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ خرقہ پوشی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شیخ ابن عربی نے خود خرقہ پہنا اور انہیں معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام بھی اسے پسند کرتے ہیں تو وہ اس کے قائل ہو گئے اور بعد میں دوسروں کو بھی اپنے ہاتھوں سے خرقہ پہنایا۔ ان حقائق سے معلوم ہوا کہ حضرت علامہ ابن عربی کو دو سلسلوں سے خرقہ ملا۔ ایک حضرت شیخ علی بن عبداللہ جامع از حضرت خضر علیہ السلام اور دوسرا شیخ تقی الدین عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے۔ البتہ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کبریت احمر میں جو فتوحات مکیہ کا خلاصہ ہے لکھا ہے کہ ابن عربی کہتے ہیں کہ میں خرقہ پوشی کا صوفیاء کی طرح قائل نہ تھا تاوقتیکہ بیت اللہ شریف میں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے ہاتھ سے خود نہ پہن لیا۔ شیخ احمد بن سلیمان نقشبندی کی رائے بھی یہی ہے کہ ابن عربی نے خرقۂ طریقت خود حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے ہاتھ سے حجر اسود کے برابر کھڑے ہو کر پہنا تھا اور حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے ان سے کہا تھا کہ یہ خرقہ میں نے مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے پہنا ہے۔

شیخ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو العباس عربی رحمۃ اللہ علیہ اور میرے درمیان ایک شخص کے بارہ میں ایک مسئلہ جاری ہوا جس کے ظاہر ہونے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری فرمائی تھی۔ شیخ ابو العباس نے فرمایا تھا کہ وہ فلاں بن فلاں شخص ہے اور اس

شخص کا نام بیان کیا جس کو میں نے دیکھا نہیں تھا اور میں اس کے بیان میں متوقف تھا اور اس کو قبول نہیں کیا تھا۔ میں اس وقت ابتدائی حال میں تھا اور اس سے میں گھر کو لوٹ آیا۔ ابھی راستہ میں تھا کہ ایک شخص مجھے ملا جس کو میں جانتا نہیں تھا۔ اس نے مجھے ایک بڑے مہربان کی طرح پہلے السلام علیکم کہہ کر فرمایا اے محمد! تم کو شیخ ابوالعباس عریبی نے فلاں شیخ کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا ہے وہ سچ ہے۔ اس کی تصدیق کرو اور اس شخص کا نام لیا جس کا ذکر حضرت شیخ ابوالعباس نے کیا تھا۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ میں نے ان کے ارادہ کو جان لیا اور اسی وقت میں شیخ ابوالعباس کی طرف لوٹ آیا تا کہ ان کو اطلاع دوں۔ جب میں شیخ کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے فرمایا۔ اے ابو عبداللہ (ابن عربی) جب میں تیرے پاس کوئی مسئلہ بیان کرتا ہوں تو تیرا دل اس کے قبول کرنے سے متوقف ہو جاتا ہے اور مجھے تیرے لئے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تک کی ضرورت پڑتی ہے کہ وہ تیرے آگے اس بات کو پیش کریں کہ فلاں شخص کی تصدیق کر لو جو تیرے آگے بیان کیا گیا۔ یہ معاملہ تمہارے لئے ہر ایک مسئلہ کے بارہ میں جو تم مجھ سے سن کر متوقف ہو جاتے ہو کہاں تک ہوتا رہے گا۔ میں نے کہا توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ فرمایا قبولیت توبہ واقع ہو چکی۔ میں نے جان لیا کہ وہ شخص حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تھے اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ میں نے شیخ صاحب مذکور سے اس بارے میں پوچھا کہ آیا راستہ میں مجھ سے ملنے والے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تھے؟ فرمایا ہاں وہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ہی تھے۔

دوسرا واقعہ:

دوسری مرتبہ میرے ساتھ ایسا واقعہ پیش آیا کہ میں تیونس کی بندرگاہ میں کشتی کے اندر تھا تو مجھے پیٹ میں درد ہوا اور کشتی والے سو گئے تھے اور میں کشتی کے ایک طرف کھڑا ہو گیا اور سمندر کی طرف نظر کی تو چاند کی روشنی میں دور ایک شخص مجھے نظر آیا۔ یہ رات کی چودھویں تھی۔ میں نے دیکھا وہ شخص پانی پر چلا آتا ہے اور میرے

پاس پہنچ کر میرے ساتھ کھڑا ہو گیا اور ایک قدم اُٹھایا اور دوسرے قدم پر تکیہ کیا۔ میں نے اس کے قدم کے نیچے کی طرف دیکھا تو اس کو کوئی تری پانی کی نہ لگی تھی۔ پھر ایک قدم رکھا اور دوسرا اُٹھایا تو دیکھا وہ بھی خشک تھا۔ پھر ان کے ساتھ جو کلام کرنا تھا وہ انہوں نے کیا اور مجھے اسلام علیکم کہہ کر لوٹ گئے اور بہ لب دریا ایک بلند ٹیلہ پر جو منارہ میں واقع ہے اس کی طرف تشریف لے گئے جس کی مسافت ہم سے دو میل سے زیادہ تھی۔ انہوں نے اس مسافت کو دو یا تین قدموں میں طے کیا اور میں نے ان کی آواز سنی کہ وہ مینارہ کے اوپر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں مشغول تھے اور ہمارے شیخ جراح بن خمیس کتانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تشریف لے گئے وہ ایک عالی خاندان سے تھے اور بندرگاہ عیدن میں رہتے تھے۔ میں ان کے پاس اسی رات کو آیا تھا۔ جب میں شہر میں داخل ہوا تو ایک مرد صالح سے میری ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھے کہا کہ کل رات کو کشتی میں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے ساتھ آپ کی کیسی گزری۔ انہوں نے آپ کو کیا فرمایا تھا؟

تیسرا واقعہ:

اس کے بعد میں بطور سیر نکلا اور بحیرمحیط کے کنارے کنارے چلا جاتا تھا اور میرے ساتھ ایک دوسرا شخص تھا جو صالحین کے خرق عادات اور کرامات کا منکر تھا۔ میں ایک ویران اور ٹوٹی پھوٹی مسجد میں داخل ہوا تا کہ میں اور میرا ساتھی اس میں نماز ظہر ادا کر لیں۔ کچھ اور مسافر راہ طریقت ایک جماعت کی صورت میں اس مسجد میں داخل ہوئے اور نماز پڑھنے کا ارادہ فرمار ہے تھے اور ان میں وہ مرد بھی تھا جس نے میرے ساتھ دریا پر گفتگو کی تھی اور جس کے بارے میں مجھے کہا گیا تھا کہ وہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ہیں اور ان میں ایک مرد عظیم الشان بڑے قد والا تھا اور میرے اور اس کے درمیان میں اس سے قبل بھی دوستانہ محبت کی ملاقات ہو چکی تھی۔ پس میں کھڑا ہوا اور ان کو سلام کیا اور انہوں نے مجھے سلام کیا اور میرے ساتھ بہت خوش ہوئے اور ہم کو نماز پڑھانے کے لیے امام بنے۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو امام صاحب نکلے اور

میں ان کے پیچھے نکلا اور مسجد کے دروازے کی طرف آئے۔ مسجد کا دروازہ مغربی جانب بحر محیط کے سامنے اس مقام میں واقع تھا جس کو بکہ کہتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ مسجد کے دروازے پر بات کر رہا تھا۔ اتنے میں وہ شخص آیا جس کے بارے میں میں نے کہا تھا کہ وہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ہیں آئے اور مسجد کے محراب میں سے ایک چھوٹی سی چٹائی اُٹھا کر زمین سے قریباً سات گز کی بلندی پر ہوا میں بچھا دی اور وہاں کھڑے ہو کر نفل پڑھنے لگے۔ میں نے اپنے ساتھ کو کہا کیا تم اس مردِ خدا کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ اس نے مجھے کہا کہ آپ چلیں ان سے پوچھیں۔ میں اپنے ساتھ کو کھڑا چھوڑ کر اس کی طرف آیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ان کو السلام علیک کہا اور اپنی نظم ان کو پڑھ کر سنائی۔ اشعار کا ترجمہ:

(۱) دوست نے محبت سے روک رکھا ہے اور خوش کرتا ہے۔ اس کی محبت میں جس نے ہوا کو پیدا کیا اور اس کو مسخر کیا۔

(۲) عارفوں کے عقول معقول ہوتے ہیں ہر ایک کون ہے۔ وہ عقل خدا کو پسند آتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں۔

(۳) پس وہی اس کے نزدیک باعزت ہیں اور لوگوں میں ان کے احوال مجہول اور چھپے ہوتے ہیں۔

پس مجھے فرمایا اے فلاں نے تم نے کیا کیا۔ تم نے جو کچھ دیکھا وہ اسی منکر کے حق میں تھا اور میرے ساتھی کی طرف اشارہ فرمایا جو صالحین کی خرق عادات کا منکر تھا اور وہ مسجد کے صحن میں بیٹھا ہوا اس کو دیکھ رہا تھا تاکہ وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہے اور جس کے ساتھ جو چاہے کر سکتا ہے۔ پھر میں نے اپنا رُخ اس منکر کی طرف کیا اور اس کو کہا کہ اب تم کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا کہ اب دیکھنے کے بعد کیا کہا جا سکتا ہے۔ پھر میں اپنے ساتھی کی طرف لوٹ آیا اور وہ دروازہ مسجد پر میرے انتظار میں تھے۔ ایک گھڑی میں نے اس کے ساتھ بات چیت کی اور اس کو کہا کہ یہ کون صاحب

ہیں جو ہوا میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور میں اس سے جو واقعہ مجھے قبل اس کے پیش آیا ذکر نہیں کیا تھا۔ تو مجھے فرمایا کہ یہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ہیں اور پھر چپ رہے اور وہاں سے وہ جماعت اور ہم موضع روطہ کی طرف روانہ ہوئے۔

﴿ابن عربی، محسن جہانگیری، فتوحات مکیہ﴾

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحاتِ مکیہ کے باب ۱۶۱ میں صدیقت اور نبوت کی بحث بھی لکھتے ہیں کہ میں محرم ۵۹۷ ہجری میں اس مقام پر پہنچا۔ اس وقت میں بلاد مغرب کا سفر کر رہا تھا۔ حیرت مجھ پر غالب ہوگئی۔ تنہائی کی وجہ سے میں وحشت محسوس کرنے لگا اور مجھے وہ مقام حاصل تھا۔ پس باوجود اس حیرت اور وحشت کے جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا وہاں سے روانہ ہوا اور عصر کی نماز کے بعد اپنے ایک اور دوست کے مکان پر گیا، میں اس سے اپنی حیرت و وحشت کے بارے میں گفتگو کرتا رہا، اتفاقاً میں نے دیکھا کہ ایک شخص کا سایہ ظاہر ہوا میں فوراً اپنی جگہ سے اُٹھا کہ شاید ایسا کوئی شخص ہو جو میرے لئے انبساط کا باعث ہو۔ اس نے مجھ سے معانقہ کیا جب میں نے ان کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ شیخ ابو عبدالرحمٰن السلمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ ان کی روح نے تجسم اختیار کرلیا ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کو میرے پاس بھیج دیا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کو اسی مقام پر دیکھ رہا ہوں جس مقام میں میری روح قبض کی گئی تھی اور اس مقام سے میں دنیا سے آخرت تک گیا تھا میں ہمیشہ سے اسی مقام میں ہوں۔ پھر میں نے ان سے اپنی وحشت اور اس مقام میں اپنی عدم موافقت کا ذکر کیا! تو انہوں نے فرمایا ''الغریب متوحش'' مسافر کو وحشت ہوا کرتی ہے (جو بعد ان سبقت لك العناية الله والحصول فی هٰذا المقام فاحمدلله یااخی! اس کے بعد کہ تم کو اللہ تعالیٰ کی عطا اس مقام میں حاصل ہوئی ہے پس اے برادر عزیز تم اللہ کی تعریف کرو''۔ اور اس بات پر خوش ہو کر حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے شریک ہو گئے، میں نے ان سے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن سلمی مگر میں اس مقام کا نام نہیں جانتا! یہ سن کر

انہوں نے کہا کہ "ھذا یسمی مقام القربة متحقق به" یہ مقام، مقام قرب سے موسوم ہے پس تم اسی مقام میں ثابت و متحقق رہو! ﴿نفحات الانس﴾

خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

آپ کو آداب طریقت کی تعلیم بظاہر سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی مگر حقیقت میں آپ اویسی ہیں کیونکہ آپ کی تربیت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدانی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے ہوئی۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ اوائل احوال اور غلبات جذبات و بیقراری میں راتوں کو میں نواحی بخارا میں پھرا کرتا تھا اور ہر مزار پر جاتا تھا۔ فرمایا کہ غلبات طلب میں ایک روز میں بخارا سے نسف کی طرف جا رہا تھا تاکہ حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کا شرف حاصل کروں۔ جب میں رباط جغراتی میں پہنچا۔ مجھے ایک سوار ملا وہ چرواہوں کی طرح بڑی لکڑی ہاتھ میں لیئے اور نمدہ پہنے میرے پاس آیا اور اس لکڑی سے مجھے مارا اور ترکی زبان میں کہا کہ کیا تو نے گھوڑے دیکھے ہیں میں نے اس سے کوئی بات نہ کی۔ اس نے کئی بار میرا راستہ روکا اور لکڑی ماری۔ میں نے اس سے کہا کہ میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ وہ رباط قراول تک میرے پیچھے آئے اور مجھ سے کہا آؤ کچھ دیر بات چیت کریں۔ مگر میں نے توجہ نہ دی۔ جب میں حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی طرف توجہ نہیں کی۔ میں نے عرض کی کہ ہاں۔ میں تو آپ کی طرف متوجہ تھا۔ اس لئے ان کی طرف متوجہ نہ ہو سکا۔ ﴿تذکرہ مشائخ نقشبند۔ نور بخش توکلی﴾

ایک دن خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہمارے خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم کی تصوف میں چار طرح کی نسبتیں ہیں۔ ایک حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ کرے ان کے علم اور حکمت کو، دوسرے حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے، تیسرے سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے جو حضرت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کو ہے، چوتھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے۔

اس لئے اس طریقہ کے درویشوں کو نمک مشائخ کہتے ہیں۔ ﴿انوار العارفین﴾

خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد حضرت صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تفسیر پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

ترجمہ: (تم اپنے رب کو زاری اور پوشیدگی) کے ساتھ پکارو۔ تحقیق وہ حد سے زیادہ تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

تو آپ (خواجہ عبدالخالق) نے استاد سے پوچھا کہ اس پوشیدگی کی حقیقت اور اس کا طریقہ کیا ہے۔ اگر ذاکر بلند آواز سے ذکر کرے یا ذکر کرتے وقت اعضا سے حرکت کرے تو غیر شخص اس ذکر سے واقف ہو جاتا ہے اور اگر دل سے ذکر کرے تو بحکم حدیث: ''شیطان انسان میں خون کی طرح چلتا ہے''۔ شیطان ذکر سے واقف ہو جاتا ہے۔ استاد نے فرمایا کہ یہ علم لدنی ہے۔ اگر خدا نے چاہا تو اہل اللہ میں سے کوئی تمہیں مل جائے گا اور بتا دے گا۔ اس کے بعد خواجہ عبدالخالق اولیاء اللہ کی تلاش میں رہے۔ یہاں تک کہ ایک روز حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی۔ بعد دریافت حال حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں خضر ہوں میں نے تم کو اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ میں تمہیں ایک سبق بتاتا ہوں اُسے ہمیشہ دہراتے رہنا۔ تم پر اسرار کھل جائیں گے۔ پھر وقوف عددی (نفی و اثبات کے ذکر میں عدد طاقت کی رعایت رکھنا بلحاظ اس کے کہ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔ ذکر قلبی میں اس نوعیت کی رعایت رکھنا بلحاظ اس کے کہ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔ ذکر قلبی میں اس نوعیت کی رعایت عددی تفرقہ کے دور کرنے اور جمعیت خاطر کے پیدا کرنے میں خاص طور پر مؤثر ہے) کی تعلیم دی اور فرمایا کہ حوض میں اترو اور غوطہ لگاؤ اور دل سے

''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کہو۔ حضرت خواجہ نے اسی طرح کیا اور اس ورد میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ بہت سے اسرار کھل گے۔ بعد ازاں حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ بخارا میں تشریف لائے جب تک ان کا قیام بخارا میں رہا آپ ان کی صحبت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوتے رہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ سیدنا خضر علیہ السلام آپ کے پیر سبق ہیں اور خواجہ یوسف ہمدانی پیر صحبت و پیر خرقہ۔ اگر چہ خواجہ یوسف اور ان کے مشائخ ذکر بالجہر کیا کرتے تھے لیکن چونکہ خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کو ذکر خفی کی تلقین حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے تھی اس لئے خواجہ یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں ردو بدل نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ جس طرح تم کو تلقین ہوئی ہے کیے جاؤ۔

خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے آپنی بعض تحریرات میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے مجھے خواجہ یوسف کے سپرد کیا تو اس وقت میری عمر بائیس سال کی تھی۔ ایک مدت کے بعد خواجہ یوسف خراسان میں آ گئے۔ حضرت خواجہ ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہو گئے۔ آپ اپنے حالات پوشیدہ رکھا کرتے تھے۔ ملک شام میں بہت سے لوگ آپ کے مرید ہو گئے اور وہاں خانقاہ و آستانہ بن گیا تھا۔

﴿تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، علامہ نور بخش توکلی﴾

شیخ ابوالفتح رکن الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ شیخ صدرالدین کے بیٹے اور حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور منظور نظر تھے۔ شیخ رکن الدین کی عمر ابھی چار سال کی تھی کہ اپنے جدِ امجد شیخ الاسلام خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی دستار اپنے سر پر رکھ لی۔ شیخ صدر الدین نے منع کیا کہ یہ بے ادبی ہے۔ لیکن خواجہ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''بابا صدرالدین کو منع مت کرو کیونکہ اس نے اپنا حق سر پر رکھا ہے۔ میں نے یہ دستار اسے دے دی''۔ شیخ رکن الدین کے خلیفہ شیخ عثمان سیاح ہیں جن کا مزار دہلی میں ہے۔ شیخ عثمان سخت پریشانی کی حالت میں سیام سے دہلی آئے اور شیخ رکن الدین کو دیکھتے ہی

ان کے قدموں پر سر رکھ دیا اور مرید ہو گئے اور سب کچھ ترک کر کے اپنے شیخ کے ساتھ ملتان چلے گئے۔ شیخ سے رخصت ہو کر آپ بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے جب کعبہ پہنچے تو گرم وقت میں طواف کرنے لگے لیکن حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے آپ پر اپنی آستین سے سایہ کر دیا اور ساتھ ساتھ طواف کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا اچھا کیا۔ لیکن آپ وہاں سے جلدی چلے گئے ورنہ خلقت میں فتنہ برپا ہو جاتا۔ اس کے بعد حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے اپنا لباس ان کو پہنایا اور اپنی دستار اُن کے سر پر رکھی اور چند دن کے بعد دہلی کی طرف رخصت کر دیا اور یہ کہا کہ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء دہلی میں ہیں۔ وہاں رہو اور اکثر اوقات ان کی خدمت میں بسر کرنا اور جس جگہ وہ اشارہ کریں وہیں جا کر رہنا۔ جب دہلی پہنچو تو خواجہ صاحب کو میرا سلام کہنا۔ شیخ عثمان سیاح جب دہلی پہنچے تو سب سے پہلے سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کا سلام عرض کیا۔ آپ نے اُٹھ کر وعلیکم السلام کہا۔ ﴿مراۃ الاسرار﴾

حضرت شیخ ابو طاہر کرد رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

آپ مقتدائے اولیاء میں سے تھے اور اکثر حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی صحبت میں رہتے تھے مولانا احمد جامی کو آپ سے بہت اُنس تھا۔ مولانا احمد آپ کی خدمت میں اکثر جایا کرتے تھے۔ احمد جامی فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے نفس نے زرد آلو طلب کئے۔ میں نے اس سے کہا پورا ایک سال روزہ رکھ تب تجھے زرد آلو کھلاؤں گا۔ چنانچہ پورا سال روزہ رکھنے کے بعد میں ایک درخت کے نزدیک گیا جو میرے والد سے ورثہ میں ملا تھا۔ میں نے کچھ زرد آلو درخت سے توڑے۔ چند دانے میں نے کھائے اور چند دانے اپنی جیب میں رکھ کر شیخ ابو طاہر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گیا جو میرے پیر طریقت تھے۔ میں نے زرد آلو آپ کے سامنے رکھ دیئے۔ تھوڑی دیر دیکھنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ تم میرے لیے صدقہ کے زرد آلو لائے ہو۔ میں نے عرض کیا

نہیں یہ تو میں نے اپنے باپ کے درخت سے توڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا خوب تم مجھے جھٹلاتے ہو۔ میں ادب کی وجہ سے خاموش کھڑا رہا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہا کہ یہ زرد آلو صدقے کے نہیں ہیں شیخ پر یہ بات کشف فرما دے۔ تھوڑی دیر بعد شیخ نے اپنے لڑکے سے کہا کہ بکری لا کر ذبح کرو اور شوربہ تیار کر کے لاؤ۔ جب یہ کھانا تیار ہو کر آیا تو میں نے روٹی تو کھالی مگر گوشت اور شوربہ نہ کھایا۔ کیونکہ میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ حلال نہیں ہے۔ شیخ ابو طاہر رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تم شوربہ کیوں نہیں کھاتے۔ میں نے عرض کیا مجھے صرف روٹی پسند ہے۔ شیخ نے فرمایا سچ بتاؤ وجہ کیا ہے۔ میں نے اپنے دل کا خیال بتا دیا (یعنی یہ گوشت حرام ہے) شیخ نے بیٹے کو بلا کر پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ بکریوں کا ریوڑ دور جا چکا تھا میں نے یہ گوشت فلاں قصاب سے لے لیا۔ قصاب کو بلا کر پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ یہ گوشت ایسی بکری کا تھا جو کوتوال نے ظلم سے لا کر مجھے دی اور کہا کہ اسے ذبح کرو، آدھی تم لو اور آدھی مجھے دو۔

شیخ ابو طاہر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر سر نیچے کر لیا۔ میں اٹھا اور پاس کے ایک حجرے میں جا کر رونا شروع کر دیا اور مناجات میں، میں یوں کہنے لگا کہ الٰہی میرے لئے تو نے کوئی مونس نہیں چھوڑا۔ ایک پیر تھا جس کی خدمت میں بیٹھ کر وقت گزارتا تھا اب شرم کے مارے ان کی خدمت میں بھی نہیں جا سکتا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ ابو طاہر رحمۃ اللہ علیہ آ کر بیٹھ گئے۔ اب میں دل میں مناجات کر رہا تھا کہ الٰہی زرد آلو کا حال بھی ان پر مکشوف فرما دے۔ اتنے میں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام آ گئے۔ انہوں نے کہا اے ابو طاہر! احمد کی ملکیت والے زرد آلو کو تم نے صدقے کا مال سمجھ لیا ہے اور مشتبہ گوشت کو تم نے حلال قرار دے دیا۔ یہ باتیں تم نے کہاں سے سیکھی ہیں۔ احمد سے اس قسم کا سلوک نہ کرو کیونکہ وہ آپ کے ساتھ عجز و نیاز سے پیش آ رہا ہے۔ ﴿مراۃ الاسرار﴾

حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

آپ غوث الوقت اور یگانہ روزگار تھے اور حضرت شیخ علاؤ الحق والدین

بنگالی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کو چودہ سلاسل سے خلافت حاصل تھی۔ آپ مادر زاد ولی تھے اور علم لدنی کے دروازے آپ پر کشادہ تھے۔ چودہ سال کی عمر میں آپ اکثر علوم عقلی و نقلی سے فارغ التحصیل ہو چکے تھے۔ ایک رات حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے آپ سے فرمایا کہ ابھی آپ نے سلطنت کا کام کرنا ہے لیکن مجمل طریق پر اسم مبارک اللہ کے معانی کا ملاحظہ بلاواسطہ لسان (یعنی زبان کے بغیر) اپنے قلب پر کرتے رہو اور ہرگز اس کام سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ پس آپ دو سال تک اس کام میں مشغول رہے اور اس کا نتیجہ ظاہر ہوا۔ اس کے بعد حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی روحانیت کی زیارت ہوئی تو آپ کو اذکارِ اویسیہ تعلیم فرمائے اور آپ مزید سات سال اس کام میں لگے رہے۔

ایک دفعہ ماہ رمضان کے آخری عشرے میں آپ شب بیدار تھے ستائیسویں شب کو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی پھر زیارت ہوئی۔ انہوں نے فرمایا اشرف سلطنت کے امور کے ساتھ اس کام کو سرانجام دینا مشکل ہے اگر دوست کا وصال چاہتے ہو تو اٹھو اور ہندوستان جاؤ کیونکہ تمہارا ہادی و مرشد شیخ علاؤ الحق وہاں ہے یہ سنتے ہی انہوں نے سلطنت کو خیر باد کہا اور تخت اپنے بھائی سلطان محمد کے سپرد کر کے اپنی والدہ سے رخصت طلب کی۔ آپ کی والدہ خدیجہ بیگم حضرت خواجہ احمد یسوی کی اولاد سے تھیں۔ والدہ نے کہا اے میرے بیٹے! تمہارے وجود میں آنے سے پہلے حضرت خواجہ یسوی کی روحانیت نے مجھے آگاہ کیا تھا کہ تیرے ہاں ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جس کے نور ولایت سے دنیا منور ہوگی۔ اب وہ وقت آ گیا ہے۔ مبارک ہو، اجازت ہے۔ آپ ملکِ سمنان سے رخصت ہوئے۔ سمرقند تک آپ کے ساتھ بہت سے لوگ تھے۔ وہاں سب کو رخصت کر کے اکیلے اوچ شریف ضلع بہاول پور پہنچے اور کچھ عرصہ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر نعمتِ بے کراں اور قطبی غوثی درجے کی بشارت حاصل کی۔ اس کے بعد آپ دہلی پہنچ کر مشائخ چشت کی زیارت

سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے باہر تشریف لے گئے اور حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھائی اس کے بعد آپ شیخ علاؤ الحق بنگالی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ سمنان سے روانہ ہونے سے لے کر منزل مقصود پر پہنچنے تک حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے سترہ مرتبہ شیخ علاؤ الحق کو خبر کی اور بتایا کہ سمنان سے ایک شاہباز پرواز کر چکا ہے اور تمام مشائخ وقت نے اپنے اپنے جال بچھا دیئے ہیں لیکن میں اُسے تمہارے پاس لا رہا ہوں۔ جب آپ دو کوس کے فاصلہ پر پہنچے تو شیخ علاؤ الحق اپنے اصحاب سمیت استقبال کے لئے باہر تشریف لائے۔ خانقاہ پہنچ کر حجرہ میں لے جا کر آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا۔ ﴿مراۃ الاسرار﴾

حضرت شیخ صفی الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

آپ حضرت شیخ عبدالقدس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد تھے جو حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ اگرچہ حضرت صفی الدین حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے لیکن علم و ثقاہت اور کمالاتِ معنوی کے اعتبار سے ابو حنیفہ ثانی تھے۔ آپ کے کمالات کے مشاہدہ آپ کی تصانیف سے کیا جا سکتا ہے۔ حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ملک ہندوستان میں اگر کسی کو فنون غرائب اور فنون عجائب سے مزین دیکھا جائے تو وہ برادرم شیخ صفی الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ کے مرید ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ ایک رات حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے آپ کی ایک کتاب کو دیکھ کر فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم نے بہت اوراق سیاہ کئے ہیں اب اوراق کو سفید کرنے کا وقت آ گیا ہے اور صحیفۂ دل کو انوارِ جاوید سے روشن کرو۔ اس بات نے آپ کے دل میں گھر کر لیا اور ایسی حالت طاری ہوئی کہ بے اختیار ہو کر بیعت کی درخواست کی۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا میں تجھے بشارت دیتا ہوں کہ ایک جوان مرد کہ جس کے انوارِ ولایت اور آثار ہدایت سے سارا جہاں پُر ہے آج کل تمہارے اسی قصبہ میں آنے والا ہے۔ چنانچہ چند

دنوں بعد حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ قصبہ ردولی میں تشریف لائے اور جامع مسجد میں قیام فرمایا۔ حضرت شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ جو اس سعادت کے منتظر تھے حاضر خدمت ہوئے۔ ان کو دیکھ کر سمنانی صاحب نے فرمایا برادرم صفی الدین تم صفائے قلب لائے ہو۔ آپ آؤ اور نعمت حاصل کرو۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی کو اپنے قرب سے سرفراز کرے تو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے ذریعہ اس کو اشارہ کر دیتا ہے۔ یہ بات سن کر حضرت صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں ان کے متعلق اعتقاد اور بھی زیادہ قوی ہوا۔ اور اسی وقت مرید ہو گئے۔ حضرت شیخ نے ان کی تکمیل و تربیت کے لئے چالیس دن وہاں قیام فرمایا۔ سلوک الی اللہ کے حقائق و معارف سے آگاہ کیا اور آخر خرقہ خلافت سے مشرف فرما کر ردولی شریف میں مسند رشد و ارشاد (خلافت) پر بٹھا کر اودھ تشریف لے گئے۔ ﴿اقتباس الانوار﴾

شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اکابر اولیاء اللہ اور واصلانِ صاحب اسرار میں ہوتا ہے۔ آپ کی نسبت اویسی تھی کیونکہ آپ کی تربیت باطنی طور پر حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس سرہٗ کی روحانیت سے ہوئی تھی۔ اس کے بعد ظاہری طور پر آپ نے حضرت شیخ محمد بن شیخ عارف بن شیخ احمد عبدالحق قدس سرہٗ سے بیعت کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔

ایک دفعہ قطب العالم حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں قیام پذیر تھے اس زمانے میں شیخ عبدالستار سہارنپوری بھی حضرت اقدس کی خدمت میں مقیم تھے اور خادم خاص اور محرم راز تھے۔ شیخ عبدالستار کو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی زیارت کی خواہش دامنگیر ہوئی۔ ایک دن شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرہ میں مشغول بحق اور ذات میں مستغرق تھے اور شیخ عبدالستار دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت اچانک حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور شیخ عبدالستار سے کہا کہ اپنے شیخ کو میرا

سلام کہو۔ انہوں نے اندر جا کر سلام عرض کیا۔ شیخ عبدالقدوس اس وقت شہودِ حق میں مستغرق تھے۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی پرواہ نہ کی اور کوئی جواب نہ دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت سیدنا خضر علیہ السلام واپس چلے گئے اور یہ کہہ گئے پھر آؤں گا۔ حضرت اقدس حجرے سے باہر تشریف لائے تو شیخ عبدالستار نے عرض کیا کہ فلاں فلاں حلیہ کا ایک شخص آپ کی ملاقات کے لئے آیا تھا مگر آپ کی طرف سے کوئی جواب نہ تھا اس لئے واپس چلا گیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کو میری ملاقات کا وعدہ تھا شاید وہی آئے ہوں۔ یہ سن کر شیخ عبدالستار نے کہا کہ ''حضرت سیدنا خضر علیہ السلام آئے تھے مگر افسوس ملاقات نہ ہو سکی۔ حضرت قطب العالم نے فرمایا حضرت سیدنا خضر علیہ السلام چلے گئے تو پھر آ جائیں گے۔ یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام دوبارہ پہنچ گئے اور حضرت اقدس ان کے استقبال کے لئے دوڑے۔ اور شرف ملاقات حاصل کی۔ کافی دیر تک محرمانہ صحبت کے بعد حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے دوست شیخ عبدالستار کو آپ سے ملاقات کی بہت خواہش تھی۔ چنانچہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے ان کی طرف توجہ فرمائی۔ جس کے بعد گاہے گاہے ان کو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی ملاقات نصیب ہو جاتی تھی۔ ﴿اقتباس الانوار﴾

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

روایت ہے کہ ایک دفعہ مولانا روم ابتدائے جوانی میں ایک روز منبر پر بیٹھے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کا قصہ بیان کر رہے تھے۔ اور مفخر الابرار حضرت شمس الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ایک گوشہ میں بیٹھ کر سن رہے تھے۔ اسی حالت میں شمس الدین نے دیکھا کہ ایک عجیب وضع قطع کا شخص دوسرے گوشہ میں بیٹھا ہوا مولانا کے بیان کی تائید میں سر ہلاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں صحیح ہے۔ اچھا بیان کر رہے ہو۔ گویا کہ وہاں تیسرے تم (مولانا) ہی تھے۔ شمس الدین کو خیال گزرا کہ غالباً یہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ہی ہیں۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے

قریب ہو گئے اور ان کا دامن پکڑ کر امداد چاہی۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہم سب مولانا سے امداد کے طلبگار ہیں بلکہ کل ابدال، اوتاد، افراد اور اقطاب کاملین کے سلطان مولانا ہی ہیں۔ لہٰذا جو کچھ تمہیں مطلوب ہو ان سے حاصل کرو۔ یہ کہہ کر حضرت سیدنا خضر علیہ السلام وہاں سے غائب ہو گئے۔ شمس الدین کہتے ہیں جب میں مولانا سے مصافحہ کرنے آگے بڑھا تو مولانا نے فرمایا حضرت سیدنا خضر علیہ السلام بھی تو ہمارے عاشقوں میں سے ہیں۔ یہ سن کر شمس الدین قدموں میں گر گئے اور مولانا کے مرید ہو گئے۔

﴿مناقب رومی﴾

یہ روایت بھی ہے کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ہمیشہ مولانا روم کی صحبت میں آتے رہتے تھے اور حقائق اور رموز خداوندی مولانا سے دریافت کرتے تھے۔ ایک دن مولانا نے دیکھا کہ ان کے فرزند سلطان ولد بار بار پگڑی باندھتے ہیں اور پھر اتار دیتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا اے سلطان والد! پگڑی صرف ایک ہی بار باندھا کرو دوبارہ نہ کھولا کرو۔ اس لئے کہ ایک مرتبہ میں نے ایسا کیا تھا تو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے میری صحبت ترک کر دی تھی۔ پھر مدتوں بعد ان کی صحبت میسر آئی۔ اس دن سے سلطان ولد نے اپنے ہاتھ سے پگڑی باندھنا چھوڑ دیا۔ خدام باندھ دیتے تھے اور وہ سر پر رکھ لیتے تھے۔

یہ بھی منقول ہے کہ ابتدائے جوانی میں جب کہ مولانا روم دمشق کے مدرسہ مقدمیہ اور بعض اقوال کے مطابق مدرسہ برانیہ میں تحصیل علوم شرعیہ میں مشغول تھے تو اکثر اہل نظر نے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کو مولانا کے حجرہ میں آتے جاتے دیکھا۔

ایک مرتبہ مولانا روم نے فرمایا کہ ہمارے آقا و مولا شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے معشوق ہیں۔ اور مولانا نے اپنے مدرسہ کے دروازے پر اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک کتبہ لگا رکھا تھا۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے معشوق کا مقام و مرتبہ ایسے قابل فخر پوشیدہ حال لوگوں جیسا تھا کہ حضرت سیدنا

خضر علیہ السلام اور حضرت شمس الدین بھی اپنے مقام کی خبر نہ رکھتے تھے۔ کیونکہ ذاتِ کبریا نے حضرت شمس الدین تبریز رحمۃ اللہ علیہ کو خلوت حق میں چھپا رکھا تھا۔ ﴿مناقب رومی﴾

شیخ محمد علی حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

کم سنی میں آپ نے دو طلباء کو غیر ملک میں حصول تعلیم کے لئے آمادہ کیا وہ تو تعلیم کے لئے چلے گئے مگر خود اپنی والدہ کی کبر سنی کی وجہ سے نہ جا سکے۔ مگر آپ اس قدر غمگین ہوئے کہ قبرستان میں جا کر محض اس خیال سے گریہ وزاری کرتے کہ جب میرے یہ دونوں ساتھی حصول علم کے بعد واپس آئیں گے تو مجھے ان کے سامنے ندامت ہوا کرے گی۔ لیکن ایک دن حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے آ کر ان سے فرمایا کہ آپ روزانہ اس جگہ آ کر مجھ سے تعلیم حاصل کر لیا کرو پھر انشاء اللہ کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہو گے۔ اس کے بعد آپ نے مسلسل تین سال تک حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے تعلیم حاصل کر کے بہت بلند مقام حاصل کیا اور جس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ میرے استاد حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ہیں تو آپ کو مکمل یقین ہو گیا کہ ایسا صاحب مرتبت استاد مجھے صرف والدہ کی خدمت کی وجہ سے ملا ہے۔

حضرت ابو بکر وراق سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ہر ہفتہ ملاقات کی غرض سے جناب حکیم ترمذی صاحب کے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور آپ ان سے علمی بحثیں کیا کرتے تھے۔ یہ بھی آپ سے منقول ہے کہ حکیم صاحب نے اپنی ایک تصنیف کے چند اوراق دے کر مجھے حکم دیا کہ ان کو دریائے جیحون میں ڈال دو لیکن جب میری نظر ان اوراق پر پڑی تو ان میں مکمل حقائق کا اقتباس درج تھا۔ چنانچہ میں نے ان اوراق کو اپنے گھر رکھ لیا اور آپ سے جب یہ بہانہ کیا کہ میں دریا میں ڈال آیا ہوں تو آپ نے فرمایا تمہارا گھر دریا تو نہیں جاؤ ان کاغذوں کو دریا میں ڈال آؤ۔ چنانچہ میں اسی وقت گیا اور اوراق کو دریا میں پھینک دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک صندوق جس کو ڈھکنا کھلا ہا تھا نمودار ہوا اور یہ اوراق اس میں داخل ہو گئے تو ڈھکنا

خود بخود بند ہوا اور صندوق غائب ہو گیا۔ جب یہ واقعہ میں نے آپ سے بیان کیا تو فرمایا کہ میری یہ تصنیف حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے طلب کی تھی اور وہ صندوق ایک مچھلی لے کر آئی تھی جو پھر ان تک پہنچا دے گی۔ اس کے بعد ایک مرتبہ آپ نے اپنی تمام تصانیف دریا میں ڈال دیں لیکن حضرت سیدنا خضر علیہ السلام پھر ان کو آپ کے پاس واپس لے آئے اور فرمایا کہ آپ اپنی تصانیف ہی میں مشغول رہا کریں۔

منقول ہے ابتدائی زندگی میں عرصہ دراز تک آپ کو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے نیاز حاصل کرنے کی تمنا رہتی تھی لیکن شرفِ نیاز حاصل نہ ہو سکا۔ آخرکار ایک دن نہ جانے کس بات پر آپ کی کنیز نے پانی سے بھرا طشت آپ کے اوپر ڈال دیا لیکن آپ کو قطعاً غصہ نہیں آیا۔ اسی وقت حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ تیرے ضبط و تحمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ تیری تمنا پوری ہو جائے۔ ﴿تذکرہ الاولیاء﴾

حضرت ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

آپ بہت عظیم اہل ورع اور اہل تقویٰ بزرگ تھے تجرید و تفرید اور آداب میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ حضرت محمد علی حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ آپ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے شوق دیدار میں روزانہ جنگل میں پہنچ جاتے اور آمد و رفت کے دوران قرآن تلاوت کرتے رہتے۔ چنانچہ جب آپ ایک مرتبہ جنگل کی جانب چلے تو ایک اور صاحب بھی آپ کے ہمراہ ہو گئے اور دونوں راستہ بھر گفتگو کرتے رہے لیکن واپسی کے بعد ان صاحب نے فرمایا کہ میں خضر (علیہ السلام) ہوں جن سے ملاقات کے لئے تم بے چین تھے مگر آج تم نے میری معیت کی وجہ سے تلاوت بھی ملتوی کر دی اور جب صحبتِ خضر علیہ السلام تمہیں خدا سے فراموش کر سکتی ہے تو دوسروں کی معیت ذکرِ الٰہی سے کیوں دور نہ کر دے گی۔ لہٰذا سب سے بہتر شے گوشہ نشینی ہے۔ یہ کہہ کر حضرت سیدنا خضر علیہ السلام غائب ہو گئے۔ ﴿تذکرۃ الاولیاء﴾

شیخ ابو سعید قیلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

آپ کا شمار اکابرین میں ہوتا ہے۔ ابو سعید کے بارے میں مشہور تھا کہ انہوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں متعدد بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام کی بھی زیارت کی کیونکہ سردار اپنے غلاموں کو مشرف کرتے رہتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح زمین و آسمان میں اس طرح سیر کرتی رہتی ہیں جس طرح افق میں ہوا چلتی رہتی ہے۔

حضرت ابو سعید نے خود یہ بیان کیا کہ میں نے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ملائکہ کو دیکھا کہ وہ گروہ در گروہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے اور رجال الغیب کو دیکھا جو آپ کی مجلس میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ میں نے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے حضرت شیخ کے مراتب کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: ''جو شخص دین و دنیا اور آخرت کی فلاح چاہتا ہو اس پر لازم ہے کہ وہ حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضری کو لازم کرے''۔

﴿قلائد الجواہر﴾

شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میرے والد ابو منصور محمد بن علی الانصاری رحمۃ اللہ علیہ بلخ میں خواجہ شریف ہمزہ عقیلی کی خدمت میں رہتے تھے۔ ایک دفعہ ایک عورت نے خواجہ شریف سے کہا کہ ابو منصور سے کہیں کہ مجھ سے عقد نکاح کر لیں لیکن میرے والد نے فرمایا کہ میں ہرگز شادی نہیں کروں گا۔ خواجہ شریف چونکہ میرے والد کے پیر و مرشد تھے انہوں نے فرمایا آخر تو شادی کرے گا اور تیرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اور ایسا لڑکا کہ جس کا وصف بیان سے باہر ہے۔ اس کے بعد میرے والد ہرات آئے نکاح کیا اور میری پیدائش ہوئی۔ اس وقت خواجہ شریف رحمۃ اللہ علیہ بلخ میں تھے۔ انہوں نے وہاں لوگوں کو بتایا میرے ابو منصور کے ہاں ایک باکمال لڑکا پیدا ہوا ہے۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں

کہ میں قندز میں پیدا ہوا اور وہیں پرورش پائی۔ میری ولادت جمعہ کے دن غروب آفتاب کے وقت بتاریخ دو شعبان ۳۹۶ ہجری میں واقع ہوئی۔ صاحب نفحات مولانا جامی لکھتے ہیں کہ بانوی عالیہ ایک شان وشوکت والی خاتون تھی۔ پوشنگ میں جب شیخ الاسلام متولد ہوئے تو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تم نے ہرات میں اس لڑکے کو دیکھا ہے کہ جس کے نور سے مشرق سے مغرب تک جہان منور ہو جائے گا۔ بانوی عالیہ کہتی ہیں کہ میرے پیر حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے شہر میں ایک لڑکا ہے جس کی عمر سترہ سال کی ہے نہ اس کے والد کو معلوم ہے کہ یہ لڑکا کون ہے نہ وہ خود جانتا ہے۔ آگے چل کر یہ لڑکا ایسا ہوگا کہ سارے جہان میں اس سے بہتر کوئی نہ ہوگا۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میری عمر چار سال کی ہوئی تو مجھے مکتب لے گئے۔ جب نو سال کا ہوا تو املا لکھنی اور شعر کہنے شروع کئے۔ نیز مجھے عربی زبان کے چھ ہزار شعر یاد ہوگئے اس کے علاوہ زمانہ جاہلیت کے سترہ ہزار اشعار مجھے یاد ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ حافظہ عطا فرمایا ہے کہ جو کچھ ایک دفعہ میری قلم سے گزر جاتا ہے یاد ہو جاتا ہے اور مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین ہزار احادیث ہزار ہزار اسناد کے ساتھ یاد ہیں۔

﴿مراۃ الاسرار﴾

شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

آپ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ ایک عرصہ تک شیخ ابو عبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ پاک کے مجاور رہے آپ کو بہت سے مشائخ کبار کی صحبت ملی ہے۔ نقل ہے کہ شیخ سعدی حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے نیشاپور گئے لیکن انہوں نے ملنے سے انکار کر دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شیخ سعدی نے کسی حاکم کی شان میں قصیدہ لکھا تھا اور سفر کے دوران اس کی ملازمت اختیار کی تھی۔ آپ چھ ماہ تک ان کے دروازے پر بیٹھے رہے کہ جب تک زیارت نہ ہوگی، واپس نہیں جاؤں گا۔ بالآخر چھ ماہ بعد حاضر ہونے کی اجازت ہوئی۔ شیخ سعدی نے چاہا کہ

شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی دست بوسی کرے لیکن انہوں نے اپنے ہاتھ کو آستین کا وہ حصہ یہ کہہ کر کاٹ دیا کہ اس کے باطن کا اسی قدر حصہ بادشاہوں سے زنگ آلودہ ہو چکا تھا۔ اس لئے کاٹ ڈالا ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ نے مدت تک (غالباً چھ سال تک) بیت المقدس اور شام میں سقہ کا کام یعنی مشکیزہ کاندھے پر ڈال کر لوگوں کو چھ سال تک پانی پلاتے رہے۔ (یہ ان کے مجاہدات و ریاضات کا حصہ تھا) حتیٰ کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے آ کر آپ کو آبِ زلال (شفاف پانی) سے سیراب کیا۔ یہ سب مقبولیت اسی وجہ سے تھی۔

﴿مراۃ الاسرار﴾

حضرت شیخ بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

حضرت بشر بن حارث بن عبدالرحمٰن، آپ کی کنیت ابونصر ہے آپ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کئی سال پہلے انتقال کیا۔ لوگ آپ کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ محترم اور بزرگ سمجھتے تھے۔ جب واثق کے دور میں خلق قرآن کا فتنہ دوبارہ جاگا اس وقت آپ خانہ نشین ہو گئے تھے۔ آپ اس فتنہ خلق قرآن پر سخت افسوس کا اظہار کیا کرتے۔

حضرت بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں اپنے گھر داخل ہوا تو وہاں ایک شخص کو پایا۔ میں نے اس سے کہا تو کون ہے اور میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں کیوں داخل ہوا ہے۔ اس نے جواب دیا میں تمہارا بھائی خضر (علیہ السلام) ہوں۔ میں نے عرض کیا میرے حق میں دعا کریں۔ انہوں نے کہا خدا اپنی اطاعت تمہارے لئے آسان کر دے۔ میں نے دوبارہ کہا کہ میرے لئے اور دعا کریں۔ انہوں نے کہا خدا اس اطاعت گزاری پر بھی پردہ ڈال دے۔

﴿نفحات الانس، رسالہ قشریہ﴾

حضرت محمد بن سماک رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد بن سماک رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہو گئے تو ہم آپ کا قارورہ ایک عیسائی طبیب کے پاس لے چلے۔ جب ہم حیرہ اور کوفہ کے درمیان پہنچے تو ہمیں خوبصورت چہرے والا، نفیس مہک والا اور صاف ستھرے کپڑوں والا ایک شخص ملا۔ وہ پوچھنے لگا کہاں کا ارادہ ہے۔ ہم نے جواب دیا فلاں طبیب کے پاس ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ کا قارورہ لے کر جا رہے ہیں۔ یہ سن کر وہ بولا سبحان اللہ! اللہ کے ولی کے لئے اللہ کے دشمن سے مدد لینے جا رہے ہو۔ یہ بوتل (قارورہ والی) زمین پر دے مارو اور ابن سماک کے پاس واپس جاؤ اور انہیں یہ کہو کہ اپنا مقام درد پر رکھ یہ پڑھے:۔

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۝

ترجمہ: حق کے ساتھ ہی ہم نے اسے نازل کیا اور حق کے ساتھ ہی وہ نازل ہوا۔

یہ کہہ کر وہ شخص غائب ہو گیا پھر ہم اسے دیکھ نہ سکے۔ ہم حضرت ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہیں سارا واقعہ سنایا۔ انہوں نے درد کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر اس آدمی کا بتلایا ہوا کلام پڑھا۔ بس پڑھنے کی دیر تھی کہ شفا ہو گئی۔ پھر حضرت ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ وہ آدمی حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تھے۔

﴿جامع کرامات اولیاء، جلد اول﴾

حضرت سید شاہ محمد عبدالحی چاٹگامی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

آپ نے خود فرمایا کہ مجھے بعالم خواب حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ انسانی محنت اللہ تعالیٰ کے علم کو ختم نہیں کر سکتی۔ اس قدر محنت میں کیا آپ اپنے تئیں ہلاک کر دیں گے۔ اچھا آپ منہ کھولئے! میں نے منہ کھول دیا۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے اپنا لعاب دہن مبارک میرے منہ میں ڈالا جس سے ایک حلاوت اور لذت مجھے حاصل ہوئی۔ پھر یکا یک میں خواب سے بیدار ہوا۔ اس وقت مجھ پر عجیب حالت طاری تھی۔

حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے آپ کے ساتھ یہ معاملہ فرمایا تو اس کے بعد آپ کا مبلغ علم کچھ اور ہی ہو گیا۔ مضامین علمیہ کی مشکلیں اور دشواریاں آسان ہونے لگیں۔ فنون علمیہ کی ادق کتابیں اور مسائل نہایت آسان ہو گئے آپ کی قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ کسی کتاب کو ایک دفعہ دیکھ لینے پر اس کا مضمون سات برس تک آپ کے حافظہ میں بالکل محفوظ رہ جاتا آخری زمانہ میں آپ کی یہ حالت تھی کہ کسی کتاب کو نظر اٹھا کر دیکھتے نہ تھے۔ الماریاں بھری رہتی تھیں۔ اہل علم مشکلات علمی حل کرانے حاضر ہوتے تو بیٹھے بیٹھے یہ فرمادیا کرتے کہ فلاں کتاب لے آؤ اور فلاں مقام پر فلاں صفحہ سے پڑھو۔ ﴿سیرت فخر العارفین حضرت سید شاہ محمد عبدالحی چاٹگامی﴾

حضرت شیخ احمد کھٹو گجراتی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

آپ حضرت بابا اسحاق مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید، شاگرد، خلیفہ اور جانشین تھے اور بلند پایہ کے بزرگ تھے اور ''فقر ایک خزانہ ہے اللہ کے خزانوں میں سے'' کے مصداق شاہانہ تصرفات عمل میں لاتے تھے بابا اسحاق کے وصال کے تین دن بعد آپ چلہ میں بیٹھ گئے اور چالیس دنوں میں چار دانے کھجور کے کھائے۔ چند روز بعد سفر پر روانہ ہو گئے۔ حرمین شریفین کی زیارت کے بعد ہندوستان آکر دہلی میں سکونت اختیار کی۔ جب ۸۰۱ ہجری میں امیر تیمور نے دہلی پر حملہ کیا اور اس پر قبضہ کر لیا تو کچھ لوگ گرفتار ہوئے اور قید میں ڈال دیئے گئے ان میں شیخ احمد بھی تھے۔ اس زمانے میں دہلی میں قحط پڑا قیدی بھوکے مرنے لگے۔ شیخ احمد جس مکان میں قید تھے وہاں چالیس قیدی اور بھی تھے۔ شیخ احمد عالم غیب سے روزانہ ایک ایک روٹی حاصل کر کے ہر ایک قیدی کو دیتے رہے۔ جب لوگوں نے آپ کی اس کرامت کا تذکرہ امیر تیمور سے کیا تو اس نے آپ کو اور چالیس ساتھی قیدیوں کو طلب کیا۔ آپ سے معذرت کی اور سب کو رہا کر دیا۔ شیخ احمد وہاں سے سمرقند گئے پھر آپ نے خراسان جا کر مشائخ کی زیارت کی اور چند روز بعد گجرات واپس آ گئے۔ نواب مظفر خان جو سلطان محمود کی جانب سے

وہاں کا حاکم مقرر ہوا ان کی رحلت کے بعد وہاں کا بادشاہ بن گیا وہ شیخ احمد سے بہت اعتقاد رکھتا تھا۔ سلطان مظفر کی وفات کے بعد اس کا پوتا سلطان احمد تخت نشین ہوا۔ وہ بھی حضرت شیخ احمد سے بڑی نیاز مندی سے پیش آتا اور پھر ان کا مرید ہو گیا۔ ایک دن سلطان احمد نے اپنے شیخ احمد سے عرض کیا کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ شیخ نے فرمایا اچھا ہم حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے کہیں گے دیکھیں کیا جواب دیتے ہیں۔ جب حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو ان سے کہا گیا کہ سلطان احمد آپ کی زیارت کا شوق رکھتے ہیں ان سے ملاقات کیجئے۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا بادشاہ سے کہہ دیں کہ ریاضت کریں اس کے بعد آپ کے حجرہ میں اس سے ملاقات کروں گا۔ سلطان احمد نے چلہ کیا۔ شیخ احمد حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے فرمایا ایک چلہ اور کرے تا کہ ہر قسم کی آلودگی سے پاک ہو جائے۔ بادشاہ نے دوسرا اور پھر حکم کی تعمیل میں تیسرا چلہ بھی کیا۔ اس کے بعد سلطان احمد جمعہ کی نماز کے بعد شیخ احمد کے حجرہ میں حاضر ہوئے تو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ بہت سی باتوں کے بعد سلطان نے عرض کیا کہ عجائبات عالم میں سے کچھ دکھائیں۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ دریائے سارمتی کے کنارے جہاں اب صحرا ہے ایک بہت بڑا شہر آباد تھا جسے آبادان باد کہتے تھے۔ اس شہر کے لوگ بہت خوشحال تھے۔ ایک دن مجھے بھوک لگ رہی تھی میں (خضر علیہ السلام) نے کچھ رقم حلوائی کو دے کر کہا کہ حلوہ دو۔ اس نے کہا آپ درویش معلوم ہوتے ہیں میں آپ سے کچھ نہیں لیتا آپ جس قدر حلوہ چاہیں اٹھا لیں۔

اسی طرح دوسری مرتبہ بھی اس نے رقم لینے سے انکار کر دیا اور حلوہ مفت دے دیا۔ غرضیکہ اس شہر میں اس قدر صاحب ثروت اور باہمت لوگ بستے تھے۔ چند صدیوں کے بعد جب میرا وہاں سے گزر ہوا تو وہاں نہ شہر تھا نہ شہر کے لوگ۔ وہاں ایک بوڑھا آدمی دیکھا جس کی عمر ڈیڑھ سو سال تھی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے کہا میں نے صرف یہی سنا ہے کہ یہاں ایک شہر آباد تھا۔ جس کا نام

آبادان بادتھا۔ تو یہ ہے دنیائے دوں کا مال۔ سلطان احمد نے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے کہا اگر آپ حکم دیں تو میں وہاں از سرنو ایک شہر آباد کردوں۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے اجازت تو دے دی مگر کہا شرط یہ ہے کہ سب سے پہلے ایسے چار آدمی پیدا کرو جن کا نام احمد ہو اور جن سے عصر کی سنتیں کبھی قضا نہ ہوئی ہوں۔ اس کے بعد ان چار آدمیوں کی اتفاق رائے سے شہر آباد کرو۔ اور اس کا نام احمد آباد رکھو۔ ولایت گجرات میں صرف دو آدمی ایسے دستیاب ہو سکے۔ ایک قاضی احمد دوسرے ملک احمد لیکن دو اور نہیں ملتے تھے۔ اس وقت شیخ احمد کھٹو نے فرمایا کہ ایک میں ہوں۔ اس کے بعد سلطان احمد نے کہا چوتھا میں ہوں مجھ سے عصر کی سنتیں کبھی قضا نہیں ہوئیں۔ لہٰذا چاروں احمد اکٹھے ہوئے اور دریائے سارمتی کے کنارے جا کر جس جگہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے نشاندہی کی تھی ذیقعدہ ۸۲۳ ہجری میں شہر احمد آباد کی بنیاد رکھی گئی اور تین سو ساٹھ محلے تیار کر کے اس کے گرد قلعہ تیار کر دیا گیا۔ ﴿مراۃ الاسرار﴾

شیخ ابو محمد بن کیش رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

شیخ کی اکثر اوقات حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ ان کے ایک مال دار دوست نے ان سے ایک دن کہا یا اخی! میرے لئے تم سے کوئی حصہ نہیں ہے۔ شیخ نے فرمایا مسئلہ کیا درپیش ہے کہنے لگا تم ایک دن میری ملاقات حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے کروا دو اور تم حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے سوال کرو کہ وہ میرے لئے ظاہر ہو جائیں یہاں تک کہ میں ان کو دیکھ لوں۔ شیخ نے فرمایا کہ میں ان سے کہہ دوں گا آپ سے ملاقات کریں۔ چنانچہ آپ نے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے کہا کہ میرے فلاں دوست آپ کی ملاقات کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے جواباً فرمایا کہ تمہارا دوست نہیں چاہتا کہ مجھے دیکھے۔ شیخ نے کہا سبحان اللہ! اس نے تو مجھ سے ایسا ہی کہا ہے۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس سے کہہ دو کہ میں بروز جمعہ اس کی ملاقات کے لئے آؤں گا۔ جب جمعہ کا دن آیا تو اس نے جلدی سے گیہوں کا گٹھا کھولا اور جمعہ کے وقت تک اس میں سے فقراء کو تقسیم کرتا رہا یہ شکریہ کے

طور پر تھا کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے اس کی درخواست قبول فرمائی ہے۔ پھر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ وضو کیا اور مصلیٰ پر بیٹھ کر ذکر اللہ کرنے لگے اور وعدے کے منتظر رہے۔ اتنے میں ایک شخص نے دروازے پر دستک دی۔ اس نے لونڈی سے کہا دیکھو دروازے پر کون آیا ہے۔ وہ نکلی تو دیکھا کہ ایک آدمی پھٹے پرانے کپڑے پہنے کھڑا ہے۔ اس شخص نے لونڈی سے کہا کہ تم اپنے مالک سے کہہ دو کہ ایک شخص تم سے ملنا چاہتا ہے۔ لونڈی نے جب اندر خبر کی تو مالک نے پوچھا وہ آنے والا شخص کیسا ہے۔ اس نے بتایا کہ پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ایک مسکین سا آدمی ہے۔ اس نے سنا ہو گا کہ گندم تقسیم ہوئی ہے۔ وہ بھی گندم مانگنے آیا ہو گا مالک نے سن کر کہا کہ اس سے کہہ دو کہ نماز کے بعد آنا۔ لونڈی نے یہ بات اس سے کہہ دی اور وہ چلا گیا۔ نماز کے بعد اس شخص کی ملاقات ابن کیش رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تو اس نے کہا کہ میں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے انتظار میں بیٹھا رہا لیکن آج ان سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ ابن کیش نے کہا اے قلیل التوفیق! حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تو وہی تھے جن کی طرف لونڈی کو بھیجا تھا یہ کہہ کر کہ ان سے کہہ دو نماز کے بعد آنا۔ ابن کیش نے ان سے کہا کہ تم چاہتے ہو کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کو دیکھوں اور تمہارے دروازے پر حجاب ہو۔ انہوں نے کہا جتنی لونڈیاں میرے پاس ہیں وہ سب لوجہ اللہ آزاد ہیں۔ اس کے بعد اس کی یہ کیفیت ہو گئی کہ جب کوئی دروازہ کھٹکتا تو یہ خود اس کی طرف نکلتے تھے۔ ﴿روح الریاحین فی حکایات الصالحین﴾

حضرت میر سید امیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

میر سید امیر بن سید نظام الدین کا شمار کاملین اولیاء اللہ میں ہوا ہے۔ ظاہری علوم کی تحصیل کے بعد میر سید علاؤ الدین جاوری کی خدمت میں جا کر مرید ہو گئے اور میر سید علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ، شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے اکمل خلفاء میں سے تھے۔ میر سید امیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات ان کی تصانیف سے ظاہر ہیں۔

اپنے ایک رسالہ میں لکھتے ہیں کہ علوی فقیر محمد امیر ماہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کلمات طالبانِ عشق کے مراتب میں بر سنن طریق الوصل سلطان فیروز

شاہ کے عہد حکومت میں جمع کیے اور اس رسالہ کا نام ''رسالۃ المطلوب فی عشق المحجوب'' رکھا۔ اس رسالہ میں لکھتے ہیں اے عزیز حضرت آدم علیہ السلام کو سلطانِ عشق نے اس دن منہ دکھایا جب وہ بہشت سے باہر نکالے گئے اور دنیا میں تنہا چھوڑ دیئے گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو سلطانِ عشق کے طوفان کے اندر کشتی میں منہ دکھایا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکتے وقت، حضرت یعقوب علیہ السلام جب ان سے حضرت یوسف علیہ السلام جدا ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب وہ بازار مصر میں سترہ درہم میں فروخت ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت جب وہ مصر سے باہر نکلے اور فرعون ان کے پیچھے دوڑا آ رہا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب ان کی انگوٹھی گر گئی اور ان کے مالک سے باہر جا پڑی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو جب ان کے سر پر آرا چلایا گیا اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اس روز سلطان عشق نے منہ دکھایا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت حسین بن منصور حلاج کو اس روز جب انہیں تختہ دار پر چڑھایا گیا۔ حضرت عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس وقت جب بوریا میں لپیٹ کر آگ میں پھینکا گیا اور اس رسالہ کے جمع کرنے والے کو اس روز جب خطہ بھڑائچ پر حملہ ہوا۔

لکھتے ہیں کہ میں سپہ سالار سعد الدین مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے پائتی کتاب فرحت العاشقین کے مطالعہ میں مشغول تھا۔ اسی وقت حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ آپ نے ایک عالم کی صورت میں ہوا میں کھڑے ہو کر فرمایا: ''اے فرزند ہوشیار ہو جاؤ کہ لشکر عشق دوڑا ہوا آ رہا ہے''۔ اسی ہفتہ کے اندر کفار کے لشکر نے جمع ہو کر بھڑائچ پر حملہ کیا اور گھروں کو جلا دیا۔ خانقاہ میں بھی چند آدمی شہید ہو گئے اور اس فقیر کو بھی زدوکوب کیا۔ بلکہ عشق کی ضربیں منہ پر پڑیں جیسا کہ چاند کے منہ پر ہیں۔ اس وجہ سے وہاں سے ہجرت کر کے اودھ آ گئے۔ آپ شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے میر سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت تک زندہ رہے۔ سید اشرف

ابو جعفر امیر ماہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس درویش نے دیکھا تھا۔ سالار مسعود غازی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر اور حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت میں سید ابو جعفر امیر ماہ اور یہ درویش (جہانگیر سمنانی) یکجا تھے۔ ہم حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے اکثر مشائخ کے حالات اور مقاماتِ مشیخت کے متعلق دریافت کرتے تھے۔ اس وقت حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے ساتویں مرتبہ دانت از سرِ نو نکل آئے تھے۔ ﴿مرۃ الاسرار﴾

شیخ ابوبکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

منقول ہے کہ شیخ ابوبکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہو کر میزاب رحمت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک پُرسکون شخص بنی شیبہ دروازہ سے ان کے پاس آیا اور سلام وعلیک کر کے ان سے کہا کہ آپ مقام ابراہیم میں جا کر کیوں نہیں بیٹھتے۔ وہاں ایک جماعت حدیث نبوی سن رہی ہے اور ایک بوڑھا شخص بیان کر رہا ہے جس کی روایات صحیح اور اسناد بچی ہیں۔ حضرت ابوبکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا وہ اسناد سے بیان کر رہا ہے اور میں اس کے استاد سے بیان سن رہا ہوں۔ اس شخص نے دریافت کیا کس سے سن رہے ہو؟ حضرت ابوبکر نے جواب دیا میرا قلب اللہ تعالیٰ سے براہ راست سن رہا ہے۔ اس شخص نے کہا اس کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے۔ حضرت ابوبکر نے کہا ثبوت یہ ہے کہ تو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ہے۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کو بڑی حیرت ہوئی کہ مجھے تو یہ خیال تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کے کل دوستوں کو جانتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ کے ایسے بھی دوست موجود ہیں جن کو میں نہیں جانتا مگر وہ مجھے جانتے ہیں۔

﴿مناقب رومی﴾

حضرت احمد بن حسن معلم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

آپ حضرت محمد جمل اللیل کے بھائی، مشہور سادات، عارف باللہ اور عامل علماء میں شمار کیے گئے ہیں۔ آپ نے جب حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے احوالِ عظیمہ کے متعلق سنا تو رب کریم کی بارگاہ اقدس میں التجا کی کہ میری ملاقات حضرت سیدنا

خضر علیہ السلام سے کرائی جائے تا کہ میں ان کی خوشبو کی مہکوں سے اپنے مسام کو معطر کر لوں۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ دوپہر کے وقت آپ ایک غار میں تشریف لائے تو وہاں انہیں ایک بدوی ملا جو دیر تک بیٹھا رہا مگر باتیں بہت کم کیں۔ آپ کو اس سے بہت اُنس ہوا۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ کوئی عظیم المرتبت ہستی ہے۔ جب وہ اچانک غائب ہو گئے تو اس غار میں عجب سی مہک اُٹھی۔ اب انہیں یقین ہو گیا کہ یہی حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ہیں۔ اس کے فوراً بعد وادی کے لوگوں سے ان کے متعلق پوچھا۔ وہ بولے یہاں آپ کے سوا کوئی نہیں آیا نہ گیا ہے۔ اس کے بعد جب آپ اپنے مرشد حضرت عبدالرحمٰن سقاف رحمۃ اللہ علیہ سے ملے اور انہیں یہ ماجرا سنایا تو انہوں نے فرمایا وہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ہی تھے۔ اب ان سے ملاقات کی برکات آپ کو ملیں گی۔

﴿جامع کرامات اولیاء، جلد دوم﴾

حضرت احمد بن ابوالفتح حکمی مقری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

آپ نزیل مکہ مشرفہ تھے۔ آپ شیخ و امام ہیں۔ تصوف کی تعلیم بہت سے عظیم المرتبت اولیاء کرام اور علماء حق سے حاصل کی۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ عالم بیداری میں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے میری ان پانچ مشائخ کرام سے ملاقات کرائی۔ شیخ عبداللہ بن اسعد یافعی، شیخ احمد بن موسیٰ عجیل، شیخ اسماعیل بن محمد حضرمی، شیخ محمد بن ابوبکر حکمی اور شیخ محمد بن حسین رحمہم اللہ اجمعین۔ یہ سب حضرات جناب خواجہ عواجہ کے ساتھی تھے۔ مجھے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا آگے بڑھیئے اور اپنے مرشد اور دادا محمد بن ابوبکر حکمی سے پڑھیئے۔ حضرت دادا نے مجھے فرمایا میرے پاس آؤ۔ میں ان کی خدمت میں سامنے بیٹھ گیا۔ تو فرمایا پڑھو۔ میرے ہاتھ میں امام ابوالقاسم قشیری کا ''رسالہ قشیریہ'' تھا۔ میں نے ایک ہی مجلس میں یہ ساری کتاب آپ کے سامنے پڑھ ڈالی۔ یہ آپ نے خود اپنے رسالہ میں لکھا ہے۔ آپ چودہ رجب ۱۰۴۴ہجری کو مکہ مکرمہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے نکلے۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر بیمار ہو گئے اور اسی سال ۲۹ رجب کو وصال ہوا بقیع میں دفن ہوئے۔ ﴿جامع کرامات اولیاء، جلد دوم﴾

حضرت عبدالعزیز بن عبدالسلام المعروف عزالدین السلمی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

آپ کے صاحبزادہ روایت کرتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے ایک مرتبہ مجھ سے بیان فرمایا کہ میں اپنے ابتدائی دور میں ایک دن سونے اور جاگنے والے کی حالت کے درمیان تھا لیکن زیادہ جاگنے کی حالت تھی۔ اچانک ایک آواز سنائی دی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ تو ہم سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور ہماری صفت اپنے اندر پیدا نہیں کرتا اور نہ ہمارے اخلاق اپناتا ہے۔ مجھ پر اسمائے حسنیٰ پیش کئے گئے اور کہا گیا میں رؤف رحیم ہوں۔ تو بھی رؤف و رحیم بن جا اور جس پر رحمت کرسکتا ہے اس پر کر۔ میں ستار ہوں تو بھی لوگوں کے لئے ستار بن۔ اپنے عیب کے اظہار اور اپنے گناہوں کے اعلان سے بچنے کی کوشش کر۔ کیونکہ عیبوں کا لوگوں سے تذکرہ کرتے پھرنا اللہ علام الغیوب کو ناراض کر دیتا ہے۔ میں حلیم ہوں۔ لہٰذا جو تجھے اذیت پہنچائے اس پر نرمی کر۔ میں لطیف ہوں اور ہر اس پر مہربانی و لطف کر جس پر لطف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ میں بیشک اپنے بندوں پر لطیف ہوں۔ آپ حضرات اولیائے کرام کے گروہ کو حضرات بقضائے کرام کے گروہ پر فضیلت دیا کرتے تھے اور فرماتے کہ اس کی خبر (جن معاملات کا ذکر ہوا) مجھے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے دی ہے۔ ﴿جامع کرامات اولیاء، جلد دوم﴾

حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

آپ کا شمار اکابر صوفیاء میں ہوتا ہے۔ آپ ہمیشہ فاقہ کشی کے عالم میں شب بیداری کرتے رہے اور یہ تمام چیزیں عہد طفولیت ہی سے آپ کے حصہ میں آئی تھیں۔ فرمایا میں نے خواب میں ابلیس سے پوچھا کہ تیرے نزدیک سب سے زیادہ پریشان کون سی شئے ہے۔ اس نے کہا کہ بندے کا خدا کے ساتھ راز و نیاز۔ ایک مرتبہ میں نے ابلیس کو پکڑ کر پوچھا کہ جب تک تو خدا کی وحدانیت کے متعلق نہیں بتائے گا میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ چنانچہ اس نے اس قدر تشریح کے ساتھ معارف وحدانیت بیان کئے کہ اس انداز میں کوئی عارف بھی بیان نہیں کرسکتا۔

فرمایا ایک بار میں حرم شریف میں طواف کعبہ میں مشغول تھا میں نے دو شخصوں کو ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے دیکھا جو باہم کہہ رہے تھے کہ "یاحیی یانور روح سمع اذان قلبی یا کھا روح بصر عیون قلبی بحق الفعول علیك یا مروح الارواح"۔

میں ان دونوں حضرات کے درمیان کھڑا ہو گیا اور سلام کر کے کہا کہ میں نے آپ کی دعا سن لی ہے اور اس کے کلمات یاد کر لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ یہ تو بتایئے آپ لوگ ہیں کون؟ ان میں سے ایک صاحب نے فرمایا میں خضر (علیہ السلام) ہوں اور یہ میرے بھائی حضرت الیاس علیہ السلام ہیں۔ اور فرمایا جب تم نے ان کلمات کو یاد کر ہی لیا ہے تو تمہیں کسی چیز کے فوت ہو جانے کا اندیشہ نہیں ہونا چاہیے۔ مگر یاد رہے دنیا کی کسی ضرورت میں اسے ہرگز نہ پڑھنا۔ ﴿تذکرۃ الاولیاء، روض الریاحین﴾

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

شیخ ابو بکر کتانی قدس سرہٗ کہتے ہیں کہ ایک بار شیخ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ سفر سے واپس آئے تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ سفر میں آپ نے کیا کیا عجائبات مشاہدہ کیے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ اے ابراہیم! تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری صحبت میں رہوں۔ میں نے کہا نہیں! انہوں نے پوچھا آخر کیوں؟ میں نے کہا خداوند قدوس غیور ہے، رشک کرنے والا ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میرا دل تم میں نہ لگ جائے اور میں اپنے رب سے غافل ہو جاؤں حضرت شیخ الاسلام عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مجھ سے شیخ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ نے چند باتیں (بطور نصیحت) کہی ہیں۔ وہ یہ کہ اگر حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے تمہاری ملاقات ہو تو توبہ کرنا۔ اگر تم ایک رات میں اپنے ٹھکانے سے مکہ مکرمہ بھی پہنچ جاؤ تو اس سے توبہ کرنا یعنی حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے کنارہ کش رہنا۔ ﴿نفحات الانس﴾

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے جنگل میں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کو مرغ کی طرح اُڑتے ہوئے دیکھ کر اس نیت سے اپنا سر جھکا لیا کہ کہیں

میرے توکل میں فرق نہ آ جائے۔ اس عمل کے بعد حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے نیچے اتر کر مجھ سے فرمایا کہ اگر تم میری جانب دیکھ لیتے تو تم سے ملاقات کر نے نہ اُترتا۔ اور جس وقت میرے پاس تشریف لائے تو میں نے توکل کی حفاظت میں انہیں سلام تک نہیں کیا۔

﴿تذکرۃ الاولیاء﴾

ایک بار حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ دوران سفر شدت پیاس سے مغلوب بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ آنکھ کھلی تو دیکھا ایک حسین و جمیل مردان کے چہرے پر پانی چھڑک رہا ہے۔ وہ ایک شاندار گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے انہیں پانی پلایا اور انہیں اپنے ہمراہ لے لیا۔ حضرت ابراہیم نے تھوڑی دیر کے بعد خود کو مدینہ طیبہ میں پایا۔ گھڑ سوار نے کہا اب تم جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کہنا کہ آپ کے بھائی حضرت خضر (علیہ السلام) نے سلام عرض کیا ہے۔

﴿روض الریاحین﴾

آپ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ عالم رویا میں یہ ندا کی کہ یوسف بن حسین سے کہہ دو کہ تم راندہ درگارہ ہو چکے ہو لیکن بیداری کے بعد یہ خواب بیان کرتے ہوئے ان سے مجھے ندامت ہوئی۔ لیکن دوسری شب پھر یہی خواب دیکھا اور تیسری شب مجھے تنبیہ کی گئی کہ اگر تم نے یہ خواب ان سے بیان نہ کیا تو تمہیں زندگی بھر کے لئے سزا میں مبتلا کر دیا جائے گا۔ چنانچہ جب خواب بیان کرنے کی نیت سے آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے حکم دیا کہ کوئی عمدہ سا شعر سناؤ۔ اور جب میں نے ایک شعر سنایا تو آپ اس قدر روئے کہ آنکھوں سے خون جاری ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ شاید اسی لئے لوگ مجھے زندیق کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ میں مردود بارگاہ ہوں قطعاً درست ہے۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر حیرت زدہ ہو گیا اور اسی ادھیڑ بن کیفیت میں جنگل کی طرف نکل گیا۔ جب وہاں پہنچا تو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ عشق الٰہی کے گھائل ہیں اور ان کا مقام اعلیٰ علیین میں ہے اور خدا کی راہ میں ایسا ہی مقام حاصل بھی کرنا چاہیے کہ تنزل کے بعد بھی علیین میں رہیں کیونکہ وصول الٰہی اللہ کے بعد اگر

بادشاہی نہیں تو وزارت تو مل ہی جاتی ہے۔ ﴿تذکرۃ الاولیا﴾

شیخ عبدالوہاب المتقی القادری الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

آپ نے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے ملاقات کے بارے میں ایک مرتبہ ذکر کیا۔ فرمایا کہ میں بچپن کے زمانے میں اپنے والد محترم کے ہمراہ علاقہ مندو کے حادثات اور انقلاب میں کہیں گم ہو گیا اور ہم مارے مارے اس جنگل میں جا پہنچے جہاں کھانے پینے کی کوئی چیز میسر نہ تھی۔ میں بھوک کی وجہ سے رونے لگا تو والد صاحب نے کہا، تھوڑی دیر صبر کرو کھانا تیار ہے۔ لیکن ان باتوں سے مجھے کوئی فائدہ نہ ہوا جب رات ہوئی تو شیر و بھیڑیا کے خوف سے ہم نے درخت پر رات گزاری۔ صبح کو اُٹھ کر دیکھا تو اس درخت کے نیچے میٹھے پانی کا چشمہ پایا۔ ہم کو دیکھ کر وہیں ایک نورانی صورت بوڑھے نے اپنی بغل سے دو گرم روٹیاں نکال کر ہم کو دیں۔ اس درخت کے قریب ہی ہم کو ایک گاؤں کی آبادی کے اثرات بھی معلوم ہوئے۔ چنانچہ وہ روٹی کھا کر اور چشمے کا میٹھا پانی پی کر ہم آبادی کی جانب روانہ ہوئے۔ گاؤں میں پہنچ کر ہم بڑے خوش ہوئے۔ پھر اس آدمی اور چشمہ کو دوبارہ دیکھنے کے شوق میں ہم گاؤں سے اس درخت کے پاس جب پہنچے تو وہاں نہ وہ چشمہ موجود تھا اور نہ وہ بوڑھا شخص۔ ہم حیران و پریشان ہوئے اور آخرکار معلوم ہوا کہ وہ بوڑھا شخص دراصل حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تھے جو ہماری امداد کے لئے وہاں ظاہر ہوئے تھے۔ ﴿اخبار الاخیار﴾

حضرت بلال خواص رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

حضرت بلال خواص رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں میں صحرائے بنی اسرائیل میں تھا کہ ایک آدمی میرے ساتھ اچانک چلنے لگ گیا۔ میں حیران ہوا یہ کون ہے۔ مجھے الہام ہوا کہ یہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے حق کی قسم دیتا ہوں ارشاد فرمائیں آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا آپ کا بھائی حضرت خضر (علیہ السلام) ہوں۔ میں نے کہا میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمانے

لگے پوچھیے۔ میں نے کہا امام حضرت شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمانے لگے وہ اوتاد میں شامل ہیں۔ میں نے کہا حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا وہ صدیق ہیں۔ پھر میں نے پوچھا حضرت بشر بن حارث حافی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا وہ اپنے پیچھے اپنے جیسا کوئی نہیں چھوڑ گئے۔ آخر میں حضرت بلال خواص رحمۃ اللہ علیہ پوچھتے ہیں کہ میں نے کس کے وسیلے سے آپ کے ساتھ ملاقات پائی۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا یہ تمہاری والدہ کی دعا کی برکت تھی۔

﴿جامع کرامات اولیاء، جلد دوم﴾

حضرت ابوالبیان بنا بن محمد بن محفوظ قرسی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

حضرت بطائحی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالبیان اور حضرت رسلان (رحمۃ اللہ علیہم) کو جامع مسجد دمشق میں اکٹھا دیکھا۔ میں نے رب کریم سے دعا کی کہ وہ مجھے دیکھ نہ سکیں۔ میں ان کے پیچھے چل پڑا۔ وہ عاروم میں جا پہنچے اور باتیں کرنے لگ گئے۔ اچانک ایک شخص پرندے کی طرح اُڑتا ہوا آیا اور بیٹھ گیا۔ مریدوں کی طرح ہم لوگ (تینوں حضرات) اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ وہ دونوں اس سے مختلف باتیں پوچھتے رہے۔ ایک سوال یہ تھا کہ کیا سطح زمین پر کوئی ایسا شہر بھی ہے جو آپ نے نہیں دیکھا؟ انہوں نے فرمایا ایسا کوئی شہر نہیں ہے۔ پھر پوچھا کیا دمشق جیسا شہر آپ نے دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ایسا کوئی شہر نہیں ہے۔ وہ دوران گفتگو انہیں یا ابا العباس کہہ کر خطاب کرتے تھے۔ میں سمجھ گیا یہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ہیں۔

﴿جامع کرامات اولیاء، جلد دوم﴾

حضرت سید احمد بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

حضرت سیدی احمد بن ادریس قدس سرہٗ کو اللہ تعالیٰ نے مواہب محمدیہ، علوم دینیہ اور ظاہری دنیا میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت و اجتماع سے نواز رکھا تھا وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سب کچھ حاصل کرتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ

نفیس آپ کو شاذلی طریقہ کے اوراد بتائے تھے۔ لہٰذا آپ نبی کریم کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد، اویسی اور مرید خاص تھے۔ اور آپ کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو تمہاری طرف آئے گا میں اسے کسی اور کی ولایت اور کفالت میں نہیں دوں گا بلکہ خود اس کا والی و کفیل ہوں گا۔

حضرت احمد بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ میں ظاہری وصوری طور پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور حضرت سیدنا خضر علیہ السلام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ مجھے سلسلہ شاذلیہ کے اذکار سکھائیں۔ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں مجھے اذکار تلقین فرمائے۔ پھر انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے خضر علیہ السلام! انہیں وہ ذکر سکھائیں جو سب اذکار، درودوں اور استغفار کا جامع ہو اس کا ثواب افضل ہو، اور عدد زائد ہو۔ انہوں (خضر علیہ السلام) نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون سا ذکر ہے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پڑھیے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فِیْ كُلِّ لَمْحَةٍ وَّنَفَسٍ عَدَدَ مَا وَسِعَهٗ عِلْمُ اللّٰهِ ○

ترجمہ: یہ کلمہ ہر لمحہ اور ہر سانس میں اتنی تعداد میں ہو جتنا اللہ کریم کا علم وسیع ہے۔

حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے یہ کلمہ پڑھا۔ پھر میں نے ہر دو حضرات کے بعد پڑھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ دہرایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ عظیم کا ورد شروع فرمایا اور آخر تک پڑھ کر حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کو فرمایا آپ یہ پڑھیں:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِیْمَ وَالَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ غَفَّارَ الذُّنُوْبِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ○

یہ استغفار کبیر ہے۔ اسے بھی سید کل امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پورا پڑھا۔ میں نے بھی ہر دو حضرات کے بعد پڑھا۔ مجھے انوار اور قوتِ محمدیہ مل گئی اور الٰہی چشمے مجھے عطا ہو گئے۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا احمد! اب تمہیں آسمانوں

اور زمین کی چابیاں مل گئی ہیں یہ ہے ذکر مخصوص اور درودِ عظیم اور استغفار کبیر۔ اسے ایک دفعہ پڑھنا دنیا و آخرت اور مافیہما سے کئی گنا زائد ثواب رکھتا ہے۔ حضرت احمد فرماتے ہیں پھر یہ سب حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا واسطہ مجھے تلقین فرمائے۔ (اب حضرت سیدنا خضر علیہ السلام واسطہ نہ رہے) اب میں اپنے مریدوں کو اسی طرح تلقین کرتا ہوں جس طرح امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تلقین فرمائے تھے۔ ایک دفعہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا اله الا الله محمد رسول الله فی کل لمعة ونفس عدد ما وسعه علم الله '' کا میں نے اے احمد تمہیں خزانہ دے دیا ہے۔ تم سے پہلے یہ کسی نے نہیں پڑھا۔ اپنے مریدوں کو سکھائیں تاکہ درجات میں آگے بڑھیں۔ آپ فرمایا کرتے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے الفاظ کے ساتھ مجھے اوراد لکھائے ہیں۔

﴿جامع کرامات اولیاء، جلد دوم﴾

حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

سلطان المشائخ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ واصلان حق میں سے تھے۔ کعبۃ اللہ کے قریب ان کی ملاقات حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے ہوئی۔ انہوں نے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے بخشش (کی دعا) چاہی تو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے ان کو مسبعات عشر سکھلائے۔

﴿سیر الاولیا﴾

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا عمل:

سلطان المشائخ نے فرمایا جو کوئی ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد دس رکعتیں صلوٰۃ الخضر اس طرح ادا کرے کہ ان دس رکعتوں میں قرآن مجید کی آخری دس سورتیں پڑھے اس کی ملاقات حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے ہو جاتی ہے۔ ﴿سیر الاولیاء﴾

سلطان المشائخ نے فرمایا کہ ایک بزرگ پانی پر مصلیٰ بچھا کر نماز ادا کر رہے تھے اور یہ کہتے کہ اللہ! حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کبیرہ گناہ کے مرتکب ہیں انہیں توبہ کی توفیق بخش۔ اُسی وقت حضرت سیدنا خضر علیہ السلام آموجود ہوئے اور فرمایا اے بزرگ! بتا

وہ کون سا گناہ کبیرہ ہے جس کا میں مرتکب ہوا ہوں؟ اس بزرگ نے کہا تم نے ایک درخت جنگل میں لگایا ہے اور اس درخت کے سائے میں آرام لیتے ہو اور کہتے ہو کہ میں نے یہ درخت خدا کے لئے لگایا ہے۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے اسی وقت توبہ و استغفار کیا۔ پھر اس بزرگ نے ترکِ دنیا کے بارے میں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے کہا کہ اس طرح رہو جس طرح میں رہتا ہوں۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے پوچھا کہ تم کس طرح رہتے ہو اور کیا کرتے ہو؟ اس بزرگ نے کہا کہ اگر تمام دنیا مجھ کو دیں اور کہیں کہ قبول کرو، کل قیامت کے دن تم سے اس کا حساب نہ ہوگا اور ساتھ ہی یہ بھی کہیں کہ اگر تم دنیا نہ لو گے تو تمہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تو میں دوزخ کو قبول کروں گا لیکن دنیا قبول نہ کروں گا۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ دنیا کیوں نہیں قبول کریں گے؟ اس بزرگ نے جواب دیا کہ دنیا اللہ تعالیٰ کی مبغوض ہے۔ وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ دشمن جانتا ہے تو میں اس کی بجائے دوزخ کو قبول کروں گا۔ اس لئے کہ میرے نزدیک دوزخ کا قبول کرنا اولیٰ ہے بنسبت دنیا کے قبول کرنے کے۔

﴿سیر الاولیاء﴾

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

سلطان المشائخ (خواجہ نظام الدین اولیاء) فرماتے تھے کہ ابتدا میں حضرت شیخ قطب الدین بختیار رحمۃ اللہ علیہ اوش میں رہتے تھے۔ اس شہر میں ایک ویران مسجد تھی۔ اس مسجد میں ایک منارہ ہے جسے ہفت منارہ کہتے ہیں۔ شیخ قطب الدین کو اپنے بزرگوں سے ایک دعا پہنچی تھی۔ وہ ایک دعا تھی جس کو ہفت دعا کہتے ہیں۔ جو کوئی اس منارے پر چڑھ کر اس دعا کو پڑھتا، ضرور اس کی ملاقات حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے ہوتی۔ الغرض حضرت شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ پر بھی یہ شوق غالب ہوا کہ وہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے ملاقات کریں، چنانچہ وہ ماہ رمضان کی راتوں میں سے ایک رات کو اس مسجد میں گئے، دوگانہ پڑھا اور منارے پر چڑھ کر اس دعا کو پڑھا اور نیچے اُتر آئے۔ جب آپ مسجد سے باہر نکلے تو آپ نے ایک آدمی کو کھڑے ہوئے دیکھا کہ جو آپ کو

آواز دے کر کہہ رہا تھا کہ ایسے بے وقت تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ میں یہاں اس لئے آیا تھا کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے ملاقات کروں، لیکن ان کی ملاقات کی دولت حاصل نہ ہو سکی، اب میں اپنے گھر واپس جا رہا ہوں۔ اس آدمی نے کہا کہ تم حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے مل کر کیا کرو گے، وہ خود سرگرداں ہیں، ان کی ملاقات سے کیا ہوگا۔ اسی بات چیت کے دوران اُس نے پوچھا کہ کیا تم، ان سے دنیا طلب کرنا چاہتے ہو؟ شیخ نے کہا کہ میں اس سے بہتر چاہتا ہوں۔ اس آدمی نے پوچھا کہ کیا تم کو کسی کا قرض دینا ہے؟ شیخ نے کہا کہ میں اس سے بھی بہتر بات چاہتا ہوں۔ اس کے بعد اس آدمی نے کہا کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کو کیا ڈھونڈتے پھرتے ہو۔ پھر اس نے کہا کہ اس شہر میں ایک مرد ہے کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام دس بار اس کے دروازے پر گئے ہیں، مگر شرف ملاقات نہ ہوا۔ یہ دونوں ابھی بات چیت کر ہی رہے تھے کہ اچانک ایک نورانی شکل کے انسان پاکیزہ لباس پہنے ہوئے وہاں آئے۔ جیسے ہی وہ بزرگ تشریف لائے یہ آدمی ان کی انتہائی تعظیم وتکریم بجالایا اور ان کے قدموں میں گرا۔ حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ جب نورانی صورت بزرگ میرے پاس پہنچے تو اس آدمی نے میری طرف رخ کر کے اُن کے آنے والے بزرگ سے کہا کہ یہ درویش کسی کا قرض دار بھی نہیں اور نہ دنیا کا طالب ہے، صرف آپ سے ملاقات کی آرزو رکھتا ہے۔ حضرت شیخ قطب الدین نے فرمایا کہ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ اذان کی آواز آئی۔ ہر طرف سے صوفی اور درویش آنا شروع ہوئے اور جماعت ہونے لگی۔ تکبیرِ اقامت کہی گئی۔ ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور نماز پڑھانے لگا۔ تراویح میں اس نے بارہ پارے پڑھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ شخص زیادہ پڑھتا تو اچھا ہوتا۔ یہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تھے۔ جب نماز ختم ہوگئی تو ہر ایک نے اپنی راہ لی۔ ﴿سیر الاولیاء﴾

حضرت شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیخ بدر

الدین کی حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے ملاقات تھی۔ شیخ بدرالدین کے والد نے ان سے کہا کہ اگر میری بھی ان سے ملاقات کرواؤ تو اچھا ہوگا۔ ایک دن شیخ بدرالدین کی مجلس وعظ میں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام مسجد میں ایک ایسی اونچی جگہ بیٹھے ہوئے تھے جہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ شیخ بدرالدین نے اپنے والد کو دکھایا کہ دیکھئے وہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام بیٹھے ہوئے ہیں۔ شیخ بدرالدین کے والد نے دل میں خیال کیا کہ میں اب اُن کو کیا تکلیف دوں۔ وعظ کے بعد اُن سے ملاقات کروں گا۔ جب وعظ ختم ہوا تو حضرت خواجہ خضر علیہ السلام وہاں سے غائب تھے۔

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ حضرت شیخ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ تھے لیکن جب یہ شہر میں آکر خلق میں مشغول ہوئے تو ان کی وہ ترقی رک گئی۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی ایسے آدمی کو دیکھے جو نظر سے غائب ہو جائے تو یہ قوت صرف حضرت سیدنا خضر علیہ السلام میں ہی ہے۔ ﴿سیر الاولیاء﴾

حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

ایک روز سلطان المشائخ نے فرمایا شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ ستر سال تک شہر میں رہے اور اس طویل عرصے میں آپ کی معیشت کا کوئی مستقل ذریعہ نہ تھا۔ ان کی اولاد اور ان کے متعلقین متوکل تھے اور خوش حال زندگی بسر کرتے تھے۔

سلطان المشائخ یہ بھی فرماتے تھے کہ میں نے ان جیسا اس شہر میں کوئی نہیں دیکھا۔ نیز یہ بھی فرماتے تھے کہ انہیں یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ آج کون سا دن اور کون سا مہینہ ہے اور یہ درہم کون سا درہم ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ عید کا دن تھا کہ شیخ نجیب الدین گھر کی ہر چیز خدا کی راہ میں صرف کر کے نماز ادا کرنے کے لئے گئے۔ جب وہاں سے واپس لوٹے تو چند لوگ بھی آپ کے ساتھ آئے۔ گھر میں واپس آنے کے بعد آپ نے گھر والوں سے پوچھا کہ گھر میں کھانے کے لئے کچھ موجود ہے؟ گھر والوں نے کہا کہ آپ جب نماز کے لئے گئے تو آپ نے گھر کی ہر چیز راہِ خدا میں خرچ

کر دی۔ اب گھر میں کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں۔ آپ نے ان دوستوں سے معذرت کی جو آپ کے ساتھ عید گاہ سے آئے تھے اور بالا خانے پر جا کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اس موقع پر آپ نے دیکھا کہ ایک شخص بالا خانے پر آ رہا ہے اور یہ شعر پڑھ رہا ہے:

بادل گفتم دلا خضر را بینی　　　　دل گفت اگر مرا نماید بینم

یہ شخص کچھ کھانا لایا اور پیش کر کے کہا کہ آپ کے توکل کا نقارہ عرش پر فرشتے بجا رہے ہیں اور آپ اتنی سی بات کے لئے غیر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ نجیب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اپنے لئے دوسروں کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ بلکہ دوستوں کی خاطر اس طرف متوجہ ہوا تھا۔ بعد میں اس شخص نے کہا کہ یہ کھانا اپنے فرزندوں کو دے دو۔ پھر اس شخص نے اس غیبی کھانے سے آپ کے دامن کو بھر دیا۔ آپ بالا خانے سے نیچے آئے اور وہ کھانا اپنے فرزندوں کو پہنچایا لیکن جیسے ہی آپ بالا خانے سے نیچے اُترے وہ شخص غائب ہو چکا تھا۔ وہ آدمی حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تھے۔ ﴿سیر الاولیا﴾

حضرت سیدنا خضر علیہ السلام اور ایک متعلم:

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز فرمایا کہ ایک متعلم تھا جو جمعرات کو مدرسہ سے غیر حاضر ہو جاتا تھا۔ اس کے استاد نے پوچھا کہ کیا بات ہے تم ہر جمعرات کو غیر حاضر ہو جاتے ہو۔ اس نے کہا کہ ہر جمعرات کو میری ملاقات حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے ہوتی ہے اسی وجہ سے ناغہ ہو جاتا ہے۔ استاد نے کہا کسی طرح میری بھی ان سے ملاقات کرا دو۔ متعلم نے کہا میں جا کر حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے پوچھوں گا اگر انہوں نے منظور کر لیا تو لے جاؤں گا۔ جمعرات کے روز جب اس متعلم کی حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو اس نے بہت سماجت کی کہ میرے استاد سے ملاقات کر لیں۔ آخر انہوں نے کہا کہ چھ ماہ کے درمیان میں تمہارے استاد سے ملاقات کر لوں گا۔ متعلم نے اپنے استاد کو آ کر خوش خبری سنائی کہ چھ ماہ کے اندر آپ

سے ملاقات ہو جائے گی۔ استاد منتظر رہے کہ معلوم نہیں کس جاہ و جلال اور عزت و عظمت سے وہ تشریف لائیں گے اور ملاقات ہو گی۔ یکا یک ایک فقیر پھٹا پُرانا گندا کپڑا پہنے، سر جھکائے، ٹیڑھی چھڑی ہاتھ میں لئے خستہ حال تھکا ہوا پہنچا۔ ان لوگوں نے اس کو دیکھ کر نفرت اور حقارت سے ناک بھوں چڑھایا اور ہر طرف سے ''دور کھڑے ہو ہٹ کر کھڑے ہو'' کی آواز نکلی۔ لیکن وہ درویش نزدیک چلا ہی آیا اور پینے کے لئے پانی طلب کیا۔ استاد نے متعلمین کی طرف اشارہ کیا کہ پانی لاکر پلاؤ۔ جب اس کو پانی دیا گیا تو اس نے پانی کا کوزہ توڑ دیا۔ کتاب اور کاغذ سب پانی میں بھیگ گئے۔ لڑکوں نے اس کی بڑی بے عزتی کی اور دھکے دے کر نکال دیا۔ لیکن وہ متعلم یہ سب بیٹھا خاموش دیکھتا رہا۔ چھ ماہ گزرنے کے بعد استاد نے شاگرد سے پوچھا کہ چھ ماہ ہو گئے وعدہ کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام تشریف نہیں لائے، اس متعلم نے کہا وہ آئے تھے لیکن آپ نے انہیں پہچانا نہیں تھا۔ استاد نے پوچھا کب آئے تھے؟ متعلم نے بتایا کہ وہ پھٹا پرانا کپڑا پہنے حقیری صورت بنائے جو ایک درویش آئے تھے اور آپ نے انہیں دور ہی سے روک دیا تھا۔ انہوں نے پانی مانگا اور کوزہ پانی کا ٹوٹ جانے کی وجہ سے کتاب کا غذ لڑکوں کا خراب ہو گیا تھا اور لڑکوں نے اس وجہ سے ان کی بڑی بے عزتی اور توہین کی تھی۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام وہی تھے۔ ﴿جوامع الکلم﴾

فخر اسخیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادری رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت سخی احمد یار صاحب حضرت میاں میر بالا پیر لاہور کے روحانی وارث ہیں۔ آپ مولانا مولوی نور احمد رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ جمال اللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ) کھیالی دروازہ گوجرانوالہ کے مرید ہیں۔ والد ماجد جو ایک ولی کامل تھے کا نام حضرت خواجہ محمد جیون رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ حضرت سخی احمد یار صاحب نے بیعت ہونے کے بعد ایک دن اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں عرض کیا یہ تو ثابت ہے کہ حضور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کو اکثر و بیشتر عالم خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی رہتی ہے۔ کیا کوئی اس ماہ عالمتاب صلی اللہ علیہ وسلم کی حالتِ بیداری میں بھی زیارت کر سکتا ہے؟

مولانا نور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں عاشقوں کے لئے ممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر ہمیشہ تک ایسا ہی رکھے گا جیسا کہ ظاہری حیات میں۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں سخی احمد یار رحمۃ اللہ علیہ ریاضات اور مجاہدات میں مشغول رہتے تھے اور پورے انہماک کے ساتھ منازل سلوک طے کر رہے تھے۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حالتِ بیداری میں زیارت کی غرض سے آپ نے از سر نو مجاہدات کا آغاز کیا۔ والدین اور اپنے پیر و مرشد سے اجازت حاصل کر کے جھیل دھم میں ریاضت کے لئے اتر گئے۔ چالیس دن رات تک وہاں کھڑے وظائف و اوراد میں مصروف رہے۔ آپ کے وجود پر اس قدر جوکیں چمٹ گئیں کہ بدن نظر نہ آتا تھا۔ لوگوں نے گھبرا کر آپ کے شیخ کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ آپ کے مرید کا عجب حال ہے۔ برائے کرم اس کو پانی سے نکال لیجئے۔ یہ سن کر مولانا نور احمد رحمۃ اللہ علیہ موضع مان تشریف لائے اور ان کو پانی سے نکال کر اپنے ہاتھوں سے تمام جونکیں ان کے بدن سے اتار دیں اور گرم پانی سے نہلا کر نئے کپڑے پہنائے۔

اس کے بعد دریائے چناب پر آئے اور شب و روز دریا میں رہ کر اپنے شیخ کے تلقین کردہ وظائف و دیگر اذکار و اوراد میں مشغول رہتے یہاں تک کہ بارہ سال گزر گئے۔ آپ دعا کیا کرتے! الٰہی میں دل و جان سے تیرا طالب ہوں۔ میرے دشمن ابلیس کو مجھ پر خوش نہ کر۔ الٰہی مجھے اپنی محبت میں ہمیشہ رکھ اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف فرما۔ جب کبھی یہ سبب فراقِ یار آپ کی حالت نازک اور تنگ ہو جاتی اور شدید اضطراب دامن گیر ہوتا تو بارگاہ ایزدی میں یوں دست بدعا ہوتے کہ ''الٰہی اپنے فضل و کرم سے اپنا راستہ مجھ پر آسان کر دے اور گوہر مقصود عطا فرما دے۔ اگر تو نے مجھ پر لطف و کرم فرمایا تو میں بطور شکر یہ تیرے بندوں کو آسان طریق حق پر چلاؤں گا اور جو تکالیف برداشت کر رہا ہوں ان پر لازم نہ کروں گا''۔

آتشِ عشق شعلہ زن تھی کہ جو خیال سوز دل میں اٹھتا فوراً خاکستر ہو جاتا۔ بالآخر ایک دن دل نے کہا انتظار کی گھڑیاں موت سے زیادہ شدید ہیں لہٰذا ڈوب

جانے کا ارادہ کیا۔ ایک خشک بوری جو آپ کے پاس تھی اس میں ریت بھر کر آپ نے گلے میں لٹکا لی۔ اس خیال سے کہ غرق ہونے میں مدد ملے گی۔ جب گہرے پانی میں اپنے آپ کو ڈالا تو مشیتِ ایزدی سے پانی پنڈلی تک اتر گیا۔ دریائے حیرت میں مستغرق ہو کر کہنے لگے کہ میرے ڈوبنے کے لئے دریا میں پانی بھی نہیں رہا۔

دریں اثنا حضرت سیدنا خضر علیہ السلام جلوہ نما ہوئے اور فرمانے لگے: ''او مرنے والے یہ موت حرام ہے حق سبحانہ وتعالیٰ کا فرمانِ واجب یوں ہے اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو''۔ حضرت سخی احمد یار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بے شک آپ کا فرمودہ برحق ہے مگر دیوانے کے لئے کیا گناہ۔ خدا کے بغیر ہمارا حال کوئی نہیں جانتا۔ افسوس یہ انتظار کب تک رہے گا۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا عجب ایمان اور عشق ہے کہ موت کو بھی امر مقدر نہ سمجھا جائے۔

آپ نے یہ سنتے ہی ریت وہاں ڈال دی اور دریا سے باہر نکل آئے آپ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے عاشق تو تھے نہیں۔ دریا سے نکلتے ہی حیرت کے سمندر میں ڈوب گئے اور دائیں بائیں کی کوئی خبر نہ رہی۔ یہ بھی احساس نہ رہا کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام موجود ہیں یا غائب ہو چکے ہیں۔ اسی اثنا میں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم مع جمیع صحابہ کرام وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کنارہ دریا پر تشریف لائے۔ قریب غروب آفتاب بحالت مکمل بیداری آپ کو سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت عنایات ونوازشات فرمائیں اور اپنے سینہ انور سے لگایا جس سے حضرت سخی احمد یار رحمۃ اللہ علیہ کا سینہ چاک ہو گیا۔

﴿فخر احیاء، تالیف حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری﴾

حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے اکثر ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں دونوں حضرات کے درمیان بہت محبت وموانست تھی۔ ایک دفعہ مولوی نور احمد صاحب حضرت غوث زماں رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں چشتاں شریف کی زیارت

کے لئے جا رہے تھے کہ راستہ میں صحرا کے درمیان ایک بزرگ صورت شخص نے حضرت غوثِ زماں رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کیا۔ پھر آپ کے رفقاء کے ساتھ مصافحہ کیا اور بعض سے معانقہ بھی کیا۔ جب وہ شخص مولوی نور احمد صاحب کے پاس مصافحہ و معانقہ کے لئے آیا تو انہوں نے مصافحہ نہ کیا۔ وہ شخص پھر حضرت غوث زماں رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلا گیا۔ آپ سے گفتگو کرتا رہا اور اجازت لے کر روانہ ہو گیا۔ حضرت غوث زماں رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ تم نے اس بزرگ سے مصافحہ کیوں نہ کیا۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ یا حضرت میں نے سنا ہے کہ بعض کامل بزرگ یہ خاصیت رکھتے ہیں کہ مصافحہ کرتے وقت دوسرے کی نعمت سلب کر لیتے ہیں۔ حضرت غوث زماں رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا کہ ''یہ بزرگ نعمت بخشنے والے تھے، نعمت سلب کرنے والے نہیں تھے''۔ مولوی صاحب نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ تھے؟ آپ نے فرمایا یہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تھے۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ پاکپتن شریف میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر محفلِ سماع کے وقت ایک محراب والی مسجد میں اپنے حلقۂ یاراں و درویشاں کے ساتھ جلوہ افروز تھے کہ اچانک آپ نے محفلِ سماع میں لوگوں کی طرف دیکھا اور مسکرائے مولوی نور احمد صاحب نے جب مسکرانے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ''بہت سے لوگ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لئے اوراد و وظائف پڑھتے ہیں۔ پھر بھی بعض کو ملاقات نصیب نہیں ہوتی۔ مگر ہمارے بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس و خانقاہ ایسا شرف رکھتی ہے کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کو کھڑے ہونے کی جگہ نہیں مل رہی، بلکہ لوگ انہیں دھکے دے رہے ہیں۔ اس بات پر مجھے ہنسی آ گئی ہے''۔

ایک دفعہ خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک میں شرکت کی غرض سے پاکپتن شریف کی طرف جا رہے تھے۔ سید مستان شاہ کابلی رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے خلفاء میں سے تھے، آپ کے ہمراہ تھے۔ مستان شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حال و جذب تھے۔ اکثر اوقات ان پر مستی کا غلبہ رہتا تھا۔ راستہ میں

حضرت غوث زماں رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بزرگ ملے اور آپ کے ساتھ گفتگو میں مشغول ہو گئے۔ حضرت غوث زماں رحمۃ اللہ علیہ نے مستان شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ میاں یہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ہیں، ان سے کچھ پوچھنا ہے تو پوچھ لو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمیں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی حاجت نہیں ہے ہمارے خضر (علیہ السلام) آپ ہیں۔ ہماری ہر مراد اور ہمارا ہر مقصد آپ کے دروازے سے حاصل ہو جاتا ہے۔

﴿تذکرہ غوث زماں، حضرت محمد سلیمان تونسوی، از پروفیسر افتخار احمد چشتی﴾

خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک مجلس (نمبر۲۴) میں فرمایا کہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کبھی کبھی حضرت سیدنا خضر علیہ السلام آیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک بوڑھا سفید ریش اور پریشان حال شخص اپنی پیٹھ پر کوئی چیز باندھے خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی تعظیم کی۔ جب وہ آدمی چلا گیا تو آپ نے دوستوں کو بتایا کہ یہ آدمی حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تھے۔ پھر فرمایا سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی اکثر و بیشتر حضرت سیدنا خضر علیہ السلام آتے تھے۔ چنانچہ ایک دن وہ مجلس میں تشریف لائے اور ایک صاحب وجد صوفی کی پیٹھ پر سے خس و خاشاک جھاڑتے رہے جو حالتِ وجد میں مستغرق تھے۔ ایک اور شخص کو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی زیارت کا بڑا شوق تھا۔ کسی نے اسے بتایا کہ اگر تم حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی زیارت کرنا چاہتے ہو تو خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جاؤ تمہارا کام ہو جائے گا۔ ﴿مرأت العاشقین﴾

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے قول ''کل یوم هوا فی شان'' (ہر دن اس کی ایک نئی شان ہے) کے متعلق دو سال تک گفتگو کی ان کو کچھ عجب ہوا۔

مجلس میں ایک شخص نے ان سے اچھل کر پوچھا اے ابن جوزی "یہ تو بتلایئے خدا اس وقت کیا کرتا ہے۔ وہ خاموش رہے اور مجلس ختم ہوگئی پھر دوسرے اور تیسرے روز بھی ایسا ہی ہوا یعنی یہی سوال ہوتا رہا۔ اسی شب کو رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا اے ابن جوزی تم جانتے ہو کہ سائل کون تھا۔ ابن جوزی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اسے نہیں جانتا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ہیں۔ اب کی مرتبہ سوال کرنے آئیں اور تم سے پوچھیں تو ان سے کہہ دو کہ اس کی مختلف شانیں ہیں جن کو وہ ظاہر کرتا ہے اور ان کی ابتداء نہیں کرتا۔ جب صبح ہوئی تو حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ اس وقت خدا کیا کرتا ہے۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس کی مختلف شانیں ہیں جن کو وہ ظاہر کرتا ہے ان کی ابتداء نہیں کرتا۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ جنہوں نے خواب میں تم کو سکھایا ہے ان پر درود و سلام بھیجو۔ ﴿نزہۃ المجالس﴾

جلنے اور غرق ہونے سے حفاظت کی دعا:

حضرت عطا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہر موسم میں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ملاقات کر کے یہ کلمات پڑھ کر جدا ہوتے ہیں۔ یہ کلمات ایسے بابرکت ہیں کہ جو بھی انہیں صبح کو تین بار پڑھے تو جلنے، غرق ہونے اور چوری سے محفوظ رہے۔ دعا یہ ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ كُلُّ نِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ بِيَدِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَايَصْرِفُ السُّوْءَ اِلَّا اللّٰهُ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ○

ترجمہ: اللہ کے نام سے، جو اللہ چاہے، اللہ کے بغیر کچھ قوت نہیں جو اللہ چاہے، ہر نعمت اللہ ہی سے ہے جو اللہ چاہے، ساری بھلائی اللہ عزوجل کے قبضہ میں ہے جو اللہ چاہے، ساری بھلائی اللہ عزوجل کے قبضہ میں ہے جو اللہ چاہے، اللہ کے بغیر کوئی برائی

نہیں ہٹاتا۔ جو اللہ چاہے، اللہ کے بغیر نہ قوت ہے نہ ڈر۔

استغفارِ سیدنا خضر علیہ السلام:

منقول ہے کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ان الفاظ کے ساتھ استغفار کرتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُکَ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ تُبْتُ اِلَیْکَ مِنْهُ ثُمَّ عُدْتُ فِیْهِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُکَ مِنْ کُلِّ عَقْدٍ عَقَدْتُّهٗ لَکَ ثُمَّ لَمْ اُوْفِ لَکَ بِهٖ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُکَ مِنْ کُلِّ نِعْمَةٍ اَنْعَمْتَ بِھَا عَلَیَّ فَقَوَّیْتُ بِھَا عَلٰی مَعْصِیَتِکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُکَ مِنْ کُلِّ عَمَلٍ لِوَجْھِکَ فَخَالَطَهٗ مَا لَیْسَ لَکَ ○

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے ہر اس گناہ کی بخشش مانگتا ہوں کہ میں نے اس سے توبہ کی پھر دوبارہ گناہ کیا، اے اللہ میں ہر اس عہد کی تجھ سے معافی مانگتا ہوں کہ تیرے لئے کیا پھر تیری خاطر پورا نہ کر سکا۔ اے اللہ! میں ہر اس نعمت کی تجھ سے معافی چاہتا ہوں کہ تُو نے مجھ پر نعمت فرمائی تو میں تیری نافرمانی پر دلیر ہو گیا۔ اے اللہ! میں ہر اس عمل کی تجھ سے معافی چاہتا ہوں جو تیرے لئے کیا، پھر اس میں تیرے غیر کا اختلاط کر دیا۔ ﴿قوت القلوب﴾

ضمیمہ:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت وحیات پر ایک تحقیقی نظر

کتاب ''چار زندہ نبی علیہم السلام'' کو مکمل کر چکا تھا کہ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور انڈیا کا شمارہ ذوالحج ۱۴۲۸ھ/ دسمبر ۲۰۰۷ء آ گیا۔ جس میں ''مولانا محمد اسلم رضا قادری زید مجدہٗ مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ باسنی ناگور شریف راجستھان'' کا حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور حیات پر ایک علمی شاہکار مقالہ تھا جو کہ بطور ضمیمہ قارئین کی ایمان کی تازگی کے لئے کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔

(محمد عبدالاحد قادری)

اقوام وملل کی رشد و ہدایت اور ان کو جادۂ حق پر گامزن کرنے کے لئے خداوند قدوس نے سب سے پہلے انبیائے کرام ورسلان عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس خاک دانِ گیتی پر مبعوث فرمایا۔ ان پاک طینت ذوات ونفوس نے اپنے اپنے عہد میں کفر وشرک، خرافات ورسومات، بداخلاقیوں اور بدکرداروں کے خلاف خوب جہاد کیا۔ ان جہالت و سفاہت میں مستغرق انسانوں کو پیغامِ رب العلیٰ سنا کر قہرِ قہار وغضبِ جبار سے بار ہا ڈرایا۔ بالآخر یہ سلسلۂ نبوت ورسالت حضور خاتم النبیین سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ اب تا قیامت نہ کوئی نیا رسول آ سکتا ہے، نہ کوئی نبی۔ آیت کریمہ ''وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ'' اور حدیث متواتر ''لَانَبِیَّ بَعْدِیْ'' اس پر ناطق وشاہد ہے۔ اب کوئی اس میں ذرا بھی شک کرے یا منکر ہو تو وہ کافر ومرتد ہے۔ جیسا کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ السامی رقم طراز ہیں:

''حضور خاتم النبیین، سید المرسلین ﷺ کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیا و مرسلین بلا تاویل و بلا تخصیص ہونا ضروریاتِ دین سے ہے، جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنیٰ شک و شبہ کو بھی راہ دے، کافر، مرتد، ملعون ہے''۔ ﴿فتاویٰ رضویہ، ۶/ ۵۷﴾

کچھ انبیائے کرام و رسلانِ عظام علیہم السلام وہ جن کے اسمائے گرامی قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ موجود و مرقوم ہیں اور چند کا ذکر مبہم طور پر ہوا ہے۔ ایسا ہی مجددِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے۔ ﴿ایضاً، ص ۶۱﴾

انہیں میں سے ایک حضرت سیدنا خضر علیہ السلام بھی ہیں جو محققین علماء کے نزدیک نبی ہیں۔

ہم سطورِ ذیل میں آپ کی نبوت و حیات کے تعلق سے کچھ حقائق و شواہد قارئین کرام کی نذر کر رہے ہیں تاکہ یہ امر بھی آفتابِ نیم روز کی مانند عیاں ہو جائے کہ جس طرح دیگر رُسل و انبیاء (کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار) کے بارے میں ہمارا عقیدہ روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے۔ اسی طرح ہمارے نزدیک حضرت سیدنا خضر علیہ السلام بھی نبی ہیں۔ یہی موقف و نظریہ اکثر علمائے محققین کا ہے اور آپ کی نبوت ہی اصح ہے۔ یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ نبی و رسول کا علم قطعی و یقینی ہوتا ہے اور اس سے جو امور ثابت ہوتے ہیں وہ بھی قطعی اور حتمی ہوتے ہیں، وہاں پر شک و ارتیاب کی مجال و گنجائش ہی نہیں۔ جب کہ ایک ولی کا علم و الہام ظنی ہوتا ہے اور ان سے جو افعال صادر ہوں گے، وہ بھی ظنی ہوں گے اور علمائے محققین کا موقف یہ ہے کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام سے جو افعال (کشتی کا توڑنا، بچہ کو قتل کرنا، دیوار کو سیدھی کرنا وغیرہا) صادر ہوئے وہ قطعی اور یقینی وحیِ الٰہی ہیں:

لِاَنَّ الْاِقْدَامَ عَلٰی تَنْقِیْصِ اَمْوَالِ النَّاسِ وَاِرَاقَةِ دِمَائِهِمْ لَا یَجُوْزُ اِلَّا

بِالْوَحْيِ وَلِنَصِّ الْقَاطِعِ وَهُوَ يَدُلُّ عَلَى النُّبُوَّةِ ○ ﴿تذکرۃ الانبیاء، ص ۳۷۶﴾

ترجمہ: اس لئے کہ لوگوں کے مال کا نقصان کرنا اور کسی کو قتل کرنا بغیر وحی اور قطعی نص کے کبھی جائز نہیں ہو سکتا اور وہ امور دلالت کرتے ہیں آپ کی نبوت پر۔

نبوتِ خضر پر دلائل:

قرآن مجید میں ہے:

اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ○ ﴿سورہ الکھف، ۱۸، ض ۶۴﴾

ترجمہ: جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی۔

اس آیتِ کریمہ کے تحت حضرت علامہ امام قاضی بیضاوی اور علامہ امام ابوالبرکات عبداللہ بن محمود نسفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

هِيَ الْوَحْيُ وَالنُّبُوَّةُ ○ وہ وحی اور نبوت ہے۔

﴿تفسیر بیضاوی، ۲/۱۳۳، تفسیر مدارک التنزیل، ۳/۱۶﴾

وہ وحی اور نبوت ہے۔

حضرت علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

قَالَ الْاَكْثَرُوْنَ عِنْدَنَا ذٰلِكَ الْعَبْدُ كَانَ نَبِيًّا ○ ﴿تفسیر کبیر، ۵/۵۱۳﴾

اکثر نے فرمایا وہ بندہ نبی ہیں۔

حضرت علامہ محمد اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَالْجُمْهُوْرُ عَلٰى اَنَّهٗ نَبِيٌّ غَيْرُ مُرْسَلٍ ○ ﴿تفسیر روح البیان، ۵/۳۹﴾

یعنی اکثر علما اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نبی غیر مرسل ہیں

قَالَ اِبْنُ عَطِيَّةَ وَالْبَغْوِيُّ اَلْاَكْثَرُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ وَكَذَا قَالَهُ الْقُرْطَبِيُّ ○

﴿تفسیر جلالی، ص ۲۳۷، حاشیہ ۷﴾

ترجمہ: حضرت ابن عطیہ اور امام بغوی نے کہا کہ وہ اکثر کے نزدیک نبی ہیں اور اسی طرح امام قرطبی نے کہا۔

اور مذکورہ آیت میں ''رحمت'' سے مراد نبوت اور وحی ہے۔ جیسا کہ حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قَالَ الْاِمَامُ الْمُسْلِمُ اِنَّ النُّبُوَّةَ رَحْمَةٌ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: اهم يقسمون رحمة ربك ○ ﴿تفسیر روح البیان، ۵/۴۰﴾

ترجمہ: حضرت امام مسلم نے کہا بے شک نبوت رحمت ہے جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا ''کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں''۔

اس آیتِ کریمہ کے تحت حضرت صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ نے ''رحمت'' سے مراد نبوت ہی لکھا ہے۔

﴿تفسیر خزائن العرفان، ص ۸۸۴﴾

حضرت علامہ سلیمان بن عمر الشہیر بالجمل قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

اختلف في الخضر اهو نبي او رسول او ملك او ولي والصحيح انه نبي ○

﴿حاشیۃ الجمل علی تفسیر جلالین، ۳/۳۵﴾

حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ نبی ہیں یا فرشتہ ہیں یا ولی ہیں اور صحیح یہ ہے کہ وہ نبی ہیں۔

حضرت علامہ شیخ احمد انصاری المالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الی النبوة في قول وقد صححه جماعة ○ ﴿تفسیر صاوی، ۳/۲۰﴾

ان کی نبوت ہی کو ایک جماعت نے صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

الخضر نبيا عند اكثر اهل العلم ○ ﴿تفسیر الخازن، ۳/۱۷۱﴾

حضرت خضر علیہ السلام اکثر اہلِ علم کے نزدیک نبی ہیں۔

حضرت علامہ سید محمود احمد آلوسی قدس سرہٗ العزیز تحریر کرتے ہیں:

ذهب جمهور العلماء الى انه حي موجود بين اظهرنا و ذلك متفق عليه عند

الصوفیه قدست اسرارهم قاله النووی۔ ونقل عن الثعلبی المفسر ان الخضر نبی معمر علی جمیع الاقوال محجوب عن ابصار اکثر الرجال وقال ابن الصلاح هو حی عند جماهیر العلماء والقامة معقم فی زلك ○ اھ

﴿تفسیر روح المعانی، ۹/۴۶۴﴾

ترجمہ: جمہور علما اس بات کی طرف گئے ہیں کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ابھی زندہ ہیں، ہمارے درمیان موجود ہیں اور یہ صوفیہ قدست اسرارہم کے نزدیک متفق علیہ ہے جس کو حضرت امام نووی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اور حضرت امام ثعلبی سے منقول ہے کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نبی ہیں، عمر یافتہ ہیں، تمام اقوال کی بنیاد پر، لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں اور ابن صلاح نے کہا کہ وہ (حضرت خضر علیہ السلام) زندہ ہیں۔ جماہیر علماء کے نزدیک اور عوام بھی اس مسئلہ میں جمہور کے ساتھ ہیں۔

محشی بخاری شریف حضرت علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

والصحیح انه نبی و جزم به جماعة وقال الثعلبی هو نبی علی جمیع اقوال معمر محجوب عن الابصار وصححه ابن الجوزی ایضا فی کتابه ○

﴿بخاری شریف، ۱/۷ حاشیہ ۶﴾

ترجمہ: اور یہ صحیح ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں۔ ایک جماعت نے اسی پر جزم کیا اور امام ثعلبی نے کہا وہ نبی ہیں، تمام اقوال کی بنیاد پر، عمر یافتہ ہیں، لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں اور ابن جوزی نے اپنی کتاب میں اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت امام مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واحتج من قال بنبوته بقوله وما فعلته عن امری، فدل علی انه نبی اوحی الیه ○ اھ

﴿مسلم شریف، ۲/۲۶۹﴾

ترجمہ: اور جنہوں نے آپ کی نبوت کا قول کیا انہوں نے اللہ رب العزت کے اس

قول کو (اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہیں کیا) دلیل بنایا اور یہ قول دلیل ہے آپ کی نبوت پر اور آپ کی طرف وحی کی گئی۔

قال رسول الله ﷺ "انما سمی الخضر" کے تحت مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ ۹ میں ہے:

والصحیح انه نبی معمر محجوب عن الابصار وانه باقٍ الٰی یوم القیمة لشربه من ماء الحیاة وعلیه الجماهیر و اتفاق الصوفیة و کثیر من الصالحین○

﴿مشکوٰۃ شریف، ۲/ ۵۰۷﴾

ترجمہ: اور صحیح یہی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں، عمر یافتہ ہیں، لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں اور قیامت کے دن تک باقی ہیں کیونکہ انہوں نے آبِ حیات پیا ہے اور اسی پر جمہور اور صوفیا اور اکثر صالحین متفق ہیں۔

حضرت علامہ بدرالدین عینی قدس سرہٗ زمخشری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وهو قائل بنبوته کما ذهب الیه الجمهور○ ﴿عمدۃ القاری، ۲/ ۱۹۶﴾

ترجمہ: اور زمخشری نے بھی آپ کی نبوت کا قول کیا ہے جیسا کہ جمہور اس بات کی طرف گئے ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے اپنی اہم رکابی میں جو امور انجام دیئے مثلاً کشتی کا توڑنا، بچہ کو قتل کرنا، دیوار کا سیدھا کرنا وغیرہا، ان کی تفصیل و توضیح بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ بدرالدین عینی قدس سرہٗ حجت اور اپنا قولِ فیصل تحریر فرماتے ہوئے یہ ذہن دینا چاہتے ہیں کہ یہ کام کوئی ولی نہیں کرسکتا، بلکہ یہ کام ایک نبی ہی کرسکتا ہے۔ جیسا کہ رقم طراز ہیں:

لان هذا کله لا یفعل الا بالوحی فیه حجة لما قال بنبوة الخضر علیه السلام○ ﴿عمدۃ القاری، ۲/ ۱۹۶﴾

ترجمہ: یہ سب کام آپ نے وحی کی بنیاد پر ہی کیے ہیں حجت اور دلیل ہے حضرت

خضر علیہ السلام پر۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ السامی حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے نبی ہونے کے ثبوت پر جمہور علما و اجلہ محققین، مفسرین کی کتابِ مستندہ معتمدہ کا خلاصہ اس طرح لکھتے ہیں:

''سیدنا خضر علیہ السلام بھی جمہور کے نزدیک نبی ہیں اوران کو خاص طور سے علمِ غیب عطا ہوا ہے''۔

قال اللہ تعالٰی: وعلمناہ من لدنا علما ۝ ﴿فتاویٰ رضویہ، ۲۲/۱۲﴾

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ اپنا قولِ فیصل لکھتے ہیں:

''آپ (حضرت خضر علیہ السلام) نبی ہیں''۔ ﴿مرأۃ المناجیح، ۷/۵۷۹﴾

شارحِ بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہ العلم راجح واضح قول تحریر کرتے ہیں:

''صحیح یہی ہے کہ نبی تھے۔ ان کا یہ ارشاد ہے ''مافعلتہ عن امری'' اس بچے کا قتل میں نے اپنی طبیعت سے نہیں کیا تو لا محالہ ماننا پڑے گا کہ انہیں اسے مار ڈالنے کا حکم بذریعہ وحی ہوا تھا، اس لئے واجب الاتباع تھا۔ اگر ولی ہوتے تو اس قول کی تاویل یہ ہوتی، انہیں الہام ہوا تھا اور کسی ولی کو یہ جائز نہیں کہ اسے اگر کسی کے قتل کا الہام ہو تو اسے مار ڈالے اور وحی نبی پر ہی آتی ہے''۔ ﴿نزہۃ القاری، ۱/ ۴۱۸﴾

مفسرِ قرآن حضرت علامہ پیر کرم شاہ ازہری قدس سرہٗ علمائے محققین کی رائے کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

''علمائے محققین کی رائے یہ ہے کہ وہ (حضرت سیدنا خضر علیہ السلام) نبی تھے۔ کیونکہ ولی کے الہام سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے اور اس میں خطا کا احتمال ہوتا ہے۔ الہام کی وجہ سے قتل جیسے سنگین فعل کا ارتکاب جائز نہیں ہو سکتا، اس لئے آپ کو نبی ماننا

پڑے گا اور نبی کا علم یقینی ہوتا ہے''۔ ﴿تفسیر ضیاء القرآن، ۲/ ۳۸﴾

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد قبلہ امجدی قدس سرہٗ امام فخر الدین رازی اور علامہ سلیمان جمل علیہما الرحمہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''صحیح یہی ہے کہ وہ (حضرت خضر علیہ السلام) نبی ہیں''۔

﴿فتاویٰ فیض الرسول، ۱/ ۳۹﴾

شہزادۂ حضور حکیم الامت علامہ مفتی اقتدار احمد نعیمی جمہور کے قول کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''جمہور علما و محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام بہت عظمت والے نبی ہیں''۔ ﴿فتاویٰ نعیمیہ، ۲/ ۲۹۷﴾

حیاتِ خضر پر دلائل:

جس طرح جمہور علماء و محققین کے نزدیک حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نبی ہیں، اسی طرح وہ اب تک بقیدِ حیات ہیں اور ہر سال حج کرتے ہیں، زم زم شریف بھی پیتے ہیں۔ جیسا کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ ''شرح مقاصد'' کے حوالے سے لکھتے ہوئے آپ کی حیاتِ جاودانی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''بایں معنی کہ اب تک لحوقِ موت اصلاً نہ ہوا، چار نبی زندہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ و حضرت ادریس علیہما السلام آسمان پر اور حضرت الیاس و خضر علیہما السلام زمین پر۔ شرح مقاصد میں ہے:

ماذھب الیه العظماء من العلماء ان اربعة من الانبیاء فی زمرة الاحیاء الخضر والیاس فی الارض وعیسیٰ و ادریس فی السماء علیهما الصلوٰة والسلام ○

ترجمہ: اکابر علماء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ بے شک چار نبی زندہ ہیں حضرت خضر و الیاس علیہما السلام زمین میں اور حضرت عیسیٰ و ادریس علیہما السلام آسمان پر ان سب پر درود و سلام ہو''۔ ﴿فتاویٰ رضویہ، ۱۱/ ۴۵﴾

امام احمد رضا قادری بریلوی حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعلق سے رقم

طراز ہیں:

''انبیاء علیہم السلام سب بہ حیات حقیقی، روحانی، جسمانی زندہ ہیں۔ ان کی موت صرف ایک آن کو تصدیقِ وعدہ الٰہی کے لئے ہوتی ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک چار نبی بے عروض موت اب تک زندہ ہیں، آسمان پر حضرت سیدنا ادریس و عیسیٰ علیہما السلام اور دو زمین میں حضرت سیدنا الیاس و سیدنا خضر علیہما السلام اور یہ دونوں حضرات ہر سال حج کرتے ہیں اور ختمِ حج پر زم زم شریف کے پاس باہم ملتے ہیں اور آبِ زم زم شریف پیتے ہیں کہ آئندہ سال تک ان کے لئے کافی ہوتا ہے۔ پھر کسی کھانے پینے کی حاجت نہیں ہوتی''

چند سطور کے بعد مزید تحریر فرماتے ہیں۔

''حضرت خضر علیہ السلام بعد وصال اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعزیت کے لئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں حضرت امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے باتیں کرتے اور ان پر تکیہ لگائے ہوئے راہ چلتے ہوئے نظر آئے۔ اکابر اولیائے کرام کے پاس تشریف لایا کرتے۔ حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی مجالس میں بہ کثرت کرم فرمایا اور اب تک اولیاء سے ملتے ہیں۔ جنگل میں بے بسی کے وقت مسلمانوں کی مدد فرماتے ہیں''۔ ﴿فتاویٰ رضویہ، ۱۲/۲۰۶﴾

حضرت علامہ محمد اسماعیل حقی حنفی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:

فی التفسیر البغوی: اربعة من الانبیاء احیاء الی یوم البعث اثنان فی الارض وھما الخضر و الیاس علیھما السلام و اثنان فی السماء ادریس و عیسٰی علیھما السلام''۔ ﴿تفسیر روح البیان، ۵/۲۶۸﴾

ترجمہ: تفسیر بغوی میں امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، چار نبی قیامت تک زندہ ہیں۔ دو زمین میں اور وہ حضرت خضر و الیاس علیہما السلام ہیں اور دو آسمان میں اور حضرت سیدنا ادریس و عیسیٰ علیہما السلام ہیں۔

محقق علی الاطلاق علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ الباری تحریر فرماتے ہیں:

''از امام محی السنۃ نقل کردہ اند کہ چہار کس انبیاء زندہ اند دو برزمین خضر و الیاس ودو بر آسمان ادریس وعیسیٰ''۔ ﴿اشعۃ اللمعات،۴/ ۳۷۷﴾

ترجمہ: حضرت امام محی السنہ سے منقول ہے کہ چار نبی زندہ ہیں، دو زمین میں حضرت خضر والیاس علیہم السلام اور دو آسمان میں حضرت ادریس وعیسیٰ علیہم السلام۔

شارحِ بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہٗ رقم طراز ہیں:

''جمہور علما اور جمیع اولیاء کی تحقیق یہ ہے کہ وہ (حضرت خضر علیہ السلام) اب بھی زندہ ہیں اور دجال کے بعد جب ایمان اُٹھ جائے گا، اس وقت وصال فرمائیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے ان کی ملاقات ثابت ہے اور اولیاء کے یہاں تو متواتر ہے۔ کعب احبار نے کہا کہ چار نبی زندہ ہیں اور زمین والوں کے لئے امان ہیں۔ دو زمین میں حضرت خضر و الیاس علیہم السلام اور دو آسمان میں حضرت ادریس و عیسیٰ علیہم السلام''۔ ﴿نزہۃ القاری،۱/ ۴۱۸﴾

خلاصۂ کلام:

حدیث وتفسیر، فقہ واصولِ فقہ کی مستند ومتداول کتب کی عبارات، توضیحات و تشریحات کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس وابین من الامس ہو جاتی ہے کہ جس طرح جمہور علما ومحققین کے نزدیک حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نبی ہیں اسی طرح آپ اب بھی باحیات ہیں۔

مسئلۂ کلامیہ:

(حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی نبوت وحیات) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ السامی کا جو موقف ونظریہ ہے وہی اکثر مفسرین ومحققین اور جمہور علما کا ہے۔ اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کتب وفتاویٰ میں ''عقائد'' کے باب میں جمہور علما کی تحقیقات وتشریحات کی اتباع کی ہے اور اصحاب علم وفضل کے قول ونظریہ کو راجح قرار دیا ہے، جس کی متعدد

مثالیں ''فتاویٰ رضویہ'' میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس لئے ہمارے نزدیک (مسئلہ مذکور میں) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی تحقیق انیق ہی حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ رب العزت امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور پر انوار وتجلیات کی بارش فرمائے اور ہمیں آپ کی تحقیقات علمیہ وفقہیہ کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

❀❀❀

حضرت سیدنا الیاس علیہ السلام

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے بعد حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر خیر کرتا ہے:

وَاِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ .... اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ

﴿سورۃ الصافات﴾

ترجمہ: اور بے شک الیاس (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے ہیں۔ (یاد کرو) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں۔ کیا تم عبادت کرتے ہو، بعل کی اور چھوڑے ہوئے ہو احسن الخالقین کو (یعنی) اللہ کو جو تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی پروردگار ہے، پھر انہوں نے آپ کو جھٹلایا پس یقیناً انہیں (پکڑ کر) حاضر کیا جائے گا۔ بجز اللہ کے بندوں کے جو مخلص ہیں، اور ہم نے چھوڑ کر ان کے ذکر خیر کو پیچھے آنے والوں میں، سلام ہو الیاس پر۔ ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں نیک کام کرنے والوں کو۔ بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے ہیں۔

شجرہ نسب:

حضرت الیاس علیہ السلام بن فنحاص بن العیز ار بن ہارون، الیاس نشی بھی آپ ہی کو کہتے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا شجرۂ نسب یوں ہے۔

الیاس بن العازر بن العیز ار بن ہارون بن عمران کہتے ہیں کہ:

حضرت الیاس علیہ السلام کی بعثت غربی دمشق کے بعلبک شہر میں ہوئی۔ آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور فرمایا: بتوں کی پوجا چھوڑ دو ...

کی وہ پوجا کرتے تھے ''بعل'' تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لوگ بعل نامی ایک عورت کی پوجا کرتے تھے۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ اسی لیے ان سے کہا گیا۔

قوم الیاس کا بت:

ان کے بت کا نام، بعل تھا یمن کی لغت میں، بعل کا معنی رب ہے وہ کہتے ہیں ''من بعل ھذا الدار'' یعنی اس گھر کا مالک کون ہے۔ اسی وجہ سے خاوند کو بھی بعل کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں کہا گیا ہے۔ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ○ اور ذکر کیا گیا وَهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا○ ان دونوں مقاموں میں بعل کا معنی خاوند ہے۔ چونکہ وہ اس بت کا اپنا رب مانتے تھے۔ اس کا نام ہی انہوں نے بعل رکھا ہوا تھا۔ اس بت کی لمبائی تیس (۳۰) فٹ تھی وہ سونے کا بنا ہوا تھا اس کے چار منہ تھے اور وہ اس بت کی بہت تعظیم کرتے تھے اس کی خدمت کے لئے انہوں نے چارسو (۴۰۰) خادم رکھے ہوئے تھے۔ وہ خدام چونکہ ان کے معبود کے خدمت گزار رہتے تھے اس لئے وہ ان کو اپنے بیٹوں کی طرح سمجھتے تھے۔

بعض مفسرین نے ''اَبْنَآئَهُمْ'' کی جگہ انبیاء تحریر کیا ہے کہ وہ ان خادموں کو اپنے خدا کا نبی سمجھتے تھے۔

شہر بعلبک:

بعلبک شہر کا نام اس لئے بعلبک رکھا گیا تھا کہ اس وقت کے حاکم کا نام ''بک'' تھا اور اس کے معبود کا نام، بعل کا تھا اس نے ایک شہر آباد کیا جس کا نام اس نے اپنے اور اپنے معبود کے نام سے مرکب کر کے بعلبک رکھا۔ نحو کی کتب میں ایسا ہی ذکر کیا گیا ہے۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ ''بک'' اس جگہ کا نام تھا جہاں انہوں نے اپنے بت ''بعل'' کو رکھا ہوا تھا۔ اسی طرح بت اور اس کے مندر کے نام سے شہر کا نام بھی ''بعلبک'' رکھا گیا۔ ﴿تذکرۃ الانبیاء﴾

بعل بت کی پوجا:

الا تتقون O اتدعون بعلا و تذرون احسن الخالقین O اللہ ربکم و رب آبائکم الاولین O

ترجمہ: کیا تم عبادت کرتے ہو بعل کی اور چھوڑے ہوئے ہو احسن الخالقین کو (یعنی) اللہ کو جو تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے باپ دادا کا بھی کا پروردگار ہے۔

ان لوگوں نے آپ کی تکذیب کی، مخالفت پر اتر آئے اور قتل کا ارادہ کرلیا۔

کہا جاتا ہے کہ آپ ان سے بچنے کیلئے بھاگ نکلے اور چھپ گئے۔

حضرت الیاس علیہ السلام کا روپوش ہونا اور واپسی:

یعقوب الاذرعی یزید بن عبدالصمد سے اور وہ ہشام بن عمار سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہشام کا قول ہے کہ میں نے ایک ایسے شخص سے سنا ہے جس نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور یہ شخص ذکر کرتا ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت الیاس علیہ السلام اپنی قوم کے بادشاہ سے بھاگ کر ایک غار میں چھپ گئے جو الدم کے نیچے ہے، اور وہاں آپ دس سال تک مخفی رہے۔ یہاں تک کہ اس بادشاہ کو اللہ تعالیٰ نے جہنم رسید کیا اور اس کی جگہ ایک اور بادشاہ آیا۔ حضرت الیاس علیہ السلام اس کے پاس آئے اور اسلام کی تبلیغ کی۔ سوائے دس ہزار کے تمام قوم ایمان لے آئی۔ بادشاہ نے ان کفار کے قتل کا حکم دیدیا اور وہ سب قتل کردیئے گئے۔

روپوش ہونے کی مدت:

امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سعید بن عبدالعزیز نے بیان کیا۔ انہوں نے دمشق کے ایک شیخ سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت الیاس علیہ السلام اپنی قوم سے بھاگ کر ایک غار میں چھپ گئے اور وہاں بیس رات یا فرمایا چالیس رات تک مقیم رہے، کوّے انہیں کھانا لاکر دیتے رہے۔ ﴿ابن کثیر﴾

انبیاء کرام کے مبعوث ہونے کی ترغیب:

محمد بن سعد کاتب الواقدی کہتے ہیں کہ ہمیں ہشام بن محمد بن سائب کلبی نے اپنے باپ سے روایت کیا۔ فرماتے ہیں سب سے پہلے جو نبی مبعوث ہوئے وہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام، پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام، پھر حضرت اسحاق علیہ السلام، پھر حضرت یعقوب علیہ السلام، پھر حضرت یوسف علیہ السلام، پھر حضرت لوط علیہ السلام، پھر حضرت ہود علیہ السلام، پھر حضرت صالح علیہ السلام، پھر حضرت شعیب علیہ السلام، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام، پھر حضرت ہارون علیہ السلام یہ دونوں عمران کے بیٹے ہیں۔ پھر حضرت الیاس علیہ السلام بن ہارون بن عمران بن قاہث بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام مبعوث ہوئے۔ (انہوں نے اسی طرح بیان کیا ہے لیکن یہ ترتیب محل نظر ہے)۔

چار نبی زندہ ہیں:

مکحول، کعب سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ چار انبیاء زندہ ہیں۔ دو زمین پر یعنی حضرت سیدنا الیاس اور حضرت سیدنا خضر علیہم السلام اور دو آسمان پر یعنی حضرت ادریس اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام۔

ایک حدیث ہم پہلے بیان کر آئے ہیں جس میں ہے کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہم السلام ہر سال رمضان المبارک کو بیت المقدس میں اکٹھے ہوتے ہیں اور ہر سال حج کرتے ہیں اور صرف ایک دفعہ سال میں زمزم کے کنوئیں سے پانی پیتے ہیں جو انہیں آنے والے سال تک کافی رہتا ہے اور ہم نے وہ حدیث بھی بیان کر دی ہے جس میں آتا ہے کہ وہ دونوں میدان عرفات میں ہر سال ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔

فائدہ: ہم اہلسنت کا احادیث کی روشنی میں یہ عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں وضاحت اگلے صفحات میں آ رہی ہے۔

ملکوتی اور بشری صفات:

حضرت وہب بن منبہ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب آپ کے رب نے آپ کی روح قبض کر کے آپ کو واپس لانا چاہا کیونکہ قوم نے انہیں جھٹلایا تھا اور تکلیفیں پہنچاتے رہے تھے تو آپ کی رنگت کا ایک چوپایہ آیا۔ حضرت الیاس علیہ السلام اس پر سوار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پَر عطا فرمادیئے اور نوری لباس پہنا دیا۔ ان سے کھانے پینے کی لذت ختم کر دی اور اسی طرح آپ ایک ایسی شخصیت بن گئے جو بیک وقت ملکوتی بھی ہیں، بشر بھی ہیں، آسمانی بھی ہیں اور زمینی بھی ہیں۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے حضرت الیسع بن اخطوب کو وصیت فرمادی کہ وہ ان کے بعد لوگوں کو تبلیغ کریں گے۔

حضرت الیاس علیہ السلام کی نبی کریم ﷺ سے ملاقات:

حافظ ابوبکر بیہقی نے ایک حدیث روایت کی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے کہ اچانک وادی سے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا: اے اللہ! مجھے حضرت محمد ﷺ کی امت مرحومہ مغفورہ سے کردے جن کی توبہ تو قبول فرمالیتا ہے۔ میں نے وادی میں نگاہ دوڑائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ تین سو گز سے بھی زیادہ لمبا ایک شخص کھڑا ہے، مجھ سے کہنے لگا: تم کون ہو؟ میں نے بتایا کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کا خادم انس بن مالک ہوں۔ انہوں نے پوچھا: آپ ﷺ کہاں ہیں؟ میں نے بتایا: (وہ قریب ہیں) آپ کی گفتگو سماعت فرمارہے ہیں۔ وہ شخص کہنے لگا: آپ واپس جا کر آپ ﷺ کی خدمت میں میرا سلام عرض کریں اور بتائیں کہ آپ کا بھائی الیاس سلام عرض کررہا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور قصہ عرض کیا: آپ ﷺ وہاں تشریف لائے۔ حضرت الیاس علیہ السلام سے ملے، معانقہ کیا اور سلام ودعا ہوئی۔ پھر دونوں نبی تشریف فرما ہوئے اور باہم باتیں ہونے لگیں۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں سال میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتا

ہوں، آج میں روزے سے نہیں ہوں، آج میں اور آپ اکٹھے کھانا کھائیں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان سے ایک دسترخوان اترا جس میں روٹیاں، مچھلی اور اجوائن تھی۔ دونوں نے کھانا کھایا۔ مجھے بھی کھلایا اور ہم نے عصر کی نماز ادا کی، پھر حضرت الیاس علیہ السلام ہم سے رخصت ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ بادلوں سے گزر کر آسمان کی طرف جا رہے ہیں۔

ابن عساکر یہ حدیث حسین بن عرفہ کے طریق سے لائے ہیں جس کو حسین بن عرفہ نے ہانی بن الحسین سے، انہوں نے بقیہ سے، انہوں نے اوزاعی سے، انہوں نے مکحول سے، انہوں نے واثلہ سے، انہوں نے ابن الاسقع سے روایت کیا ہے۔ پس انہوں نے اسی طرح کی ایک طویل حدیث ذکر کی ہے اور اس میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ غزوہ تبوک کے سفر میں تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس بن مالک اور حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اچانک ایک شخص دیکھا جو ہم سے دو تین ہاتھ لمبا تھا۔ انہوں نے معذرت کی کہ میں وہاں نہیں آ سکتا کیونکہ مجھے دیکھ کر اونٹ بھاگ کھڑے ہوں گے۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ مجھے پچھلے سال ملے تھے اور کہا تھا کہ آپ مجھ سے پہلے بارگاہ نبوی میں باریابی پائیں گے، جب حاضری ہو تو میرا اسلام عرض کرنا۔

ابن عساکر مختلف طریق سے کئی احادیث لائے ہیں جن میں حضرت الیاس علیہ السلام کی دوسرے لوگوں سے ملاقات ثابت ہے۔

حضرت الیاس علیہ السلام کی لوگوں سے ملاقات:

امام ابوبکر بن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شبیر بن معاذ نے مجھے بیان کیا حماد بن واقد نے حضرت ثابت سے روایت کیا کہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ میں تھے۔ میں ایک حویلی میں نماز پڑھنے کیلئے گیا اور قرأت

شروع کی۔

حم تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم ○ غافر الذنب و قابل التوب شدید العقاب ذی الطول ○

اسی دوران میری نظر ایک شخص پر پڑی جو سفید رنگ کے خچر پر سوار میرے پیچھے کھڑا تھا اور اس پر یمنی گودڑی تھی۔ کہنے لگا جب تو پڑھتا ہے "غافر الذنب" تو کہا کر "اے گناہ بخشنے والے! میرے گناہ بخش دے۔" جب پڑھتا ہے "قابل التوب" تو یہ بھی کہا کر "اے سخت عذاب دینے والے! مجھے عذاب سے محفوظ فرما" اور جب تو "ذی القوۃ" کے الفاظ پڑھتا ہے تو یہ دعا کیا کر: "اے فضل و کرم فرمانے والے! مجھ پر بھی فضل و کرم فرما۔" جب میں نے مڑ کر دیکھا تو وہاں کوئی نہیں تھا، جب میں حویلی سے باہر آیا تو لوگوں سے پوچھا کہ جو شخص ابھی سفید خچر پر سوار تمہارے پاس سے گزرا ہے جس نے یمنی گودڑی پہن رکھی تھی وہ کہاں گیا تو لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس سے تو ایسا کوئی شخص نہیں گزرا۔ ان کا اندازہ تھا کہ یہ شخص حضرت الیاس علیہ السلام ہوں گے۔

قوم کا جھٹلانا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "فکذبوہ فانھم لمحضرون۔" ترجمہ: "پھر انہوں نے آپ کو جھٹلایا پس یقیناً انہیں (پکڑ کر) حاضر کیا جائے گا۔"

یعنی عذاب کیلئے، یا تو دنیا اور آخرت دونوں میں یا صرف آخرت میں پہلی توجیہ زیادہ صحیح ہے۔ جیسا کہ مفسرین اور مورخین نے بیان کیا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "الا عباد اللہ المخلصین" ترجمہ: "ہم نے ان کے ذکر خیر کو انکے بعد والے لوگوں کیلئے باقی رکھا۔" یعنی ان کا تذکرہ لوگ محبت سے کریں گے۔

سلام ہو الیاس (علیہ السلام) پر:

اسی لیے فرمایا: "سلام علی الیاسین" یعنی سلام ہو الیاس پر۔" عرب کئی اسماء کے ساتھ نون زائدہ لگا دیتے ہیں اور کئی دوسری تبدیلیاں بھی کرتے ہیں۔ جیسا کہ اسماعیل کو

کبھی وہ اسماعین، اسرائیل کو اسرائین، الیاس کو الیاسین پڑھ دیتے ہیں۔ ایک قرأت یہ بھی ہے: "سلام علی آل یاسین" یعنی "حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اطہار پر سلام ہو۔"
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دوسرے کئی علماء نے اسے ادراسین بھی پڑھا ہے اور یہ قرآت انہوں نے اسحاق کے حوالے سے نقل کی ہے اور اسحاق نے عبیدہ بن ربیعہ سے، انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "الیاس ھو ادریس" اسی طرح گئے ہیں ضحاک بن مزاحم، اور قتادہ، محمد بن اسحاق نے بھی یہی بیان کیا ہے، لیکن صحیح دوسری قرأت ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ واللہ اعلم

تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون ○

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ ﴿حیات الانبیاء، بیہقی﴾
متعدد محدثین وعلماء کرام نے اس روایت کر کے صحیح ہونے پر تصریح کی ہے۔
حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

افضل ایامکم الجمعة فیه خلق آدم وفیه قبض وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علیّ من الصلوة فیه فان صلاتکم معروضة علیّ قالو: وکیف تعرض صلاتنا علیك وقدارمت یقولون بلیت ○ فقال ان الله قد حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء (علیہم السلام)

ترجمہ: تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا ہے اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن فوت ہوئے اور اسی دن صور پھونکا جائے گا اس دن دوبارہ اٹھنا ہے۔ اس لئے اس روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو اس لئے تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا حالانکہ آپ تو ختم ہو چکے ہوں گے (جیسا کہ کہتے ہیں وہ بوسیدہ ہوگیا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے

کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔ ﴿ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، احمد، حاکم﴾

یہ صحیح روایت بھی حیاۃ الانبیاء پر واضح دلیل ہے اور اس روایت کی تصحیح کرنے والے محدثین بھی بے شمار ہیں۔

محدثین اور حیاۃ انبیاء علیہم السلام:

امام شافعی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم ○

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ ﴿درالمختار کتاب الجہاد﴾

امام جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حیاۃ النبی ﷺ فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علما قطعیا لما قام عندنا من الادلۃ فی ذالك وتواترت به الاخبار الدالۃ علی ذالك ○

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی اپنی قبر میں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی حیات ہمارے نزدیک قطعی علم کے ساتھ ثابت ہے۔ کیونکہ اس پر ہمارے پاس دلائل قائم اور متواتر احادیث موجود ہیں جو کہ اس (حیاۃ الانبیاء) پر دلالت کرتی ہیں۔ ﴿الحاوی للفتاوی، ج۲﴾

امام داؤد بن سلیمان بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

والحاصل ان حیاۃ الانبیاء ثابت بالاجماع ○

ترجمہ: حاصل کلام یہ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیاۃ پر اجماع امت ہے۔

﴿المنحۃ الوہبیہ﴾

علامہ صاوی المالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مثل الشہداء الانبیاء بل حیاۃ الانبیاء اجل واعلیٰ ○

ترجمہ: شہداء کی مثل انبیاء علیہم السلام ہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کی حیات زیادہ عزت وجلال والی اور بلند تر ہے۔ ﴿تفسیر صاوی علی الجلالین، ج۱﴾

امام تاج الدین سبکی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ومن عقائدنا ان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم فاین الموت○

ترجمہ: ہم اہلسنت کے عقائد میں سے ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ ﴿طبقات الشافیہ، ج ۲﴾

حضرت سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران کی ابتدائی تراسی آیات طیبات میں نصاریٰ کا رد پیش کیا ہے۔ جن کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ایسی بیہودہ باتوں سے پاک ہے۔

جب وفد نجران بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تھا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مباحثہ کرتے ہوئے کہا تھا: ہم ''تثلیث فی الاقانیم'' کا عقیدہ رکھتے ہیں اور انہوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔ یعنی ذات مقدسہ، حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا۔ مختلف فرقوں کا تین خداؤں کے بارے اختلاف ہے۔ یعنی روح القدس کو تیسرا خدا مانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں سورۃ آل عمران کی ابتدائی تراسی آیات میں ان کا رد فرمایا اور وضاحت فرمائی کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے ہیں، انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی طرح رحم مادر میں شکل وصورت سے نوازا، جس طرح دوسرے لوگوں کو شکل وصورت سے نوازا ہے ہاں جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ماں باپ کے بغیر کلمہ کن سے ہوئی، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق والد کے بغیر کلمہ کن سے ہوئی۔ ان آیات طیبات میں حضرت مریم کی ولادت اور ان کے متعلق پیش آمدہ واقعہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حاملہ ہونا بڑی شرح وبسط کے تذکرہ بیان کیا ہے۔

اسی طرح یہ واقعہ سورۂ مریم میں بھی مذکور ہے۔ انشاء اللہ عنقریب ہم ان آیات کے حوالے سے گفتگو کریں گے۔ اللہ کی مدد اور نصرت اور اس کے حسن توفیق اور

ہدایت سے بیان کریں گے۔

اولادِ آدم سے انتخاب خداوندی اور حضرت مریم کی والدہ کی دعا:

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَ نُوْحًا............مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○

﴿سورۂ آل عمران﴾

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کے گھرانے کو اور عمران کے گھرانے کو سارے جہاں والوں پر۔ یہ ایک نسل ہے بعض ان میں سے بعض کی اولاد ہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا ہے، جب عرض کیا: عمران کی بیوی نے اے میرے رب! میں نذر مانتی ہوں تیرے لیے جو میرے شکم میں ہے (سب کاموں سے) آزاد کے سو قبول فرمالے (یہ نذرانہ) مجھ سے بے شک تو ہی (دعائیں) سننے والا (نیتوں کو) جاننے والا ہے پھر جب اس نے جنا اسے بولی: اے اللہ! میں نے جنم دیا ایک لڑکی کو اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا، اور نہیں تھا لڑکا (جس کا وہ سوال کرتی تھی) مانند اس لڑکی کے۔ اور (ماں نے کہا) میں نے نام رکھا ہے اس کا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے پھر، قبول فرمایا اسے اس کے رب نے بڑی ہی اچھی قبولیت کے ساتھ اور پروان چڑھایا اسے اچھا پروان چڑھانا اور نگران بنا دیا اس کا زکریا کو جب بھی جاتے مریم کے پاس زکریا (اسکی) عبادت گاہ میں (تو) موجود پاتے اس کے پاس کھانے کی چیزیں (ایک بار) بولے: اے مریم! کہاں سے تمہارے لیے آتا ہے یہ (رزق) مریم بولیں: یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب۔''

ان آیات طیبات میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو چن لیا، پھر ان کی اولاد میں سے ان لوگوں کو بھی منتخب کر لیا جنہوں نے قانون خداوندی

کی پابندی کی اور میری اطاعت پر قائم رہے، پھر تخصیص فرمائی اور کہا: "و آل ابراھیم" اس میں بنی اسماعیل بھی داخل ہیں پھر اس مقدس و طاہر طیب گھرانے کی فضیلت کو بیان فرمایا یعنی آل عمران کی فضیلت کو۔ عمران سے مراد حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے والد محترم ہیں۔

شجرہ نسب:

حضرت مریم بنت عمران بن ہاشم بن امون بن میشا بن حزقیا بن احریق بن موثم بن عزازیا بن امصیا بن یاوش بن احریھو بن یازم بن یہفا شاط بن ایشا بن ایان بن رجعام حضرت بن داؤد علیہ السلام۔ ﴿ابن اسحاق﴾

ابن عساکر اس طرح شجرہ نسب بیان کرتے ہیں:

مریم بنت عمران ماثان بن العازر بن الیود بن اخنز بن صادوق بن عیازور بن الیاقیم بن ایبود بن زریابیل بن مشالتال بن یوحینا بن برشا بن آمون بن میشا بن حزقیا بن احاز ابن موثام بن عزریا بن یورام بن یوشافاط بن ایشا بن ایا بن رحعام بن سلیمان بن داؤد علیہ السلام۔ یہ شجرہ نسب محمد بن اسحاق کے روایت کردہ نسب سے مختلف ہے۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے والد بنی اسرائیل کے امام تھے:

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے والد محترم حضرت عمران اس دور میں بنی اسرائیل کے امام نماز تھے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ کا نام حنہ بنت فاقود بن قبیل تھا جو عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام اسی دور میں بنی اسرائیل کے نبی تھے اور ان کی بیوی اشیاع بقول علماء جمہور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں اور ایک ضعیف قول کے مطابق اشیاع حضرت مریم علیہا السلام کی خالہ ہیں۔ واللہ اعلم

حضرت مریم کی ولادت:

محمد بن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مریم کی ماں کے ہاں بچہ نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن انہوں نے ایک پرندے کو دیکھا جو اپنے چوزے کو خوراک دے رہا تھا، انہیں یہ دیکھ کر خیال آیا کہ کاش ان کے ہاں بھی بچہ ہوتا، پس انہوں نے نذر مانی کہ اگر ان کے ہاں بچہ ہوا تو وہ اسے بیت المقدس کی مجاوری کیلئے وقف کر دیں گی۔ کہتے ہیں: انہیں اسی وقت حیض کا خون آنا شروع ہوا، جب وہ پاک صاف ہوئیں اور حضرت عمران ان کے قریب گئے تو انہیں حمل ٹھہر گیا۔

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ○

ترجمہ: پھر جب اس نے جنا اسے بولی: اے اللہ! میں نے تو جنم دیا ایک لڑکی کو اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا۔

اسے تا کے پیش کے ساتھ بھی پڑھ گیا ہے: ''والیس الذکر کالا نثی'' ''اور نہیں تھا لڑکا (جس کا وہ سوال کرتی تھی) مانند اس لڑکی کے۔'' یعنی بیت المقدس کی خدمت کیلئے، اس دور کے لوگوں کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنے بچوں کو بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف کرتے تھے۔

پیدائش کے دن ہی نام رکھا جائے:

وانی سمیتھا مریم ○ ترجمہ: (اور ماں نے کہا) میں نے نام رکھا ہے اس کا مریم

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بچے کا نام اسی دن رکھا جائے جس دن وہ پیدا ہو۔

بخاری، مسلم کی ایک حدیث سے بھی یہی ثابت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے بھائی کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے گھٹی دی اور عبداللہ نام رکھا۔

حسن کی سمرہ سے روایت کردہ ایک حدیث میں آیا ہے: ''وہ بچہ اپنے عقیقہ کا

رہین ہے۔ساتویں دن اس کے عقیقہ کیلئے جانور ذبح کیا جائے اس کا نام رکھا جائے اور اس کے بال اتارے جائیں۔اسے احمد، سنن کے مصنفین نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔بعض روایات میں "یسمی" کی جگہ "یدمی" کے الفاظ آئے ہیں اور بعض محدثین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔واللہ اعلم

انہیں شیطان کے شر سے بچانا:

حضرت حنہ (والدہ مریم) نے عرض کیا: "و انی اعیذھا بك و ذریتها من الشیطن الرجیم۔"

ترجمہ: اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اسے اور اسکی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت حنہ رحمہا اللہ کی نذر کی دعا کو قبول فرمایا تھا، اس دعا کو بھی قبولیت سے نوازا۔

بوقت پیدائش شیطان کا حملہ:

امام احمد فرماتے ہیں۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچے کو پیدائش کے وقت شیطان چھوتا ہے جس سے بچہ زور زور سے چلاتا ہے، سوائے مریم اور ان کے بیٹے کے۔پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر چاہو تو آیت "وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" پڑھ لو۔

شیخین نے اس کو عبدالرزاق کے حوالے سے نقل کیا ہے اور علامہ ابن جریر نے احمد بن الفرج سے، انہوں نے بقیہ سے، انہوں نے عبداللہ بن الزبیدی سے، انہوں نے زہری سے، انہوں نے حضرت ابوسلمہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

امام احمد نے ایک دوسرے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نسل آدم کے ہر بچے کو شیطان اپنی انگلی سے مس کرتا ہے سوائے مریم بنت

عمران اوران کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔" (امام احمد اس سند کے ساتھ روایت کرنے میں اکیلے ہیں۔ امام مسلم نے بھی اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔)

حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام شیطان کے حملہ سے محفوظ:

امام احمد فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر انسان جسے اس کی ماں جنتی ہے تو شیطان پہلو میں اسے گھونسا مارتا ہے سوائے حضرت مریم اوران کے بیٹے کے کیا تو دیکھا نہیں کہ جب بچہ ماں کی کھوکھ سے باہر آتا ہے تو کیسے چیختا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ نے فرمایا: "بچہ اس وقت چیختا ہے جب شیطان اس کے پہلوؤں میں کچوکا دیتا ہے۔" (یہ حدیث مسلم کی شرائط کے مطابق ہے اگرچہ انہوں نے اس سند کے ساتھ اسے روایت نہیں کیا۔)

قیس نے اعمش سے، انہوں نے ابو صالح سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ہر بچے کو شیطان نچوڑتا ہے ایک بار یا دو بار سوائے حضرت عیسیٰ ابن مریم اور حضرت مریم کے۔" پھر حضور نبی کریم ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

وَإِنِّيٓ أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ ۝

اسی طرح اسے محمد ابن اسحاق نے یزید بن عبداللہ بن قسیط سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے اصل حدیث کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔

امام احمد، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ہر بنی آدم کو پیدائش کے وقت شیطان پہلو میں کچوکا دیتا ہے سوائے حضرت عیسیٰ ابن مریم کے۔ وہ کچوکا دینے کیلئے گیا تو حجاب میں خود اسے کچوکا دیا گیا۔"

یہ حدیث بخاری، مسلم کی شرط پر پوری اترتی ہے اگرچہ اس سند کے ساتھ انہوں نے اسے روایت کیا ہے۔

حضرت مریم کی کفالت کے لئے قرعہ اندازی:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ○

ترجمہ: پھر قبول فرمایا اسے اس کے رب نے بڑی ہی اچھی قبولیت کے ساتھ اور پروان چڑھایا اسے اچھا پروان چڑھانا اور نگران بنا دیا اس کا زکریا کو۔

اکثر مفسرین یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پیدائش ہوئی تو ان کی والدہ انہیں کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس میں لے گئی اور بیت المقدس کے مجاوروں کے اسے سپرد کر دیا۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا ان کے امام اور مقتد الصلوٰۃ کی بیٹی تھیں، اس سعادت سے بہرہ مند ہونے کیلئے وہ باہم جھگڑنے لگے۔ ظاہر ہے مدت رضاعت کے بعد ماں نے اسے ان مجاوروں کے سپرد کیا ہوگا اور صغر سنی کا وہ دور ختم ہو چکا ہوگا جس میں صرف ماں ہی بچوں کی پرورش کر سکتی ہے۔ جب بچی مجاوروں کے سپرد ہوئی تو باہم جھگڑنے لگے۔ ہر ایک اس کی کفالت کیلئے بے تاب تھا۔ یہ حضرت زکریا علیہ السلام کا دور نبوت تھا۔ آپ بچی کی کفالت کا اپنے آپ کو زیادہ حقدار سمجھتے تھے کیونکہ آپ کی بیوی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے ایک قول کے مطابق بہن تھی اور دوسرے قول کے مطابق خالہ تھیں، تمام دعویدار تھے۔ طے پایا کہ قرعہ اندازی کی جائے، تقدیر نے یاوری کی اور قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکل آیا۔ وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو ماں کی محبت سے محروم نہیں کرنا چاہتا تھا اور ظاہر ہے خالہ ماں کی جگہ ہے۔

مریم حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ○ ترجمہ: "اور نگران بنا دیا اس کا زکریا کو۔" کیونکہ قرعہ میں انہی کا نام نکلا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ

اَیُّھُمْ یَکْفُلُ مَرْیَمَ وَمَا کُنْتَ لَدَیْھِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ○ ﴿سورۂ آل عمران﴾

ترجمہ: یہ غیب کی خبروں میں سے ہیں، ہم وحی کرتے ہیں ان کی آپ کی طرف اور نہ تھے آپ ان کے پاس جب پھینک رہے تھے وہ (مجاور) اپنی قلمیں (یہ فیصلہ کرنے کیلئے کہ) کون ان میں سے سرپرستی کرے مریم کی اور نہ تھے آپ ان کے پاس جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔

مفسرین عظام فرماتے ہیں کہ تمام مجاوروں نے اپنے اپنے قلم جسے وہ پہچانتے تھے، ایک جگہ رکھ دیئے ہیں اور ایک نابالغ بچے سے کہا کہ ان میں سے ایک قلم اٹھالاؤ۔ وہ ایک قلم اٹھالایا۔ یہ قلم حضرت زکریا علیہ السلام کا تھا، لیکن دوسرے مجاور نہ مانے اور کہنے لگے: ایک بار پھر قرعہ اندازی ہوگی لیکن ہر ایک قلم نہر میں پھینکے گا جس کا قلم بہاؤ کے خلاف بہنے لگا وہ بچی کی کفالت کا حقدار ہوگا۔ دوسری بار جب قرعہ اندازی ہوئی تو بھی صرف حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم پانی کے بہاؤ کی مخالف سمت چلنے لگا جبکہ باقی قلم پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہتے چلے گئے پھر وہ خواہش کرے کہ تیسری بار قرعہ اندازی کی جائے جس کا قلم پانی کے بہاؤ کے ساتھ چلے گا وہ حقدار اور غالب سمجھا جائے گا۔ تیسری بار قرعہ اندازی ہوئی تو سارے قلم بہاؤ کے خلاف بہنے لگے، صرف حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم تھا جو پانی کے ساتھ بہہ رہا تھا، اب مجاور ہار گئے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے بچی کی کفالت کی ذمہ داری اٹھائی اور واقعی حضرت زکریا علیہ السلام شرعاً اور قدراً کئی وجوہات کی بنا پر مریم کی کفالت کے زیادہ حقدار تھے۔

بے موسم پھل:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْھَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَھَا رِزْقًا ○ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ ھٰذَا قَالَتْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○

ترجمہ: جب بھی جاتے مریم کے پاس زکریا (اس کی) عبادت گاہ میں (تو) موجود

لیے آتا ہے یہ (رزق) مریم بولیں، یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب۔

خاص کمرہ میں عبادت خداوندی:

آئمہ مفسرین عظام فرماتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کیلئے ایک بہت سی مناسب کمرہ منتخب فرمایا تھا۔ اس کمرے میں کوئی اور داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ کمرہ مسجد اقصیٰ کے قریب تھا۔ حضرت مریم اس میں عبادت خداوندی بجا لاتیں اور اپنی باری کے دن بیت اللہ شریف کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیتیں۔ دن رات آپ کے عبادت میں گزرتے۔ حتیٰ کہ وہ عبادت و ریاضت میں ضرب المثل بن گئیں، تمام اسرائیلی ان کی ستائش میں رطب اللسان نظر آتے۔ آپ کے احوال و مقامات اور اعجازات و کرامات زبان زد عوام و خواص تھے۔

بے موسم پھل دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا:

حضرت زکریا علیہ السلام جب بھی ان کے حجرہ عبادت میں تشریف لے جاتے تو بے موسم کے طرح طرح کے پھل موجود پاتے۔ گرمیوں کے پھل سردیوں میں اور سردیوں کے پھل گرمیوں میں دیکھ کر ایک دن وہ پوچھنے لگے مریم یہ پھل کہاں سے آتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آتے ہیں، یہ وہ رزق ہے جو بارگاہ الٰہی سے مجھے عطا کیا جاتا ہے اور ساتھ یہ بھی فرمایا: اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا کرتا ہے۔ اسی جگہ اور اسی وقت حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں یہ تمنا چٹکیاں لینے لگی کہ کاش ان کی پشت سے بھی ایک بچہ ہوتا۔ جس طرح حضرت مریم علیہا السلام کے بند کمرے میں بے موسم کے پھل آسکتے ہیں، تو بڑھاپے میں مجھے بھی اللہ تعالیٰ بچے سے نواز سکتا ہے۔

قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ○

﴿سورۂ آل عمران﴾

ترجمہ: عرض کیا: اے میرے اللہ! عطا فرما مجھ کو اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد! بے شک تو ہی سننے والا ہے دعا کا۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: اے وہ جو مریم کو بے موسم کے پھل عطا کرتا ہے مجھے بھی بچے سے نواز، اگرچہ اب میرے ہاں بچہ ہونے کا وقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی عمر طویل کے باوجود حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

پیدائش حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن میں ذکر:

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ .... هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ ﴿سورۂ آل عمران﴾

ترجمہ: اور جب کہا فرشتوں نے اے مریم! بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے تمہیں اور خوب پاک کر دیا ہے تمہیں اور پسند کیا ہے تجھے سارے جہان کی عورتوں سے اے مریم! خلوص سے عبادت کرتی رہ اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ یہ (واقعات) غیب کی خبروں میں سے ہیں ہم وحی کرتے ہیں ان کی آپ کی طرف اور نہ تھے آپ ان کے پاس جب پھینک رہے تھے وہ (مجاور) اپنی قلمیں (یہ فیصلہ کرنے کے لیے کہ) کون ان میں سے سرپرستی کرے مریم کی اور نہ تھے آپ ان کے پاس جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے جب کہا فرشتوں نے اے مریم! اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے تجھے ایک کلمہ کی اپنے پاس سے اس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہو گا معزز ہو گا دنیا اور آخرت میں اور (اللہ کے) مقربین سے ہو گا اور گفتگو کرے گا لوگوں کے ساتھ گہوارے میں بھی اور پکی عمر میں بھی اور نیکوکاروں میں سے ہو گا مریم بولیں اے میرے پروردگار! کیونکر ہو سکتا ہے میرے ہاں بچہ؟ حالانکہ ہاتھ تک نہیں لگایا مجھے کسی انسان نے۔ فرمایا بات یونہی ہے (جیسے تم کہتی ہو لیکن) اللہ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے۔ جب فیصلہ فرماتا ہے کسی کام (کے کرنے) کا تو بس اتنا ہی کہتا ہے اسے کہ ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سکھائے گا اسے کتاب و حکمت اور تورات و انجیل اور (بھیجے گا اسے) رسول بنا کر بنی اسرائیل کی طرف (وہ انہیں آکر کہے گا کہ)

میں آ گیا ہوں تمہارے پاس ایک معجزہ لے کر تمہارے رب کی طرف سے (وہ معجزہ یہ ہے کہ) میں بنا دیتا ہوں تمہارے لیے کیچڑ سے پرندے کی سی صورت پھر پھونکتا ہوں اس (بے جان صورت) میں تو وہ فوراً ہو جاتا ہے پرندہ اللہ کے حکم سے اور میں تندرست کر دیتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور (لاعلاج) کوڑھی کو اور میں زندہ کرتا ہوں مردے کو اللہ کے حکم سے اور بتلاتا ہوں تمہیں جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ تم جمع کر رکھتے ہو اپنے گھروں میں بے شک ان معجزات میں (میری صداقت کی) بڑی نشانی ہے تمہارے لیے اگر تم ایمان دار ہو اور میں تصدیق کرنے والا ہوں اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتاب تورات کی اور تاکہ میں حلال کر دوں تمہارے لیے بعض وہ چیزیں جو (پہلے) حرام کی گئی تھیں تم پر اور لایا ہوں تمہارے پاس ایک نشانی تمہارے رب کی طرف سے سو ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور میری اطاعت کرو بیشک اللہ مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے مجھے اور مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے تمہیں سو اس کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔"

ان آیات طیبات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ملائکہ نے حضرت مریم کو بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے وقت کی تمام عورتوں سے چن لیا ہے۔ کیونکہ تیرے ہاں بغیر باپ کے ایک بچہ ہوگا اور وہ بچہ شرف و منزلت کا حامل نبی ہوگا۔

"يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ" یعنی بچپن میں لوگوں کو خدائے یکتا کی عبادت کی دعوت دے گا۔ اور اسی طرح بڑھاپے کی عمر میں بھی دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دے گا۔ حضرت مریم کو حکم دیا گیا کہ کثرت سے عبادت کرو اور خوب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا اور سجود و رکوع سے ہدیہ عجز و نیاز پیش کرو۔ تاکہ اس کرامت کی اہل ہو سکو اور اس نعمت کا شکر بجا لا سکو۔ کہتے ہیں کہ آپ اس قدر قیام کرتیں کہ قدم متورم ہو جاتے۔ "رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَرَحِمَهَا وَرَحِمَ اُمَّهَا وَاَبَاهَا۔"

حضرت مریم کی عظمت وفضیلت قرآن میں:

فرشتوں کا یہ کہنا ''یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ'' یعنی اے مریم اللہ تعالیٰ نے آپ کو چن لیا ہے۔ اصطفاء اختیاء کے معنی میں ہے۔ ''وَطَهَّرَكِ'' اور خوپاک کر دیا تمہیں۔ یعنی اخلاق رذیلہ سے اور عطا کر دیا تجھے صفات جمیلہ۔ ''وَاصْطَفٰكِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ'' ترجمہ: ''اور پسند کیا تجھے سارے جہان کی عورتوں سے'' ہو سکتا ہے اس سے مراد اس دور کی عورتیں ہوں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

اِنِّیْ اَصْطَفَیْتُكَ عَلَی النَّاسِ ترجمہ: میں نے سرفراز کیا ہے تجھے تمام لوگوں پر۔

اسی طرح بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا:

وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰی عِلْمٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ ﴿سورۃ الدخان﴾

ترجمہ: اور ہم نے چنا تھا بنی اسرائیل کو جان بوجھ کر جہاں والوں پر۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں:

اور یہ بات ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام دونوں سے افضل ہیں۔ اسی طرح یہ امت (محمدیہ) پہلی تمام امتوں سے افضل، تعداد میں زیادہ۔ علم وعمل میں برتر اور بہتر ہے۔

اور یہ احتمال بھی ہے کہ ''عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ'' کا حکم عام ہو۔ اس طرح حضرت مریم علیہا السلام دنیا کی پہلی اور پچھلی تمام عورتوں سے افضل ہوں گی کیونکہ بعض لوگ ان کی نبوت کے قائل ہیں جیسا کہ وہ حضرت سارہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی نبوت کے قائل ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ ان کی طرف وحی ہوئی ہے اگر یہ نبیہ ہوں تو پھر کوئی اشکال باقی نہیں رہتا اور آپ حضرت سارہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل قرار پاتی ہیں کیونکہ یہ آیت عام ہے اور کوئی دوسری آیت اس کی معارض بھی نہیں ہے علامہ ابن حزم اور دیگر اکثر مفسرین حضرت مریم کی نبوت کے قائل ہیں۔ واللہ اعلم

کوئی عورت نبی نہیں ہوسکتی:

لیکن جمہور کا قول یہ ہے کہ نبوت مردوں کے ساتھ خاص ہے عورتوں میں کوئی نبیہ نہیں ہوئی۔ جیسا کہ حضرت ابوالحسن اشعری اور دوسرے علماء اہلسنت کی رائے ہے۔ اس نظریہ کے مطابق حضرت مریم رضی اللہ عنہا بڑے مقامات کی حامل خاتون قرار پاتی ہیں۔ ﴿البدایہ والنہایہ﴾

حضرت مریم صدیقہ ہیں:

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ○

﴿سورۃ المائدہ﴾

ترجمہ: نہیں ہیں مسیح ابن مریم مگر ایک رسول گزر چکے ہیں اس سے پہلے بھی کئی رسول اور ان کی ماں بڑی راستباز تھیں۔

اس بناء پر حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا پہلی اور پچھلی تمام مشہور صدیقات سے افضل ماننے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ واللہ اعلم

ان کا ذکر حضرت آسیہ بنت مزاحم حضرت خدیجہ بنت خویلد اور حضرت فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رضی اللہ عنہن "و ارضاھن" کے ساتھ آیا ہے۔

دنیا کی سب سے بہترین چار عورتیں:

حضرت عبداللہ بن جعفر نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے دور کی بہترین خاتون مریم بنت عمران ہیں اور اس دور کی بہترین عورت خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ ﴿احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی﴾

امام احمد فرماتے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام دنیا کی عورتوں میں سے چار عورتیں تجھے بس ہیں۔ مریم بنت عمران، آسیہ فرعون کی بیوی، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رضی اللہ عنہن۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا کی بہترین عورتیں چار ہیں مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی آسیہ، خدیجہ خویلد اور فاطمہ بنت محمد رسول اللہ (ﷺ)۔ (رضی اللہ عنہن) ﴿ترمذی، ابن عساکر﴾

امام احمد فرماتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جتنی عورتیں اونٹ پر سوار ہونے والی ہیں ان میں سے بہتر عورتیں قریش کی ہیں جو اپنے چھوٹے بچوں پر بہت زیادہ شفیق ہیں اور اپنے خاوندوں کے مال کی زیادہ حفاظت کرنے والی ہیں۔ (اسے مسلم نے اپنی صحیح میں محمد بن رافع اور عبد بن حمید سے روایت کیا اور ان دونوں نے عبدالرزاق سے اسی متن کے ساتھ روایت کیا ہے)۔

امام احمد، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اونٹوں پر سواری کرنے والی عورتوں میں بہترین عورتیں قریش کی عورتیں ہیں۔ اور اپنے بچوں پر بہت مہربان ہوتی ہیں اور افلاس کے باوجود اپنے خاوند سے خوب محبت کرتی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کو معلوم تھا کہ عمران کی بیٹی کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئی۔

(امام احمد اس حدیث کو روایت کرنے میں اکیلے ہیں۔ اور یہ صحیح کی شرط پر ہے اس حدیث کو کئی دوسرے طرق سے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے)

اہل جنت سے بہترین عورتیں:

ابو یعلی موصلی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے زمین پر چار خط کھینچے اور فرمایا: جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اہل جنت میں بہترین عورتیں خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی ہیں۔'' (اسے نسائی نے داود بن ابی ہند سے مختلف طرق

سے روایت کیا ہے)۔

تمام عورتوں کی سردار:

ابن عساکر ابو بکر عبداللہ بن ابو داؤد سلیمان بن اشعث کے طریق سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا کی عورتوں میں سے چار عورتیں تیرے لیے بس ہیں جو تمام عورتوں کی سردار ہیں۔ فاطمہ بنت محمد، خدیجہ بنت خویلد، آسیہ بنت مزاحم اور مریم بنت عمران۔''
(رضی اللہ عنہن)

جنتی عورتوں کی سردار:

امام ابوالقاسم بغوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا وجہ تھی کہ جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھکی ہوئی تھیں (یعنی سرگوشی کر رہی تھیں) تو رو پڑیں پھر اسی لمحے ہنسنے لگیں؟ فرمانے لگیں: آپ نے مجھے بتایا کہ میں اسی تکلیف کے ساتھ دنیا چھوڑ جاؤں گا (یہ سن کر) میں رو پڑی پھر میں قریب ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا کہ میں آپ کے گھر والوں سے سب سے پہلے آپ کے پاس (دارالخلود میں) پہنچنے والی ہوں اور یہ کہ میں اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں۔ سوائے مریم بنت عمران کے (یہ سن کر) میں ہنس پڑی۔

(اس حدیث کے اصل الفاظ (روایت باللفظ) صحیح (بخاری) میں ہیں یہ سند مسلم کی شرط پر پوری اترتی ہے۔ اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ دونوں (مریم بنت عمران اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مذکورہ چاروں سے افضل ہیں۔)

امام احمد نے روایت کیا ہے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ سوائے مریم بنت عمران کے۔ یہ سند حسن ہے۔ اور ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ لیکن باقی محدثین نے اسے بیان نہیں کیا۔ اسی طرح کی ایک حدیث حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی

روایت کی جاتی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

مقصد یہ ہے کہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما ان چار عورتوں سے افضل ہیں جن کی فضیلت حدیث میں آئی ہے۔ پھر استثناء سے یہ احتمال بھی ہے کہ حضرت مریم بنت عمران، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما سے افضل ہوں اور یہ احتمال بھی ہے کہ دونوں فضیلت میں برابر ہوں۔ اگر احادیث کو صحیح مان لیا جائے تو پہلا احتمال زیادہ قرین قیاس لگتا ہے۔

حافظ ابوالقاسم ابن عساکر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اہل جنت کی عورتوں کی سردار مریم بنت عمران پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ پھر حضرت خدیجہ اور پھر آسیہ فرعون کی بیوی ہیں۔ رضی اللہ عنہن۔

دنیا میں کامل ترین عورتیں:

رہی وہ حدیث جسے ابن مردویہ نے شعبہ کے حوالے سے، انہوں نے معاویہ بن قرہ سے۔ انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مردوں میں بہت کامل ہو گزرے ہیں لیکن عورتوں میں سوائے تین کے کوئی کامل نہیں گزری۔ (یعنی) مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی آسیہ، خدیجہ بنت خویلد اور عائشہ کو عورتوں پر ایسے ہی فضیلت ہے جسے ثرید کو تمام کھانوں پر''

اسی طرح وہ حدیث جسے ابوداؤد کے علاوہ جماعت محدثین نے کئی طرق سے شعبہ سے، انہوں نے عمرو بن مرہ سے، انہوں نے الہمدانی سے، انہوں نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مردوں میں کئی کامل ہو گزرے ہیں مگر عورتوں میں کوئی کامل نہیں ہوئی سوائے فرعون کی بیوی آسیہ کے اور عمران کی بیٹی مریم کے۔ اور عائشہ کو عورتوں پر ایسے فضیلت ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر۔''

یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں اسے شیخین نے روایت کرنے

میں اتفاق کیا ہے۔ حدیث پاک کے الفاظ کا یہ تقاضا ہے کہ کمال کو حضرت مریم اور حضرت آسیہ کے ساتھ مختص سمجھا جائے۔ ہو سکتا ہے اس کمال اور فضیلت سے مراد اس وقت کی عورتوں پر فضیلت ہو۔ کیونکہ ان دونوں کو دو نبیوں کی کفالت کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔

حضرت آسیہ نے بچپن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کفالت کی اور حضرت مریم نے اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی۔ لیکن اس سے اس امت کی دوسری عورتوں کی فضیلت کی تردید لازم نہیں آتی جیسے حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

﴿البدایہ والنہایہ﴾

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے پندرہ سال اور بعثت کے بعد دس سال سے زائد خدمت کی سعادت حاصل کی۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وزیر تھیں۔ اپنا مال اور اپنی جان اللہ کے محبوب پر نچھاور کیے۔ ''رضی اللہ تعالی عنھا و ارضاھا''

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بات تو آپ اللہ کے محبوب کی لخت جگر ہیں اور اپنی دوسری بہنوں سے خصوصی فضیلت اور مقام رکھتی ہیں۔ کیونکہ انہیں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کا سانحہ برداشت کرنا پڑا۔ آپ کی دوسری بہنوں کا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے سے پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین زوجہ محترمہ ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے حضرت عائشہ کے کسی باکرہ عورت سے شادی نہیں فرمائی۔ اور اس پوری امت میں بلکہ دنیا میں کوئی بھی عورت آپ کی فقاہت اور علم و دانش کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہ وہ خاتون ہیں جن پر جب تہمت لگائی گئی تو غیرت خداوندی جوش میں آ گئی اور

قرآنی آیات میں ان کی پاک دامنی کا تذکرہ فرما کر برأت کا اعلان کیا۔ حضور پرنور ﷺ کی رحلت کے بعد پچاس سال آپ بقید حیات رہیں اور قرآن وسنت کی تبلیغ فرمائی۔ آپ اس طویل مدت میں مسلمانوں کے مسائل کا حل بتاتیں۔ اختلاف کی صورت میں اصلاح احوال کی کوششیں کرتیں۔ آپ تمام ازواج مطہرات سے زیادہ شرف وکرامت کی حامل ہیں حتی کہ بعض متقدمین اور متاخرین علماء کرام کے نزدیک تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بھی زیادہ فضیلت کی حامل ہیں۔ حالانکہ حضور نبی کریم ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہوئی۔ لیکن توقف بہتر ہے۔ کسی کو کسی پر فضیلت دینا اچھا امر نہیں ہے۔ ہم نے یہ بات اس لیے بیان کردی ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ کو دوسری تمام عورتوں پر ایسے ہی فضیلت حاصل ہے۔ جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر''

یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ یہ حکم عام ہو۔ اور حضرت عائشہ کی تمام عورتوں حتی کہ مذکورہ چار عورتوں سے بھی فضیلت بیان کرنا مقصود ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان چار کے علاوہ باقی عورتوں پر فضیلت کا بیان کرنا مقصود ہو۔ واللہ اعلم

فائدہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عظمت وشان، فضائل وکمال پر میری کتاب، سیرت عائشہ صدیقہ کا مطالعہ کریں۔ ﴿محمد عبدالاحد قادری﴾

سرکار دوعالم ﷺ کی جنتی ازواج:

حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کا ذکر مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خوب پاک صاف فرمایا۔ انہیں اپنے دور کی تمام عورتوں سے چن لیا اور یہ کہنا بھی جائز ہے کہ انہیں دنیا کی تمام عورتوں پر فضیلت عطا فرمائی جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ ایک حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ملتی ہے کہ حضرت مریم بنت عمران کی جنت میں رسول اللہ ﷺ کی زوجیت کا شرف حاصل ہوگا۔ اسی طرح حضرت آسیہ بنت مزاحم بھی آپ کے رشتہ ازواج میں

منسلک ہوں گی۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر ابن کثیر بعض بزرگوں کے حوالے سے اس بات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور قرین قیاس بھی یہی ہے کیونکہ ارشاد خداوندی ہے: ''ثیبات و ابکارا۔'' ترجمہ: ''کچھ پہلے بیاہیاں اور کچھ کنواریاں۔''

کہتے ہیں کہ ''بیاہتا'' سے مراد حضرت آسیہ ہیں اور ابکار سے مراد مریم بنت عمران ہیں۔ واللہ اعلم

طبرانی فرماتے ہیں: سعد بن جنادہ عوفی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ نے جنت میں عمران کی بیٹی مریم، فرعون کی بیوی ''آسیہ'' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ سے میرا عقد نکاح فرما دیا ہے۔ اسے ابن جعفر عقیلی نے عبدالنور کے حوالے سے اسی متن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ہاں یہ الفاظ زیادہ ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ کو مبارک ہو۔ پھر عقیلی فرماتے ہیں یہ حدیث محفوظ نہیں ہے۔

زبیر بن بکار فرماتے ہیں۔ مجھ سے محمد بن حسن نے بیان فرمایا۔ انہوں نے یعلی بن مغیرہ سے، انہوں نے ابوداؤد سے رایت کیا۔ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بیمار تھی اور اسی بیماری میں ہی آپ کا انتقال ہوا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے خدیجہ! تجھے تکلیف میں دیکھ کر مجھے سخت تکلیف ہو رہی ہے لیکن کبھی کبھی اللہ تعالیٰ تکلیف میں بڑی بھلائی رکھ دیتا ہے کیا تو نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں تیرے ساتھ مریم بنت عمران، کلثوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن اور فرعون کی بیوی آسیہ کے ساتھ میرا رشتہ ازدواج منعقد کر دیا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ ایسا کر دیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے (مبارکباد دیتے ہوئے) عرض کیا: آپ کے اور ان کے درمیان اتحاد و اتفاق رہے اور اولاد نصیب ہو۔

ابن عساکر محمد بن زکریا یاغلابی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سے عباس بن بکار نے، ہم سے ابوبکر الہذلی نے بیان کیا۔ انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لے گئے، آپ بیمار تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے خدیجہ! جب اپنی سوکنوں سے ملاقات ہو تو انہیں میرا اسلام کہنا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے مجھ سے پہلے بھی شادی فرمائی تھی؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم اور کلثوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے فرما دیا ہے۔"

﴿تاریخ ابن کثیر﴾

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے سلام خداوندی اور جنتی یاقوتی محل کی بشارت:

ابن عساکر، سوید بن سعید کے طریقہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام بارگاہ نبوی ﷺ میں پیغام خداوندی لے کر حاضر ہوئے اور حضور نبی کریم ﷺ کی مجلس میں بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے۔ اسی دوران حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گزر ہوا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ عورت کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ میری امت کی صدیقہ ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: میرے پاس ان کی طرف بھی اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں سلام فرماتا ہے اور خوشخبری دیتا ہے کہ جنت میں ان کیلئے یاقوت کا ایک گھر ہے جو ہر شور و غوغا سے پاک ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے (جبریل علیہ السلام کی گفتگو سن کر) فرمایا: اللہ تعالیٰ سلامتی عطا کرنے والا ہے۔ اسی سے سلامتی ہے، اور تم دونوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہو اور رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ یہ یاقوت سے مزین گھر کیا ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ (تفصیل بتاتے ہوئے) فرمایا: وہ ایک موتی کا گھر ہے جو مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم کے گھروں کے درمیان ہے اور وہ دونوں قیامت کے روز میری بیویاں ہوں گی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام اور انہیں جنت میں یاقوت کے

گھر کی خوشخبری دی جس میں نہ کوئی شور ہوگا نہ لہو ولعب، اس حدیث کی اصل تو صحیح میں موجود ہے۔

حکایت:

ابن عساکر، ابوزرعہ دمشقی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے چٹان یعنی بیت المقدس کی چٹان کے بارے پوچھا تو انہوں نے بتایا: یہ چٹان کھجور کے درخت پر ہے اور کھجور کا درخت جنت کی نہروں میں سے ایک نہر کے اوپر ہے اور اس درخت کے نیچے مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم رہتی ہیں اور وہ قیامت تک اہل جنت کیلئے موتی پروتی رہیں گی۔ پھر انہوں نے اسے اسماعیل کے طریقہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عیاش سے، انہوں نے ثعلبہ بن مسلم سے، انہوں نے مسعود سے، انہوں نے عبدالرحمٰن سے، انہوں نے خالد بن معدان سے، انہوں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر قرآن میں:

اللہ تبارک وتعالیٰ سورۂ مریم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ .... مَنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ ﴿سورۂ مریم﴾

ترجمہ: ''اور (اے حبیب!) بیان کیجئے کتاب میں مریم (کا حال) جب وہ الگ ہوگئی اپنے گھر والوں سے ایک مکان میں جو مشرق کی جانب تھا۔ پس بنا لیا اس نے لوگوں کی طرف سے ایک پردہ۔ پھر ہم نے بھیجا اس کی طرف اپنے جبریل کو پس وہ ظاہر ہوا اس کے سامنے ایک تندرست انسان کی صورت میں۔ مریم بولیں: میں پناہ مانگتی ہوں رحمٰن کی تجھ سے اگر تو پرہیزگار ہے۔ جبریل نے کہا: میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔ تاکہ میں عطا کروں تجھے ایک پاکیزہ فرزند۔ مریم (حیرت سے) بولیں: (اے بندہ خدا!) کیونکر ہوسکتا ہے میرے ہاں بچہ حالانکہ نہیں چھوا مجھے کسی بشر نے اور

نہ میں بدچلن ہوں۔ جبریل نے کہا: یہ درست ہے۔ (لیکن) تیرے پروردگار نے فرمایا: یوں بچہ دینا میرے لیے معمولی بات ہے اور (مقصد یہ ہے) ہم بتائیں اسے اپنی (قدرت کی) نشانی لوگوں کیلئے اور سراپا رحمت اپنی طرف سے اور یہ ایسی بات ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ پس وہ حاملہ ہو گئیں اس (بچہ) سے پھر وہ چلی گئیں اسے (شکم میں) لیے کسی دور جگہ پس لے آیا انہیں دردزہ ایک کھجور کے تنے کے پاس (بصد حسرت و یاس) کہنے لگیں: کاش! میں مر گئی ہوتی اس سے پہلے اور بالکل فراموش کر دی گئی ہوتی۔ پس پکارا! اسے ایک فرشتے نے اس کے نیچے سے (اے مریم!) غمزدہ نہ ہو جاری کر دی ہے تیرے پروردگار نے تیرے نیچے ایک ندی۔ اور ہلاؤ اپنی طرف کھجور کے تنے کو گرنے لگیں گی تم پر پکی ہوئی کھجوریں۔ (میٹھے میٹھے خرمے) کھاؤ اور (ٹھنڈا پانی) پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو، پھر اگر دیکھو کسی شخص کو تو (اشارے سے اسے) کہو کہ میں نے نذر مانی ہوئی ہے رحمٰن کیلئے (خاموشی کے) روزہ کی پس میں آج کسی انسان سے گفتگو نہیں کروں گی۔ اس کے بعد وہ لے آئیں بچہ کو اپنی قوم کے پاس (گود میں) اٹھائے ہوئے۔ انہوں نے کہا: اے مریم! تم نے بہت ہی برا کام کیا ہے۔ اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ برا شخص تھا اور نہ ہی تیری ماں بدچلن تھی۔ اس پر مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کیا۔ لوگ کہنے لگے: ہم کیسے بات کریں اس سے جو گہوارہ میں (کمسن) بچہ ہے۔ (اچانک) وہ بچہ بول پڑا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔ اور اسی نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں کہیں بھی میں ہوں اور اسی نے مجھے حکم دیا ہے نماز ادا کرنے کا اور زکوٰۃ دینے کا جب تک میں زندہ ہوں اور مجھے خدمت گزار بنایا ہے اپنی والدہ کا۔ اور اس نے نہیں بنایا مجھے جابر (اور) بدبخت اور سلامتی ہو مجھ پر جس روز میں پیدا ہوا، اور جس دن میں مروں گا اور جس دن مجھے اٹھایا جائے گا زندہ کر کے یہ ہے عیسٰی بن مریم (اور یہ ہے وہ) سچی بات جس میں لوگ جھگڑ رہے ہیں یہ زیب ہی نہیں اللہ تعالیٰ کو کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔ وہ پاک ہے جب وہ فیصلہ فرما دیتا ہے کسی کام کا تو بس صرف اتنا حکم دیتا ہے اس

کیلئے کہ ہو جا تو وہ کام ہو جاتا ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، سو اسی کی عبادت کیا کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ پھر کئی گروہ آپس میں اختلاف کرنے لگے۔ پس ہلاکت ہے کفار کیلئے اس دن کی حاضری سے جو بہت بڑا ہے۔''

حضرت مریم علیہا السلام کو ان کی والدہ نے بیت المقدس کی خدمت کیلئے جب آزاد کیا تو ان کی کفالت ان کی خالہ کے خاوند یا بہن کے خاوند اللہ کے نبی حضرت زکریا علیہ السلام نے کی اور حضرت زکریا علیہ السلام نے مریم کیلئے مسجد میں ایک الگ حجرے کا بندوبست فرمایا، جس میں سوائے حضرت زکریا علیہ السلام کے کوئی نہیں جا سکتا تھا۔ اور یہ بات بھی پہلے ذکر ہو چکی ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا عبادت وریاضت میں اپنی مثال آپ تھیں۔ ان کے ہاتھوں ایسی کرامات کا ظہور ہوا جس پر حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی رشک کیا۔ انہیں فرشتوں نے بشارت دی کہ تو اللہ تعالیٰ کی چنی ہوئی ہیں۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اسے ایک پاک سیرت بچے سے نوازے گا جو نبی، کریم، طاہر اور مکرم ہوگا۔ اس کے ہاتھ پر کئی معجزات کا ظہور ہوگا۔

یہ بشارت سن کر حضرت مریم علیہا السلام حیران رہ گئیں۔ بغیر باپ کے باپ کے بچہ؟ کیونکہ انہوں نے شادی نہیں کی تھی، اور نہ شادی کر سکتی تھیں کیونکہ وہ بیت المقدس کی خدمت کی خاطر وقف ہو چکی تھیں۔ فرشتوں نے بتایا: اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے وہ جب فیصلہ کرتا ہے تو ''ہو جا'' فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے۔ یہ باتیں سن کر انہیں تسلی ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے آگے سر جھکا لیا، آپ جانتی تھیں کہ انہیں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لوگ باتیں بنائیں گے کیونکہ وہ تو حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ وہ تدبر و دانش کے بغیر واقعہ کی ظاہری صورت کو دیکھیں گے۔

حضرت مریم اور روح الامین حضرت جبریل علیہ السلام سے آمنا سامنا:

حضرت مریم رضی اللہ عنہا حیض کے دنوں میں آپ مسجد سے نکل جاتی تھیں اور دوسری ضروریات زندگی مثلاً خورد ونوش کیلئے بھی انہیں مسجد سے نکلنا پڑتا تھا۔

ایک دن جب وہ کسی کام کیلئے مسجد سے نکلیں اور مسجد اقصیٰ کی مشرقی جانب ذرا دور اکیلی ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے روح الامین حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیجا۔ "فتمثل لھا بشرا سویا" ترجمہ: "پس وہ ظاہر ہوا اس کے سامنے ایک تندرست انسان کی صورت میں۔"

جب حضرت مریم علیہا السلام کی نظر پڑی تو گھبرا گئیں اور کہنے لگیں:

انی اعوذ بالرحمن منك ان کنت تقیا○

ترجمہ: "میں پناہ مانگتی ہوں رحمٰن کی تجھ سے اگر تو پرہیزگار ہے۔"

ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ جانتی تھیں کہ ایک متقی شخص عقلمندی سے کام لیتا ہے۔ یہ ان لوگوں کا رد ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ تقی بنی اسرائیل کا ایک مشہور فاسق شخص کا نام تھا اور حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ شاید یہ وہی فاسق و فاجر تقی ہے جو بدمعاشی میں مشہور ہے۔ یہ محض باطل سوچ ہے۔ اس کی کوئی دلیل نہیں، بلکہ یہ محض جھوٹ کا پلندہ ہے۔

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ○ ترجمہ: "جبریل نے کہا: میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔"

یعنی فرشتے نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے براہ راست گفتگو کی اور بتایا کہ میں اللہ کا پیغام لے کر آیا ہوں انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہوں، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔

لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا○ ترجمہ: "تاکہ میں عطا کروں تجھے ایک پاکیزہ فرزند۔"

قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ○ ترجمہ: "کیونکر ہو سکتا ہے میرے ہاں بچہ۔"

وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ترجمہ: "نہ چھوا مجھے کسی بشر نے اور نہ میں بدچلن ہوں۔"

یعنی نہ تو میں شادی شدہ ہوں اور نہ فاحشہ ہوں پھر بچہ کیونکر ہوگا۔

قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ○

ترجمہ: حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ درست ہے (لیکن تیرے رب نے فرمایا: یوں بچہ دینا میرے لیے معمولی بات ہے۔

تعجب کی کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ تیرے بطن پاک سے بن باپ کے بچہ پیدا ہوگا اور یہ اس ذات کیلئے بھلا مشکل ہی کیا ہے جو ہر شے پر قادر ہے۔ فرمایا:

وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ ○ ترجمہ: ''اور (مقصد یہ ہے) ہم بنائیں اسے اپنی (قدرت کی) نشانی لوگوں کیلئے۔''

قدرت کی کرشمہ سازی:

اور لوگ یقین کرلیں کہ جو بن باپ کے بچہ دے سکتا ہے وہ انواع واقسام کی مخلوق پیدا کرنے پر کمال قدرت رکھتا ہے۔ وہی ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا اور حضرت حواء رضی اللہ عنہا کو بغیر عورت کے پیدا فرمایا۔ اب وہی ذات حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے بن باپ ایک بچہ پیدا فرمارہی ہے۔ وہ کسی قانون کا محتاج اور پابند نہیں، ساری کائنات کو مرد اور عورت سے یا نر اور مادہ سے پیدا فرمایا لیکن جب چاہا قانون بدل دیا۔

وَرَحْمَةً مِّنَّا○ ترجمہ: ''اور سراپا رحمت اپنی طرف سے۔''

یعنی اس بچے کے ذریعے ہم اپنے بندوں پر رحمت کریں گے۔ یہ بچہ بچپنے میں، جوان ہوکر اور عمر کے آخری حصہ میں دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دے گا۔ اور کہے گا: کہ ''خدائے یکتا لاشریک کی عبادت کرو اور اسے بیوی، بچے، مددگار، ہم پلہ، اضداد اور انداد سے پاک مانو۔''

وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا○ ترجمہ: ''اور یہ ایسی بات ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔''

یہ کنایہ ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بطن پاک میں پھونک مارنے سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَمَرْيَمَ ابْنَةَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُّوْحِنَا○

﴿سورۃ التحریم﴾

ترجمہ: اور (دوسری مثال) مریم بنت عمران کی ہے جس نے اپنے گوہر عصمت کو محفوظ رکھا تو ہم نے پھونک دی اس کے اندر اپنی طرف سے روح۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے نفخ روح کا عمل سرانجام دیا:

اکثر اسلاف نے بیان کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے گریبان میں پھونکا سو یہ پھونک آپ کے مقام خاص کی طرف اتر گئی اور آپ فوری طور پر حاملہ ہو گئیں، جس طرح عورت مرد کے جماع سے حاملہ ہو جاتی ہے اور جن لوگوں نے کہا ہے کہ نفخ روح حضرت مریم علیہا السلام مقدسہ کے منہ کے راستے آپ کے اندر داخل ہو گئی تو یہ قول قرآن پاک کی آیات کے سیاق سے مطابقت نہیں رکھتا۔ یہ واقعہ جہاں قرآن پاک میں بیان ہوا ہے اس کا سیاق اس قول کی تردید کرتا ہے کیونکہ آیات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس جس فرشتے کو بھیجا گیا وہ جبریل علیہ السلام تھے اور حضرت جبریل علیہ السلام ایک فرشتے ہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام نے وہی نفخ روح کا عمل سرانجام دیا اور حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں روح کو پھونکا نہ کہ مقام خاص میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے: "فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُّوْحِنَا" یہ الفاظ اس حقیقت پر دلالت کر رہے ہیں کہ نفخ روح منہ کے ذریعے نہیں بلکہ گریبان کے ذریعے عمل میں آیا۔ جیسا کہ سدی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض صحابہ کرام سے اپنی سند کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔

﴿البدایہ والنہایہ﴾

حمل کے آثار ظاہر ہونا:

فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا○ ترجمہ: ''پھر وہ چلی گئی اسے (شکم میں لیے) کسی دور جگہ۔''

وجہ یہ تھی کہ آپ کی قوت جواب دے گئی۔ جانتی تھیں کہ لوگ باتیں بنائیں گے

اور کئی لوگ ان کی عفت و عصمت پر زبان طعن دراز کریں گے۔

اکثر اسلاف اور حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام پر جب حمل کے آثار ظاہر ہوئے تو سب سے پہلے جس شخص کو اس کا اندازہ ہوا وہ بنی اسرائیل کا ایک نیک خصلت نوجوان تھا۔ اس نوجوان کا نام یوسف بن یعقوب تھا، جو پیشہ کے لحاظ سے نجار (بڑھئی) تھا۔ یوسف رشتہ میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا خالوزاد تھا۔ اسے بڑا تعجب ہوا۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا جیسی دیانتدار، پاک طینت اور عبادت گزار کا حاملہ ہونا اس کی سمجھ سے بالاتر تھا، کیونکہ مریم کنواری تھیں۔ ایک دن باتوں باتوں میں یوسف نے پوچھا: مریم! یہ بتاؤ کیا بغیر بیج کے فصل اُگ سکتی ہے۔ پھر یوسف نے کہا: کیا بغیر باپ کے بچہ ہو سکتا ہے؟ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہاں! بغیر باپ کے بچہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ماں باپ کے بغیر پیدا فرمایا۔ یوسف نے کہا: اپنے بارے بتائیے، حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی ہے۔

بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ كَهْلًا وَّمِنَ الصَّالِحِينَ ○ ﴿سورۂ آل عمران﴾

ترجمہ: اور ایک حکم کی اپنے پاس سے، اس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا معزز ہوگا دنیا اور آخرت میں اور (اللہ کے) مقربین سے ہوگا اور گفتگو کرے گا لوگوں کے ساتھ گہوارے میں بھی اور پکی عمر میں بھی اور نیکوکاروں میں سے ہوگا۔

اسی طرح کا واقعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق بھی روایت کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حمل کے بارے پوچھا تو حضرت مریم علیہا السلام نے حقیقت حال کہہ سنائی۔ واللہ اعلم۔

﴿ابن کثیر﴾

پیٹ میں سجدہ:

سدی رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام سے ایک سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا ایک دن اپنی بہن کے پاس تشریف لے گئیں تو انہوں نے کہا: مریم! جانتی ہو، میں امید سے ہوں؟ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: اور کہا آپ کو بھی پتہ ہے کہ میں بھی

امید سے ہوں؟ آپ کی بہن آپ سے لپٹ گئیں اور کہنے لگے: (مریم!) میں محسوس کر رہی ہوں کہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ آپ کے پیٹ میں موجود بچے کو سجدہ تعظیمی کر رہا ہے۔ اسی لیے فرمایا:

مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ ۝ ترجمہ: ''جو تصدیق کرنے والا ہوگا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرمان کی۔''

یہاں سجدے سے مراد خضوع اور تعظیم ہے جس طرح کہ ایک انسان سلام کے وقت بجا لاتا ہے۔ ایسا سجدہ یا تعظیم پہلی شریعتوں میں جائز تھی جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ فرمایا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت:

ابو القاسم فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام خالہ زاد بھائی تھے۔ اور یہ دونوں ایک ہی وقت میں ماؤں کے بطن میں تھے اور مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ میں دیکھ رہی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے وہ تیرے پیٹ میں موجود کو سجدہ کر رہا ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو مردوں کو زندہ کرنے نابیناؤں اور کوڑھیوں کو شفایاب کرنے کا معجزہ عطا فرما رکھا تھا۔ (اسے ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔)

خلوت میں گفتگو اور اللہ کی تسبیح کرنا:

مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب میں خلوت میں ہوتی ہوں تو میرا بچہ مجھ سے گفتگو کرتا ہے اور ہم کلام ہوتا ہے اور جب میرے پاس لوگ ہوتے ہیں تو وہ میرے پیٹ کے اندر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل کرتا ہے۔ پھر ظاہر ہے نو ماہ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی جس طرح کہ دوسری عورتیں نو ماہ

بعد بچہ جنتی ہیں، اگرچہ آپ کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی لیکن جنم نو ماہ کے بعد دوسری عام عورتوں کی طرح ہوا۔

مدت حمل:

حضرت ابن عباس اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا آٹھ ماہ تک امید سے رہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا دوسرا قول ہے کہ یہ دورانیہ نہایت مختصر تھا۔ ادھر آپ امید سے ہوئیں اور ادھر بچہ کی ولادت عمل میں آئی۔ بعض کا خیال ہے کہ حمل نو گھنٹوں کا تھا۔ آیت کریمہ سے بھی ظاہراً یہی مستفاد ہوتا ہے۔

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ○

ترجمہ: پس وہ حاملہ ہوگئیں (اس) بچہ سے پھر چلی گئیں اسے (شکم میں) لیے کسی دور جگہ، پس لے آیا انہیں دردزہ ایک کھجور کے تنے کے پاس۔

صحیح بات یہ ہے کہ ہر چیز کی تعقیب اسکے حسب حال ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ○

ترجمہ: تو ہو جاتی ہے (خشک) زمین سرسبز شاداب۔

اسی طرح کی ایک دوسری آیت کریمہ ہے:

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ○

﴿سورۃ المومنون﴾

ترجمہ: پھر ہم نے بنا دیا نطفہ کو خون کا لوتھڑا۔ پھر ہم نے بنا دیا اس لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی پھر ہم نے پیدا کر دیں اس بوٹی سے ہڈیاں۔ پھر ہم نے پہنا دیا ان ہڈیوں کو گوشت پھر (روح پھونک کر) ہم نے اسے دوسری مخلوق بنا دیا۔ پس بڑا بابرکت ہے اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

اور یہ بات ثابت شدہ ہے ہر دو حالتوں کے درمیان چالیس دن کا عرصہ ہے

جیسا کہ حدیث متفق علیہ سے ثابت ہے۔

تنہائی میں جانا اور ایک بیہودہ بات کا رد:

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں یہ بات بنی اسرائیل میں ہر ایک کو معلوم تھی کہ حضرت مریم امید سے ہیں۔اس لیے حسن طعن و تشنیع کا سامنا اہل بیت حضرت زکریا علیہ السلام کو تھا ایسا سامنا کسی اور کو نہیں تھا۔فرماتے ہیں: بعض زندیقوں نے تہمت لگائی کہ یہ حمل اس یوسف کا ہے جو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے ساتھ مسجد شریف میں عبادت میں مشغول رہا کرتا ہے۔حضرت مریم رضی اللہ عنہا ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئیں۔تنہائی میں بہت دور تشریف لے گئیں۔

کھجور کے درخت پاس:

فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ النَّخْلَةِ ۝

ترجمہ: پس لے آیا انہیں دردزہ ایک کھجور کے تنے کے پاس۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے اور اسے بیہقی نے ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ یہ درخت بیت اللحم میں واقع ہے جس پر روم کے ایک بادشاہ نے بعد میں عمارت تعمیر کی ہے۔(جسے ہم بعد میں تفصیل سے بیان کریں گے) ﴿نسائی﴾

کاش کہ میں مر گئی ہوتی:

قَالَتْ يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَكُنتُ نَسْيًا مَّنسِيًّا ۝

ترجمہ: بصد (حسرت و یاس) کہنے لگیں کاش! میں مر گئی ہوتی اس سے پہلے اور بالکل فراموش کر دی گئی ہوتی۔

اس آیت کریمہ سے فتنوں کے وقت موت کی تمنا کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے، کیونکہ آپ جانتی تھیں کہ لوگ زبان طعن دراز کریں گے اور جب لوگ دیکھیں گے کہ ایک عابدہ، زاہدہ جو مسجد کے جوار میں پلی بڑھی، لوگوں سے الگ تھلگ حجرۂ اعتکاف میں عبادت کرتی رہی ہے اور ایک ایسے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے جو نبوت اور دیانت کا گھرانا ہے اس نے ہاتھوں پر بچہ اٹھا رکھا ہے تو وہ اس کی بات کی ہرگز ہرگز

تصدیق نہیں کریں گے اور ان کی صفائی پر ''جھوٹ'' کہہ کر ہنگامہ برپا کر دیں گے تو وہ اور پریشان ہو گئیں اور تمنا کرنے لگیں کہ کاش وہ اس سے پہلے مر جائیں۔

نَسِيًا مَّنْسِيًّا ○ ترجمہ: ''بالکل پیدا ہی نہ ہوتیں۔''

کھجور کے درخت سے آواز: اے مریم! پریشان نہ ہو

فَنَادٰهَا مِنْ تَحْتِهَا ○ ترجمہ: ''پس پکارا اسے ایک فرشتے نے اس کے نیچے سے۔''

''مِنْ'' کی جگہ ''مَنْ'' بھی پڑھا گیا ہے۔ (اس صورت میں معنی ہوگا۔ پس پکارا، اسے اس نے جو ان کے نیچے تھا۔) اس طرح ضمیر کا مرجع یا تو حضرت جبریل علیہ السلام ہوگا جیسا کہ عوفی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صرف لوگوں کے سامنے گفتگو کی۔ اسی بنا پر سعید بن جبیر، عمرو بن میمون ضحاک، سدی اور قتادہ نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صرف لوگوں کے سامنے گفتگو کی۔

مجاہد حسن، ابن زید اور سعید بن زبیر ایک روایت میں کہتے ہیں کہ گفتگو کرنے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ اسی کو علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے پسند کیا ہے۔ دوسری صورت میں ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔

اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ○

ترجمہ: غمزدہ نہ ہو جاری کر دی ہے تیرے رب نے تیرے نیچے ایک ندی۔

جمہور کی یہی رائے ہے کہ ''سَرِيًّا'' سے مراد ''نہر'' ہے۔ طبرانی کی روایت کردہ ایک ضعیف حدیث میں مذکور ہے، اس حدیث کو علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے کہ یہی رائے صحیح ہے، حسن سے، ربیع بن انس اور ابن اسلم وغیرہ سے روایت کردہ حدیث کے مطابق ''سریا'' سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، لیکن صحیح رائے پہلی ہے۔

خشک کھجور سرسبز ہو گئی:

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ○

ترجمہ: اور ہلا اپنی طرف کھجور کے تنے کو گرنے لگیں گی تم پر پکی ہوئی کھجوریں

کھانے اور پینے کی چیزوں کا تذکرہ کیا اور اسی لیے فرمایا:

فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۝

ترجمہ: (میٹھے میٹھے خرمے) کھاؤ اور (ٹھنڈا پانی) پیو اور (اپنے فرزند دلبند کو دیکھ کر) آنکھیں ٹھنڈی کرو۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کھجور کے جس درخت کے ساتھ آپ ٹیک لگا کر بیٹھیں، وہ خشک تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ درخت پھلدار تھا، یہ احتمال بہر حال موجود ہے کہ وہ کھجور کا درخت تو ہو لیکن ان دنوں پھلدار نہ ہو کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سردی کے موسم میں ہوئی اور سردیوں میں کھجور پھل نہیں دیتی۔ یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ یہ پھل اللہ تعالیٰ کی عطا تھی، اسی لیے فرمایا: اسے ہلا کر دیکھو پھل گرنے لگیں گے۔

عمرو بن میمون نے فرمایا: کھجور اور چھوارے سے بڑھ کر عورتوں کیلئے بہتر اور چیز کوئی نہیں، پھر انہوں نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی۔

کھجور کے درخت کی عظمت و رفعت:

ابن ابی حاتم فرماتے ہیں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی پھوپھی کھجور کے درخت کی عزت کرو۔ یہ اس مٹی سے پیدا کی گئی ہے جس مٹی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے ہیں۔ کوئی دوسرا ایسا نہیں ہے جس کے نر کا پھل مادہ پر ڈال کر اسے گابھن کیا جاتا ہو۔" حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اپنی بچہ جننے والی عورت کو کھجور کھلاؤ، اگر کھجور نہ ہو تو چھوارے کھلاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس درخت سے بڑھ کر کوئی درخت عزت والا نہیں ہے۔ اسی درخت کے نیچے حضرت مریم بنت عمران آ بیٹھی تھیں۔"

حضرت مریم قوم کے سامنے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِيْۤ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ

الْيَوْمَ إِنْسِيًّا ۝

ترجمہ: اگر تم دیکھو کسی شخص کو تو (اشارے سے اسے) کہو کہ میں نے نذر مانی ہوئی ہے رحمٰن کیلئے (خاموشی کے) روزے کی۔ پس میں آج کسی انسان سے گفتگو نہیں کروں گی۔

نیچے سے جو گفتگو ہو رہی تھی یہاں پر اس کا اختتام ہوتا ہے۔ یعنی اگر تو کسی انسان کو دیکھے تو زبان حال اور اشارے سے اسے بتا دے کہ میں نے خاموشی کا روزہ رکھا ہوا ہے۔ ان کی شریعت میں چپ کا روزہ شروع تھا۔

قتادہ، سدی اور ابن اسلم کی یہی رائے ہے، مگر ہماری شریعت میں خاموشی کا روزہ نہیں ہے۔ بلاضرورت خاموشی جائز اور مکروہ ہے جبکہ یہ صبح سے رات تک ہو۔

قوم کا طعنہ دینا:

فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ قَالُوا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا يَا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ۝ ﴿سورہ مریم﴾

ترجمہ: اس کے بعد وہ لے آئیں بچہ کو اپنی قوم کے پاس (گود میں) اٹھائے ہوئے۔ انہوں نے کہا: اے مریم! تم نے بہت ہی برا کام کیا ہے۔ اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ برا شخص تھا اور نہ ہی تیری ماں بدچلن تھی۔

اکثر اسلاف نے اہل کتاب سے یہ واقعہ نقل کیا ہے جب گھر والوں نے دیکھا کہ مریم غائب ہیں تو وہ تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ آخر وہ اس جگہ جا پہنچے جہاں حضرت مریم رضی اللہ عنہا بچے کو گود میں لیے بیٹھی تھیں اور نور کا ایک ہالہ ان کے چاروں طرف سایہ فگن تھا۔ بچہ اور نور کا یہ ہالہ دیکھ کر لوگ کہنے لگے تم نے بہت ہی بُرا کام کیا ہے، لیکن یہ بات محل نظر ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کلام کا اول کلام کے آخر جھٹلا رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ سیاق قرآن پاک سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ خود بچے کو اٹھا کر اپنی قوم کے پاس تشریف لائیں۔ یہی صحیح ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا چالیس دن بعد نفاس کی مدت گزار کر واپس تشریف لائیں ۔۔۔ لوگوں نے دیکھا کہ حضرت

مریم رضی اللہ عنہا بچہ اٹھا کر لا رہی ہے تو کہنے لگے: مریم تو نے بہت بُرا کام کیا ہے۔ لفظ "فریہ" سے مراد ایسا کام یا ایسی گفتگو جو بہت ہی بُری ہو۔ پھر لوگ کہنے لگے: اے ہارون کی بہن! کہتے ہیں یہ تشبیہ ہے۔ اس دور میں ہارون نامی ایک شخص تھا جو بہت ہی عبادت گزار تھا۔ تشبیہ کے انداز میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا اسے بھائی کہا جا رہا ہے۔ یعنی اسے وہ عورت جو ہارون جیسی عبادت گزار ہے۔ یہ قول سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت مریم کو حضرت ہارون رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشبیہ دی جا رہی ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

محمد بن کعب القرظی کا یہ کہنا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی بہن تھیں سراسر غلط ہے۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور حضرت ہارون علیہ السلام کے درمیان ایک طویل عرصہ حائل ہے اسے تو وہ شخص بھی جانتا ہے جسے معمولی علم ہو۔ اس غلطی کی وجہ مریم نامی وہ عورت ہے جس نے فرعون سے نجات کے دن دف بجا کر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا تھا۔ یہ قول انتہائی غلط اور حدیث صحیح کی مخالفت پر مبنی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کی نص کے بھی مخالف ہے۔

ایک صحیح حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بھائی کا نام ہارون تھا اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے قصہ ولادت اور بیت المقدس کیلئے ان کی ماں کا انہیں وقف کرنے میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا بھائی نہیں تھا۔ واللہ اعلم

امام احمد فرماتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نجران بھیجا، وہاں کے لوگوں نے مجھ سے کہا: یہ جو آپ پڑھتے ہیں: "یَا اُخْتَ هَارُوْنَ" جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو اتنا عرصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہیں، اسکے بارے تیری کیا رائے ہے؟ فرماتے ہیں: میں نے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے انہیں یہ کیوں نہیں بتایا کہ وہ لوگ

انبیاءاوران صالحین کے نام رکھتے تھے جوان سے پہلے ہو گزرے تھے۔

عبداللہ بن ادریس کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: آپ نے انہیں یہ کیوں نہیں بتایا کہ وہ اپنے صالحین اور انبیاء کے ناموں پر نام رکھتے تھے۔ (پہلی روایت میں "الا اخبر تهم كانوا يسمعون بالا نبياء والصالحين قبلهم" کے الفاظ ہیں)

﴿مسلم، نسائی، ترمذی﴾

حضرت قتادہ اور دوسرے علماء حدیث نے ذکر کیا ہے کہ اہل کتاب اپنے بچوں کے نام اکثر ہارون رکھتے تھے، یہاں تک کہا گیا ہے کہ ان کے بعض جنازوں پر بہت سے لوگ جمع ہوئے جن میں سے چالیس ہزار کا نام ہارون تھا۔ واللہ اعلم

بہرحال مقصد یہ ہے کہ لوگوں نے اسے ہارون کی بہن کہہ کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو مخاطب کیا اور حدیث پاک بتاتی ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے نسبی بھائی کا نام ہارون تھا جو دینداری، صلاح اور بھلائی کے کاموں میں بہت مشہور تھا۔ اسی لیے لوگوں نے کہا: نہ تو آپ کا والد برا تھا اور نہ ہی آپ کی والدہ بدچلن تھی۔ یعنی جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں، یہ اس گھرانے کے شایان شان نہیں۔ یہ ان لوگوں کی عادت اور فطرت تو نہیں، نہ تیرا بھائی بُرا، نہ تیری ماں اور نہ ہی تیرا باپ۔ لوگوں نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا کہ یہ بہت بڑی فاحشہ ہے اور قوم کیلئے ایک مصیبت۔

لوگوں کا تہمت لگانا:

علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ ان لوگوں نے حضرت زکریا علیہ السلام پر تہمت لگائی اور انہیں قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ بھاگ نکلے مگر ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کو تلاش کر لیا۔ درخت پھٹ گیا اور آپ اس میں داخل ہو گئے۔ شیطان نے آپ کی چادر کو پکڑ لیا اور اسے درخت کے اندر دولخت کر دیا گیا۔ جیسا کہ قرآن اور احادیث میں ذکر ہے۔ منافقین سے کچھ لوگوں نے انہیں ان کے خالہ زاد بھائی یوسف بن یعقوب بڑھئی سے تہمت لگائی۔ تاب وتواں جواب دے گئی، زبان

گنگ تھی، بس اب اللہ پر توکل تھا۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ نہیں تھا تو صرف اخلاص کی پونجی اور اللہ تعالیٰ کا آسرا۔

مہد میں گفتگو:

"فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ" آپ لوگ جو کچھ پوچھنا چاہتے ہیں، اس سے پوچھئے، آپ کے سوالوں کا جواب میں نہیں یہ معصوم نومولود بچہ دے گا۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اشارہ کر دیا، لوگ آگ بگولہ ہو گئے۔ کہنے لگے:

كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ○

ترجمہ: ہم کیسے بات کریں اس سے جو گہوارہ میں (کمسن) بچہ ہے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا تو جواب بچے پر ڈال رہی ہے حالانکہ وہ ابھی بہت چھوٹا ہے بات کا شعور ہی نہیں رکھتا۔ دودھ پیتے اس بچے کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ خالص دودھ اور مکھن میں کیا فرق ہے وہ ہمارے سوالوں کے جواب کیا دے گا۔ یہ تو ہم سے مذاق کر رہی ہے۔ ہمیں تو کوئی وقعت نہیں دے رہی تو فریبی ہے اور حیلہ جوئی سے کام لے کر ٹالنا چاہتی ہے۔ عجیب بات ہے تو ایک نومولود بچے کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ہمارے سوالوں کا یہ جواب دے گا ایسے میں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پہلی گفتگو:

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُاللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ○ ﴿سورۃ مریم﴾

ترجمہ: (اچانک) وہ بچہ بول پڑا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے اور اسی نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں کہیں میں ہوں۔ اور اسی نے مجھے حکم دیا ہے نماز ادا کرنے کا اور زکوٰۃ دینے کا جب تک میں زندہ رہوں۔ اور مجھے خدمت گزار بنایا ہے اپنی والدہ کا اور اس نے نہیں بنایا مجھے جابر (اور) بدبخت۔ اور

سلامتی ہو مجھ پر جس روز میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن مجھے اٹھایا جائے گا زندہ کر کے۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ہونے والی یہ پہلی گفتگو ہے۔ سب سے پہلے جو الفاظ ان کی زبان پر جاری ہوئے وہ یہ تھے: ''میں اللہ کا بندہ ہوں۔'' آپ علیہ السلام نے اقرار کیا کہ میں اپنے پروردگار کا بندہ ہوں۔ اور اللہ میرا پروردگار ہے۔ آپ نے پہلی گفتگو میں ہی ان ظالموں کے قول کی تردید فرما دی جو سمجھتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔

آپ نے بتا دیا میں اللہ کا بیٹا نہیں، اللہ کا بندہ اور رسول ہوں۔ اور اللہ کی ایک بندی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا بیٹا ہوں، پھر اپنی والدہ ماجدہ کی ان الزامات سے برأت کا اعلان کیا جو الزامات جاہل لوگ لگا رہے تھے اور بن باپ کے اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو نبوت عطا نہیں فرماتا جو ایسا ہو جیسا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سمجھ رہے تھے۔ ''لعنھم اللہ و قبحھم'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ۝" ﴿سورۃ النساء﴾

ترجمہ: اس لیے کہ انہوں نے کفر کیا اور مریم پر بڑا بہتان اٹھایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اولی العزم رسول ہیں:

اس دور میں یہودیوں کا ایک گروہ ایسا تھا جو کہتے تھے کہ مریم نے حیض کے دنوں میں زنا کیا (العیاذ باللہ) جس سے وہ حاملہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی ان یہودیوں پر لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی خود صفائی پیش فرمائی اور ان کے متعلق بتایا کہ وہ صدیقہ ہیں اور میں نے اس کے بیٹے کو نبی مرسل بنایا ہے جن کا شمار پانچ بڑے اولی العزم رسولوں میں ہوگا۔ اسی لیے فرمایا: ''اور اس نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں کہیں بھی میں ہوں۔'' اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوئے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی طرف بلایا اور اس کی ذات کو ہر نقص اور عیب سے پاک کہا اور بتایا: وہ بچے اور بیوی سے پاک

ذات ہے۔" اور اسی نے مجھے حکم دیا ہے نماز ادا کرنے کا اور زکوٰۃ دینے کا جب تک میں زندہ ہوں۔" یہ اللہ تعالیٰ کے بندے کا فریضہ ہے کہ وہ اس کی جناب میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرے اور اللہ کا حق عبودیت بجالائے اور زکوٰۃ دے کر اس کی مخلوق سے احسان کا برتاؤ کرے، نماز سے نفوس اخلاق رذیلہ سے پاک ہو جاتے ہیں جبکہ محتاجوں کی مختلف اصناف کو صدقات دینے، مہمانوں پر مال خرچ کرنے، اپنی گھر والیوں، غلاموں، قریبی رشتہ داروں اور خیر کے دوسرے کاموں میں خرچ کرنے سے اللہ کا عطا کردہ مال و متاع پاک ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا: وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ○

اللہ تعالیٰ نے مجھے والدہ سے حسن سلوک کرنے والا بنایا ہے۔ اسی طرح کہ اس نے مجھے تاکید فرمائی ہے کہ والدہ کے تمام حقوق کو پوری طرح ادا کروں اور ان کی طرف اپنی پوری توجہ مبذول رکھوں کیونکہ ان کا کوئی اور بیٹا بیٹی تو ہے نہیں۔

پاک ہے وہ ذات جس نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور اس کے ساتھ حسن برتاؤ کا معاملہ رکھا اور ہر ایک کو اپنی راہ سے آگاہ فرما دیا۔ "وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا" یعنی میں ترش رو اور سخت گیر نہیں ہوں اور مجھ سے کوئی ایسا فعل یا قول صادر نہیں ہوگا جو امر د اطاعت خداوندی کے منافی ہو۔

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ○

حضرت عیسیٰ حضرت آدم (علیہما السلام) کی مانند ہیں:

اللہ تعالیٰ پورا قصہ بیان کرنے اور تفصیل و شرح امور کے بعد فرماتا ہے:

ذٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيٰتِ ...... فَإِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ○

﴿سورۂ آل عمران﴾

ترجمہ: یہ جو ہم پڑھ کر سناتے ہیں آپ کو آیتیں ہیں اور نصیحت حکمت والی بے شک مثال عیسیٰ (علیہ السلام) کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی مانند ہے بنایا اسے مٹی سے۔ پھر فرمایا: اسے ہو جا تو وہ ہو گیا۔ (اے سننے والے!) یہ حقیقت کہ عیسیٰ انسان

ہیں۔ تیرے رب کی طرف سے (بیان کی گئی ہے) پس تو نہ ہو جا شک کرنے والوں سے پھر جو شخص جھگڑا کرے آپ سے اس بارے میں اس کے بعد کہ آ گیا آپ کے پاس (یقینی) علم تو آپ کہہ دیجئے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہارے عورتوں کو بھی اپنے آپ کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی اپنے آپ کو بھی اور تم کو بھی پھر بڑی عاجزی سے (اللہ کے حضور) التجا کریں پھر بھیجیں اللہ تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر بے شک یہی ہے واقعہ سچا اور نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کی اور بے شک اللہ ہی غالب ہے (اور) حکمت والا ہے پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے فساد برپا کرنے والوں کو۔

واقعہ مباہلہ:

اسی لیے جب نجران کا وفد آیا جو ساٹھ سواروں پر مشتمل تھا۔ اور یہ اپنا معاملہ اپنے میں سے چودہ آدمیوں کی طرف لوٹاتے تھے اور پھر ان چودہ کے پیش کردہ اس معاملہ کی صرف تین آدمی تادیل کرتے تھے جو ان کے سردار اور قائد تھے جن کے نام عاقب، سید، اور ابو حارثہ بن علقمہ تھے تو یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے مناظرہ کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں ''سورۂ آل عمران'' کی ابتدائی آیات کو نازل فرمایا۔ اور واضع فرمادیا کہ عیسیٰ کون ہیں۔ وہ کیسے پیدا ہوئے اور ان کی والدہ ماجدہ کی تخلیق کس طرح واقع ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کو یہ حکم بھی ارشاد فرمایا: کہ ان سے مباہلہ کرو۔ (رسول اللہ ﷺ نے مباہلہ کے لیے خانوادۂ نبوت کو بلا لیا) جب ان لوگوں نے ان نفوس قدسیہ کے دمکتے چہروں کو دیکھا تو سر جھکا لیے اور مباہلہ کی جرأت نہ کر سکے۔ باہم مشورہ کر کے صلح صفائی کی راہ اختیار کی۔ ان کا ایک ساتھی جس کا نام العاقب عبدالمسیح تھا اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: اے گروہ نصاریٰ! تم خوب جانتے ہو کہ حضرت

محمد ﷺ اللہ کے نبی اور فرستادہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کو تم اپنی آنکھوں سے ظاہر دیکھ چکے ہو اور تم اس حقیقت سے بھی واقف ہو کہ جب ایک نبی اپنی قوم کے لیے بددعا کرتا ہے تو قوم کے چھوٹے بڑے سب نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔ اگر تم نے ایسی کوئی حماقت کی تو تمہاری جڑ کٹ جائے گی اور نیست و نابود ہو جاؤ گے یا تو اس دین کو قبول کر لو۔ اگر نہیں مانتے تو اپنے دین اور مسیح کے بارے اپنے خیالات پر قائم رہو مگر اس شخص سے صلح کر لو اور واپس وطن چلے جاؤ۔ پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہی مطالبہ کیا اور عرض کیا کہ ہم پر جزیہ عائد کر دیں اور ہمارے ساتھ کوئی امانتدار شخص بھیجیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

بہرحال اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے وضاحت فرما دی اور اپنے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا:

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝ ﴿سورۂ مریم﴾

ترجمہ: یہ ہے عیسیٰ بن مریم (اور یہ ہے وہ) سچی بات جس میں لوگ جھگڑ رہے ہیں۔

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بندۂ خدا ہیں اللہ کی ایک عبادت گزار بندی کے بطن مقدس سے پیدا ہوئے ہیں اور مخلوق ہیں۔

اسی لیے فرمایا:

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ ﴿سورۂ مریم﴾

ترجمہ: یہ زیب ہی نہیں اللہ تعالیٰ کو کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔ وہ پاک ہے جب وہ فیصلہ فرما دیتا ہے کسی کام کا تو بس صرف اتنا حکم دیتا ہے اس کیلئے کہ ہو جا تو وہ کام ہو جاتا ہے۔

یعنی نہ تو کوئی چیز اسے درماندہ کر سکتی ہے، نہ عاجز اور نہ اکتاہٹ کا شکار کر سکتی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے۔ کرتا ہے۔

اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ ﴿سورۂ یٰسین﴾

ترجمہ: اس کا حکم، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو صرف اتنا ہی ہے کہ وہ فرماتا ہے اس کو ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔

وَاِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ۔ ﴿سورۃ مریم﴾

ترجمہ: اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی سو اسی کی عبادت کیا کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ گفتگو مکمل ہوتی ہے جو انہوں نے پنگھوڑے میں فرمائی تھی۔ آپ نے زبان طعن دراز کرنے والوں کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ میرا اور تم سب کا پروردگار ہے۔ میرا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہیے یہی سیدھا راستہ ہے۔

جنتی شخص:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَیْنِھِمْ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ مَّشْھَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۝

ترجمہ: پھر کئی گروہ آپس میں اختلاف کرنے لگے۔ پس ہلاکت ہے کفار کے لیے اس دن کی حاضری سے جو بہت بڑا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سواء کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں (اور گواہی دی) کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور (گواہی دی) کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور اس کا کلمہ جسے اللہ نے مریم کی طرف پہنچایا اور ایک روح اس کی طرف سے۔ اور (گواہی دی کہ) جنت حق ہے، جہنم حق ہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا چاہے اس کے اعمال جیسے ہی ہوں۔ ﴿بخاری﴾

ولید کہتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نے بیان کیا۔ انہوں نے عمیر سے، انہوں نے جنادہ سے روایت کیا (مذکورہ حدیث بیان کرنے کے بعد) انہوں نے یہ الفاظ زائد بیان کیے: ''جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس سے چاہے گا داخل ہوگا۔'' ﴿مسلم﴾

اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے قرآن سے دلائل:

سورۂ مریم کے آخر میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ○

ترجمہ: اور کفار کہتے ہیں بنا لیا ہے رحمٰن نے (فلاں کو اپنا) بیٹا۔ (اے کافرو!) یقیناً تم نے ایسی بات کی ہے جو سخت معیوب ہے۔

''شَيْئًا اِدًّا'' سے مراد بڑی شے اور ناپسندیدہ اور جھوٹا قول ہے۔

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ .... يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا ﴿سورۂ مریم﴾

ترجمہ: قریب ہے آسمان شق ہو جائیں ان (خرافات) سے اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ گر پڑیں لرزتے ہوئے۔ کیونکہ وہ کہہ رہے ہیں کہ رحمٰن کا ایک بیٹا ہے۔ اور نہیں جائز رحمٰن کے لیے کہ وہ بنائے کسی کو (اپنا) فرزند۔ کوئی ایسی چیز نہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہے مگر وہ حاضر ہوگی رحمٰن کی بارگاہ میں بندہ بن کر۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کا شمار کر رکھا ہے اور انہیں گن لیا ہے اچھی طرح اور وہ سب پیش ہوں گے اس کے سامنے قیامت کے دن تنہا۔

بیان فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں کہ وہ کسی انسان کو بیٹا بنائے کیونکہ وہ ہر چیز کا خالق اور مالک ہے۔ ہر چیز اس کی محتاج اور اس کے حضور سرافگندہ ہے۔ آسمانوں اور زمین کے سارے باسی اس کے بندے ہیں۔ وہ تمام کا پروردگار ہے۔ نہ تو اس کے سوا کوئی معبود ہے اور نہ ہی کوئی پروردگار جیسا کہ فرمایا:

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ .... وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ○

﴿سورۂ الانعام﴾

ترجمہ: اور بنایا انہوں نے اللہ کا شریک جنوں کو حالانکہ اللہ نے پیدا کیا ہے انہیں اور گھڑ لیے ہیں انہوں نے اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں محض جہالت سے پاک ہے وہ برتر ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ موجد ہے آسمانوں اور زمین کا کیوں کر ہو سکتا ہے اس کا کوئی لڑکا حالانکہ نہیں ہے اس کی کوئی بیوی اور پیدا فرمایا ہے اس نے ہر چیز کو اور وہ ہر چیز کو اچھی طرح جاننے والا ہے یہ اللہ ہے (جو) تمہارا پروردگار ہے نہیں کوئی خدا سوائے اس کے پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا پس عبادت کرو اس کی اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے نہیں گھیر سکتیں اسے نظریں اور وہ گھیرے ہوئے ہے سب نظروں کو اور وہ بڑا باریک بین اور پوری طرح باخبر ہے۔''

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جب وہ ہر چیز کا خالق ہے تو اس کے ہاں بیٹا کیسے ہو سکتا ہے رشتہ ولدیت تو صرف ان دو چیزوں کے درمیان قائم ہوتا ہے جن کے درمیان کوئی مناسبت ہو۔ اور اللہ تعالیٰ تو وہ ذات ہے کہ نہ اس کی کوئی نظیر ہے نہ شبیہ اور نہ ہی اس کا کوئی برابری کرنے والا ہے۔ بھلا ایسی ذات کی بیوی اور بچہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ ایسی خرافات سے پاک ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○ ﴿سورۃ الاخلاص﴾

ترجمہ: (اے حبیب!) فرمادیجیے وہ اللہ ہے یکتا۔ اللہ صمد ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسی ذات ہے جس کی ذات و صفات اور افعال میں کوئی شریک نہیں ہے ''الصمد'' کا معنی ہے وہ سردار جو علم، حکمت اور رحمت میں کامل ہو۔ اور تمام صفات کمالیہ سے متصف ہو۔ ''لم یلد'' یعنی اس کا کوئی بیٹا نہیں، ''ولد یولد'' یعنی وہ کسی ایسی ذات سے پیدا نہیں ہوا جو اس سے پہلے موجود ہو، ''ولم یکن لہ کفوا احد'' یعنی نہ اس کا کوئی ہمسر ہے اور نہ کوئی جگہ لینے والا۔ اور نہ ہی کوئی

برابری کرنے والا۔ برابری، اعلیٰ ہونے اور ہم مثل ہونے کی نفی فرمادی۔ پس جب نہ کوئی برابر ہے نہ ہم مثل ہے اور نہ کوئی مرتبہ میں اللہ تعالیٰ سے بلند ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا بچہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کیونکہ یہ رشتہ تو صرف ان دو چیزوں کے درمیان ممکن ہے جو ایک جیسی ہوں اور ایک دوسرے کے قریب ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایسی باتوں سے کہیں بلند ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اہل کتاب کا رد، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں:

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ ...... وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○ ﴿سورۃ النساء﴾

ترجمہ: اے اہل کتاب نہ غلو کرو اپنے دین میں اور نہ کہو اللہ تعالیٰ کے متعلق مگر سچی بات بے شک مسیح عیسیٰ پسر مریم تو صرف اللہ کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ جسے اللہ نے پہنچایا تھا مریم کی طرف اور ایک روح تھی اس کی طرف سے پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور نہ کہو تین (خدا ہیں) باز آجاؤ (ایسا کہنے سے) یہ بہتر ہے تمہارے لیے بے شک اللہ تو معبود واحد ہے پاک ہے وہ اس سے کہ ہو اس کا کوئی لڑکا اسی کا (ملک) ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کارساز ہرگز عار نہ سمجھے گا مسیح (علیہ السلام) کہ وہ بندہ ہو اللہ کا اور نہ ہی مقرب فرشتے (اس کا عار سمجھیں گے) اور جسے عار ہو اس کی بندگی سے اور وہ تکبر کرے تو اللہ جلد ہی جمع کرے گا ان سب کو اپنے ہاں پھر جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو اللہ تعالیٰ پورا پورا دے گا انہیں ان کے اجر اور زیادہ بھی دے گا انہیں اپنے فضل (وکرم) سے لیکن جنہوں نے عار سمجھا (بندہ بننے کا) اور تکبر کیا تو عذاب دے گا انہیں دردناک عذاب اور نہ پائیں گے اپنے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔

اللہ تعالیٰ اہل کتاب اور دوسرے مشرکین کو دین میں غلو اور اطراء سے روک رہا ہے۔ غلو اور اطراء کا مطلب ہے حد سے تجاوز کرنا۔ نصاریٰ ''لعنھم اللہ'' نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلو اور اطراء سے کام لیا اور حد کو پھلانگ گئے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اس عقیدہ کو اختیار کرتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور حضرت مریم کے بیٹے ہیں جو عذرائے بتول تھیں جنہوں نے اپنی عفت وعصمت کی حفاظت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل امین علیہ السلام کو ان پاکیزہ خاتون کی طرف بھیجا۔ فرشتہ نے ان میں اللہ کے حکم سے ایک روح پھونک دی جس سے وہ ایک بچے سے حاملہ ہو گئیں۔ اس بچے کا اسم گرامی عیسیٰ ابن مریم ہے وہ اللہ کے نبی ہیں۔

روح اللہ کہنے کی وجہ تسمیہ:

روح کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت، نسبت تشریفیہ ہے۔ ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اور تکریم وتشریف کی نسبت قرآن وحدیث میں عام استعمال ہوئی ہے مثلاً ''بَيْتُ اللّٰهِ ، نَاقَةُ اللّٰهِ ، عَبْدُاللّٰهِ''۔ اسی طرح ''روح اللہ'' کی نسبت بھی تکریم اور تشریف کے اظہار کے لیے ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہنے کی وجہ ان کی بن باپ کے پیدائش ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ بھی کہا گیا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے کہ آپ کلمہ خداوندی سے پیدا ہوئے اور اسی سبب سے وجود پایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ ﴿سورۂ آلعمران﴾

ترجمہ: بے شک مثال عیسیٰ (علیہ السلام) کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی مانند ہے بنایا اسے مٹی سے۔ پھر فرمایا: اسے ہو جا تو وہ ہو گیا۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا .... كُنْ فَيَكُوْنُ ○ ﴿سورۂ البقرہ﴾

ترجمہ: اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے بنالیا ہے (اپنا) ایک بیٹا۔ پاک ہے وہ (اس تہمت سے) بلکہ اسی کی ہے جو چیز آسمانوں میں ہے اور زمین میں۔ سب اسی کے فرمانبردار ہیں موجد ہے آسمانوں اور زمین کا اور جب ارادہ فرماتا ہے کسی کام کا تو صرف اتنا حکم دیتا ہے

اسے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

یہود و نصاریٰ کی گمراہی:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ .... اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○ ﴿سورۃ التوبہ﴾

ترجمہ: اور کہا یہود نے عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور کہا نصرانیوں نے کہ مسیح، اللہ کا بیٹا ہے یہ ان کی (بے سروپا) بات ہے ان کے مونہوں سے نکلی ہوئی۔ نقل اتار رہے ہیں ان لوگوں کے قول کی جنہوں نے کفر کیا پہلے۔ ہلاک کرے انہیں اللہ تعالیٰ کدھر بھٹکے چلے جا رہے ہیں۔

یعنی یہودیوں اور نصرانیوں (عیسائیوں) میں سے ہر ایک گروہ وہم و گمان کا شکار ہیں۔ ان کے پاس اپنی کفریات کی کوئی پختہ دلیل نہیں ہے۔ محض اپنے گمراہ آباؤ اجداد کی پیروی میں انہیں بے سروپا باتوں کو دہراتے رہتے ہیں۔ ان کے دل اور ان سے پہلے کافروں کے دلوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

عرب جاہلوں کا بدعقیدہ:

عرب کے جاہل مشرکین کا ایک گروہ یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض جن سرداروں کے گھر شادی کر لی جس سے فرشتے پیدا ہوئے۔ (العیاذ باللہ)

''نقل کفر کفر نباشد'' اللہ تعالیٰ بے ہودہ اور شرکیہ باتوں سے پاک، منزہ اور مبرہ ہے۔ اس کی گروہ کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ ...... شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ ○ ﴿سورۃ الزخرف﴾

ترجمہ: اور کیا انہوں نے ٹھہرا لیا ہے فرشتوں کو جو (خداوند) رحمٰن کے بندے ہیں عورتیں۔ کیا یہ موجود تھے ان کی پیدائش کے وقت؟ لکھ لی جائے گی ان کی گواہی اور ان سے باز پرس ہوگی۔

ایک اور مقام پر فرمان خداوندی ہے:

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنٰتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ...... عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ○

﴿سورۃ الصافات﴾

ذرا پوچھئے ان (نادانوں) سے کیا آپ کے رب کیلئے تو بیٹیاں ہیں اور ان کیلئے بیٹے۔ آیا جب ہم نے فرشتوں کو مونث بنایا تو کیا وہ موجود تھے۔ غور سے سنو! وہ جھوٹی تہمت لگاتے ہیں جب وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے بچے جنے، اور بے شک جھوٹ بکتے ہیں۔ کیا اس نے پسند کی ہے (اپنے لیے) بیٹیاں بیٹوں کو چھوڑ کر۔ تمہیں کیا ہو گیا؟ تم کیسے فیصلے کر رہے ہو۔ کیا تم غور و فکر نہیں کیا کرتے۔ کیا تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے، تو اپنی وہ دستاویز پیش کرو اگر تم سچے ہو اور ٹھہرا دیا ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان رشتہ۔ حالانکہ جن خود جانتے ہیں کہ انہیں (پکڑ کر) پیش کیا جائے گا۔ پاک ہے اللہ ان (لغوبات) سے جو یہ بیان کرتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے (ایسی ہرزہ سرائی نہیں کرتے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا .... كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ○

﴿سورۃ الانبیاء﴾

ترجمہ: وہ کہتے ہیں بنا لیا ہے رحمٰن نے (اپنے لیے) بیٹا سبحان اللہ! (یہ کیونکر ہو سکتا ہے) بلکہ وہ تو (اسکے) معزز بندے ہیں۔ نہیں سبقت کرتے اس سے بات کرنے میں اور وہ اسی کے حکم پر کاربند ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے گزر چکا ہے اور وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر اس کیلئے جسے وہ پسند فرمائے اور وہ (اسکی بے نیازی کے باعث) اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں اور جو ان میں سے یہ کہے کہ میں رب ہوں، اللہ تعالیٰ کے سوا تو اسے ہم سزا دیں گے جہنم کی یونہی ہم سزا دیا کرتے ہیں ظالموں کو۔

سورۂ کہف میں جو مکہ میں نازل ہوئی اس کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ ...... اَنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ○ ﴿سورۃ الکھف﴾

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے نازل فرمائی اپنے (محبوب) بندے پر یہ کتاب اور نہیں پیدا ہونے دی، اس میں ذرا کجی (اور معاش و معاد کو) درست کرنے والی ہے تاکہ ڈرائے سخت گرفت سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور یہ مژدہ سنائے ان اہل ایمان کو جو کرتے ہیں نیک اعمال کہ بے شک ان کیلئے بہت عمدہ جزا ہے۔ وہ ٹھہریں گے اس (جنت) میں تا ابد اور تاکہ ڈرائے ان (نادانوں) کو جو یہ کہتے ہیں کہ بنا لیا ہے اللہ نے (فلاں کو اپنا) بیٹا۔ نہ انہیں اللہ (کی ذات و صفات) کا کچھ علم ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو کتنی بڑی ہے وہ بات جو نکلتی ہے اس کے مونہوں سے۔ وہ نہیں کہتے ہیں مگر (سرتاسر) جھوٹ۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ...... بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ○ ﴿سورۃ یونس﴾

ترجمہ: انہوں نے کہا بنا لیا ہے اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا۔ وہ پاک ہے وہ تو بے نیاز ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، نہیں تمہارے پاس کوئی دلیل اس (بیہودہ بات) کی کیا بہتان باندھتے ہو، اللہ تعالیٰ پر جس کا تمہیں علم نہیں۔ آپ فرمایئے جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ (چند روزہ) لطف اندوزی ہے دنیا میں پھر ہماری طرف ہی نہیں لوٹنا ہے پھر ہم چکھائیں گے انہیں سخت عذاب بوجہ اس کے کہ وہ کفر کیا کرتے تھے۔

ان آیات طیبات میں جو کہ مکی ہیں تمام کافر فرقوں کا رد کرتی ہیں۔ وہ فلاسفہ ہوں یا مشرکین عرب، یہودی ہوں یا نصرانی جو یہ دعویٰ کرتے ہیں اور یہ دعویٰ بلا دلیل محض وہم و گمان کی پیداوار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی بے سروپا باتوں سے پاک ہے جو ظالم اور حد سے تجاوز کرنے والے یہ لوگ کرتے رہتے ہیں۔

نصاریٰ پر قیامت تک مسلسل اللہ کی لعنت برسے، اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنے میں یہ سب سے آگے ہیں۔ قرآن پاک نے جگہ جگہ ان کا رد بلیغ فرمایا ہے اور واضح فرمایا: ان

کی تحریروں اور گفتگو میں تناقض ہے اور ان کے عقائد کی بنیاد محض جہالت پر ہے اور قلت علم کی وجہ سے وہ تثلیث جیسے غلط اور بے تکے نظریے سے چمٹے ہوئے ہیں۔ اس کفر میں ان کے اقوال کئی طرح کے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ باطل کئی فرقوں میں بٹا ہوتا ہے اور اس کے ماننے والوں کی رائے میں اختلاف اور تناقض فطرتی امر ہے۔ حق میں کسی صورت تخالف اور تناقض نہیں ہوتا۔ ﴿تاریخ ابن کثیر﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تین گروہ اور ان کی بدعقیدگی:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿سورۃ النساء﴾

ترجمہ: اور (اتنا بھی سمجھتے کہ) اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے (بھیجا گیا) ہوتا تو ضرور پاتے اس میں اختلاف کثیر۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حق ہمیشہ متحد، متفق ہوتا ہے مگر باطل اختلاف واضطرات کا شکار رہتا ہے۔ ان میں سے ایک گروہ یہ سمجھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رب ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں اور تیسرا وہ کہتا ہے کہ وہ تین میں سے تیسرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی شرکیہ باتوں سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ............عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴿سورۃ المائدہ﴾

ترجمہ: یقیناً کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تو مسیح ابن مریم ہی ہے (اے حبیب!) آپ فرمایئے کون قدرت رکھتا ہے اللہ کے حکم سے کوئی چیز روک دے (یعنی) اگر وہ ارادہ فرمائے کہ ہلاک کر دے مسیح ابن مریم کو اور اس کی ماں کو اور جو کوئی بھی زمین سے ہے سب کو (تو اسے کون روک سکتا ہے) اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ پیدا فرماتا ہے: جو چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

بیہودہ عقیدہ رکھنے والے عیسائی جہنم رسید ہونگے:

اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے کفر اور جہالت کی خبر دی ہے اور بیان فرمایا ہے: وہ خالق ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ ہر ایک چیز کا رب ہے۔ سب کا مالک اور سب کا معبود ہے۔ اس سورۃ کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ .... اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○

﴿سورۃ المائدہ﴾

ترجمہ: بے شک کافر ہو گئے وہ جنہوں نے (یہ) کہا کہ اللہ تیسرا ہے تین (خداؤں) سے اور نہیں ہے کوئی خدا مگر ایک اللہ اور اگر باز نہ آئے اس (قول باطل) سے جو وہ کہہ رہے ہیں تو ضرور پہنچے گا جنہوں نے کفر کیا ان میں سے دردناک عذاب تو کیا نہیں رجوع کرتے اللہ کی طرف اور کیا نہیں بخشش طلب کرتے اس سے اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے نہیں مسیح بن مریم مگر ایک رسول۔ گزر چکے ہیں اس سے پہلے بھی کئی رسول اور ان کی ماں بڑی راست باز تھیں دونوں کھایا کرتے تھے کھانا دیکھو! کیسے ہم کھول کر بیان کرتے ہیں ان کیلئے دلیلیں پھر دیکھو وہ کیسے الٹے پھر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے کفر کا شرعاً اور قدراً حکم بیان فرما رہا ہے۔ فرمایا: ان سے ایسی کفریات سرزد ہو رہی ہیں حالانکہ ان کی طرف ایک رسول پیغام خداوندی لے کر آ چکے ہیں۔ یعنی حضرت عیسیٰ ابن مریم، یہ بھی بیان فرما دیا کہ عیسیٰ ابن مریم، اللہ کے بندے اور مخلوق ہیں۔ اللہ ان کا پروردگار ہے۔ وہ عام بچوں کی طرح رحم مادر میں ایک صورت پائے۔ وہ اللہ وحدہ لاشریک کی طرف بلانے والے ہیں۔ پھر وعید سنائی کہ اگر وہ احکام خداوندی سے سرتابی کریں گے تو جہنم رسید ہوں گے اور دارالقرار (جنت) میں کبھی نہیں جا سکیں گے اور صرف یہی نہیں انہیں آخرت میں طرح طرح کی ذلت و رسوائی اور ننگ و عار کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لیے قرآن میں فرمایا:

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ

مِنْ اَنْصَارٍ○

پھر فرمایا:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ○

علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں: اس سے مراد اقانیم ثلاثہ ہے۔ یعنی اقنوم اب، اقنوم ابن اور اقنوم کلمہ جو باپ سے منبثق ہوکر بیٹے کی طرف آیا (اقنوم) کا معنی شخصیت ہے یہ اصطلاح ہے اور اردو میں عام مروج ہے۔ اس لیے اس کا ترجمہ نہیں کیا) اگرچہ ان تین اقانیم کے بارے ملکیہ، یعقوبیہ اور نسطوریہ فرقے اختلاف کرتے ہی ''علیھم لعنۃ اللہ'' عنقریب ہم ان فرقوں کے اختلافات اور مختلف مقامات پر بادشاہ قسطنطین بن قسطس کے دور میں منعقد ہونے والی کونسلوں کا تذکرہ کریں گے۔ یہ سب کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تین سو سال بعد اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سو سال پہلے واقع ہوا۔

معبود حقیقی صرف ایک ہے:

اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ"

معبود حقیقی تو صرف ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ اس کی کوئی نظیر ہے، نہ کوئی ہمسر، نہ بیوی ہے اور نہ بیٹا پھر انہیں وعید کے لہجے میں فرمایا:

وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○

بدعقیدگی سے توبہ کا حکم:

پھر اپنی رحمت اور لطف و کرم کے ساتھ توبہ اور استغفار کی دعوت دی اور فرمایا: ان شرکیہ اور گناہ کبیرہ کی باتوں کو چھوڑ دو جو جہنم رسید ہونے کا سبب ہیں۔

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کا حال بیان فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ صدیقہ ہیں۔ یعنی وہ کوئی فاحشہ عورت نہیں

ہیں جیسا کہ یہودیوں (ان پر اللہ کی لعنت ہو) کا خیال ہے۔ اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ حضرت مریم نبیہ نہیں ہیں جیسا کہ بعض علماء سمجھتے ہیں۔

كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ○ ترجمہ: ''دونوں کھانا کھاتے ہیں۔''

یہ حاجات طبعیہ سے کنایہ ہے جس طرح دوسرے لوگ کھانا کھاتے ہیں اور انہیں بشری تقاضوں کے تحت فاضل مادوں کے اخراج کی ضرورت پڑتی ہے، اسی طرح حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہما السلام بھی تمام طبعی تقاضے پورے کرتے۔

سدی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء کا قول ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ○

ترجمہ: کافر ہوگئے وہ جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تیسرا ہے تین (خداؤں) سے۔

کے متعلق عیسائیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دو خدا ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کی کفریات کو اس سورۂ مبارکہ کے آخر میں بیان فرماتا ہے:

اللہ کا سوال، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے:

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ .... اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

﴿سورۃ المائدہ﴾

ترجمہ: اور جب پوچھے اللہ تعالیٰ اے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو الٰہ بنالو اللہ کے سواہ وہ عرض کریں گے: پاک ہے تو ہر شریک سے کیا مجال تھی میری کہ میں کہوں ایسی بات جس کا نہیں ہے مجھے کوئی حق اگر میں نے کہی ہوتی ایسی بات تو ضرور جانتا اس کو تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے بیشک تو ہی خوب جاننے والا ہے تمام غیبوں کا۔ نہیں کہا میں نے انہیں مگر وہی کچھ جس کا تو نے حکم دیا مجھے کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے اور تھا میں ان پر گواہ جب تک میں رہا ان میں پھر جب تو نے

مجھے اٹھا لیا تو تو ہی نگران تھا ان پر اور تو ہر چیز کا مشاہدہ کرنے والا ہے اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر تو بخش دے ان کو بے شک تو ہی سب پر غالب ہے (اور) بڑا دانا ہے۔

ان آیات طیبات میں اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے پوچھے گا کہ کیا تم نے انہیں کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو خدا مانو اور اللہ کی الوہیت میں شریک کرو اور یہ سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکریم کیلئے اور جو آپ کی عبادت کرتے ہیں، آپ پر جھوٹ و افتراء باندھتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام خدا ہیں۔ یا اللہ کے بیٹے ہیں اور آپ سے کسی قسم کی باز پرس نہیں ہو سکتی، ان کی زجر و توبیخ کیلئے پوچھا جائے گا۔

حضرت عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا جواب:

اس سوال کے جواب میں آپ فرمائیں گے۔ اے اللہ! تو ہر عیب اور ہر شریک سے پاک ہے میں ایسی بات کیسے کہہ سکتا ہوں جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں۔ تیرے سوا معبود ہونے کا کون استحقاق رکھتا ہے، اگر میں نے ایسی بات کی ہوتی تو تیرے علم میں ہوتی کیونکہ تو تو میرے دل کی بات جانتا ہے جبکہ میں تیرے ارادوں سے بے خبر ہوں، بے شک تو تمام غیبوں سے خوب واقف ہے۔ یہ جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کمال ادب و احترام سے عرض کریں گے۔ آپ عرض کریں گے:

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِهٖ ۝

یعنی مولیٰ کریم! تو نے مجھے مبعوث کر کے جو حکم دیا میں نے تو وہی حکم ان کے گوش گزار کیا اور تیری نازل کردہ کتاب انہیں پڑھ کر سناتا رہا پھر اپنے اس قول کی تفسیر عرض کی: "اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ" یعنی تم عبادت کرو میرے پیدا کرنے والے اور اپنے پیدا کرنے والے اللہ کی جو مجھے بھی رزق دینے والا ہے اور تم کو بھی۔"

وَ كُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ ۝

ترجمہ: اور تھا میں ان پر گواہ جب تک میں رہا ان میں پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا۔

یعنی جب یہودیوں نے مجھے قتل کرنے اور صلیب دینے کا ارادہ کیا تو تو نے مجھ پر رحمت کی نگاہ کی، مجھے ان سے نجات دی اور ان میں سے ایک کو میری شکل و شباہت دے کر انہیں غلط فہمی میں مبتلا کر دیا۔ میرے وصال میں انہوں نے اسی شخص کو قتل کر دیا، جب میں اٹھالیا گیا تو اسکے بعد:

كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَ أَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝

ترجمہ: تو تو ہی نگران تھا ان پر اور تو ہر چیز کا مشاہدہ کرنے والا ہے۔

پھر معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہوئے اور نصرانیوں سے اظہار برأت کرتے ہوئے عرض کیا:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۝

ترجمہ: اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ بندے ہیں تیرے یعنی عذاب کے مستحق ہیں۔

وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ترجمہ: اور اگر تو بخش دے ان کو تو بے شک تو ہی سب پر غالب ہے اور بڑا دانا ہے۔

یہ تفویض اور بالشرط اسناد والی المشیت اس کے وقوع کی مقتضی نہیں ہوتی، اسی لیے عرض کیا: "فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ" کہا الغفور الرحیم نہ کہا۔

شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

امام احمد، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات صبح تک قیام میں اس آیت کریمہ کو تلاوت کرتے رہے۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اور فرمایا: میں نے اپنے رب کریم سے اپنی امت کی شفاعت کا سوال کیا تو میرے رب نے مجھے شفاعت کا حق عطا فرما دیا اور انشاء اللہ جو کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائے گا میری شفاعت اسے پالے گی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ ...... وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ○ ﴿سورۃ الانبیاء﴾

ترجمہ: اور نہیں پیدا فرمایا ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، دل لگی کرتے ہوئے، اگر ہمیں یہی منظور ہوتا کہ ہم (اس کائنات کو) کھیل تماشہ بنائیں تو ہم بنا لیتے اسے خود بخود (ہمیں کون روک سکتا تھا) مگر ہم ایسا کرنے والے نہیں ہیں، بلکہ ہم تو چوٹ لگاتے ہیں حق سے باطل پر پس وہ اسے کچل دیتا ہے اور یکایک ناپید ہو جاتا ہے۔ اور (اے باطل پرستو) تمہارے لیے ہلاکت ہے ان (نازیبا) باتوں کے باعث جو تم بیان کرتے ہو۔ اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو (فرشتے) اس کے نزدیک ہیں وہ ذرا سرکشی نہیں کرتے، اس کی عبادت سے اور نہ ہی وہ تھکتے ہیں وہ (اسکی) پاکی بیان کرتے رہتے ہیں رات دن اور وہ اکتاتے نہیں۔

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى .... هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ○

﴿سورۃ الزمر﴾

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ کسی کو بیٹا بنائے تو چن لیتا اپنی مخلوق سے جس کو چاہتا وہ پاک ہے وہی اللہ ہے جو ایک ہے سب سے زبردست۔ اس نے پیدا فرمایا ہے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ وہ لپیٹتا ہے رات کو دن پر اور لپیٹتا ہے دن کو رات پر اور اس نے مسخر کر دیا ہے سورج اور چاند کو۔ ہر ایک رواں ہے مقررہ معیاد تک۔ غور سے سنو وہی عزت والا (اور) بہت بخشنے والا ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ .... رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○

﴿سورۃ الزخرف﴾

ترجمہ: آپ فرمایئے (بفرض محال) اگر رحمٰن کا کوئی بچہ ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کا پجاری ہوتا۔ پاک ہے آسمانوں اور زمین کا پروردگار (اور) عرش کا رب ہر عیب سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا۔ ﴿سورۃ الاسراء﴾

ترجمہ: اور آپ فرمایئے سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے نہیں بنایا (کسی کو اپنا) بیٹا اور نہیں ہے جس کا کوئی شریک حکومت وفرمانبرداری میں اور نہیں ہے اس کا کوئی مددگار درماندگی میں اور اسکی بڑائی بیان کرو کمال درجہ کی بڑائی۔

اللہ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۝ ﴿سورۃ اخلاص﴾

ترجمہ: (اے حبیب!) فرما دیجئے وہ اللہ ہے یکتا ہے، اللہ صمد ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ صحیح کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ابن آدم نے مجھے گالی دی حالانکہ اسے ایسا زیبا نہیں تھا۔ وہ سمجھتا ہے کہ میرا کوئی بیٹا ہے حالانکہ میں یکتا الصمد ہوں نہ میں نے کسی کو جنا ہے اور نہ میں جنا گیا ہوں اور کوئی میرا ہمسر نہیں ہے۔''

ایک اور صحیح کی حدیث ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے: ''(بری بات) سن کر اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی صبر کرنے والا نہیں۔ لوگ اس کیلئے بیٹا بناتے ہیں اور وہ (پھر بھی) انہیں رزق عطا کرتا ہے اور ان سے درگزر فرماتا ہے۔''

ایک اور ارشاد نبوی ہے جو کہ صحیح بخاری میں ہے ''اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے حتیٰ کہ (ایک وقت وہ آتا ہے کہ) اسے ایسے پکڑ لیتا ہے کہ پھر چھوڑتا نہیں۔'' پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ۝

﴿سورۃ ہود﴾

ترجمہ: اور یونہی گرفت ہوتی ہے آپ کے رب کی جب وہ پکڑتا ہے بستیوں کو در حالانکہ وہ ظالم ہوتی ہیں۔ بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک (اور) سخت ہوتی ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہوتا ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ○

﴿سورۃ الحج﴾

ترجمہ: اور کتنی بستیاں تھیں جنہیں میں نے (کافی عرصہ) ڈھیل دی حالانکہ وہ ظالم تھیں پھر (بھی جب وہ باز نہ آئے) تو میں نے انہیں پکڑ لیا اور میری طرف ہی (سب کا) لوٹنا ہے۔

نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ○ ﴿سورۃ لقمان﴾

ترجمہ: ہم لطف اندوز ہونے دیں گے انہیں تھوڑی دیر پھر ہم انہیں ہانک کر لے جائیں گے سخت عذاب کی طرف۔

قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ .... بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ○ ﴿سورۃ یونس﴾

ترجمہ: آپ فرمائیے جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ (چند روزہ) لطف اندوزی ہے۔ دنیا میں پھر ہماری طرف ہی انہیں لوٹنا ہے، پھر ہم چکھائیں گے انہیں سخت عذاب بوجہ اس کے کہ وہ کفر کیا کرتے تھے۔

فَمَهِّلِ الْكَافِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا○ ﴿سورۃ الطارق﴾

ترجمہ: تو تم کافروں کو ڈھیل دو، انہیں تھوڑی مہلت دو۔

❁❁❁

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے ولادت بچپن' جوانی اور وحی کا نزول

جائے ولادت:

گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بیت المقدس کے قریب ایک چھوٹے سے شہر بیت اللحم میں پیدا ہوئے۔

حضرت وھب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ آپ کی ولادت مصر میں ہوئی۔ یوسف بن یعقوب بڑھئی اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے گدھے پر سفر کیا جبکہ ان کے اور گدھے کی کاٹھی کے درمیان کوئی چیز نہیں تھی۔ (یہ قول صحیح نہیں ہے۔) حدیث شریف جو آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس بات پر دلیل ہے کہ آپ کی جائے ولادت بیت اللحم ہے لہٰذا حدیث کے مقابلے میں جو کچھ ہوگا وہ باطل و مردود ہوگا۔

بوقت ولادت معجزات کا ظہور:

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس دن حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی، مشرق اور مغرب کے تمام بت منہ کے بل گر پڑے اور شیاطین حیران تھے کہ یہ کیا ہوا۔ یہاں تک کہ ابلیس نے اس راز سے پردا اٹھایا اور انہیں آگاہ کیا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی ولادت ہو چکی ہے اب وہ اپنی ماں کی گود میں لیٹے ہیں اور فرشتے ان پر جھکے ہوئے ہیں۔ ولادت کی رات کو ایک بڑا ستارہ نمودار ہوا جسے دیکھ کر فارس کا بادشاہ ڈر گیا اور کاہنوں سے اس نے ستارے کے بارے پوچھا۔ کاہنوں نے بتایا کہ شام میں کوئی باعظمت بچہ پیدا ہوا ہے۔ بادشاہ نے قاصد بھیجا اور ان کے ہاتھ تحفہ میں سونا، اور دیگر قیمتی اشیاء اس بچے کو بھیجے۔ جب یہ لوگ ملک شام میں پہنچے تو

بادشاہ نے ان کی آمد کا مقصد پوچھا انہوں نے بتایا کہ وہ ایک عظیم بچے کو تحفہ دینے آئے ہیں جس کی پیدائش شام میں ہوئی ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کس وقت پیدا ہوا ہے؟ قاصدوں نے بتایا تو اتفاق سے وہی وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا وقت تھا اور پنگھوڑے میں گفتگو کی وجہ سے ہر ایک شخص آپ کے بارے جانتا تھا۔ بادشاہ نے انہیں روانہ کیا اور ان کے ساتھ ایک شخص بھی بھیجا تا کہ وہ جا کر بچے کو دیکھ آئے، بادشاہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے تھا۔

مصر کی طرف ہجرت:

جب یہ لوگ تحفے لے کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور واپس آئے تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بتا دیا گیا کہ شام کے یہ قاصد تیرے بچے کو قتل کر دیں گے۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے بچے کو اٹھا لیا اور مصر کی راہ لی۔ آپ ایک عرصہ تک مصر میں قیام پذیر رہیں حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک بارہ سال کو پہنچ گئی۔ بچپن میں ہی آپ کے ہاتھ پر کرامات و معجزات کا صدور شروع ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ:

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جس کسان کے پاس یوسف، حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیام پذیر تھے اس کے گھر سے کچھ مال گم ہو گیا۔ اس گھر میں صرف فقرا، ضعفاء اور محتاج لوگ قیام رکھتے تھے، کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ یہ مال کس نے چرایا ہے؟ یہ بات حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر بہت شاق گزری۔ گھر کے مالک اور دوسرے لوگ بھی بہت پریشان تھے۔ بہت سوچ بچار کی لیکن کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ لوگ بہت زیادہ پریشان ہیں تو آپ نے ایک اندھے اور دوسرے لنگڑے شخص کی طرف اشارہ کیا جو ان تمام سے کچھ فاصلے پر الگ تھلگ بیٹھے تھے۔ آپ علیہ السلام نے اندھے کو مخاطب کر کے کہا: اس اپاہج کو اٹھا لے اور اٹھ کھڑا ہو۔ اندھے نے کہا: میں بھلا ایسے کیسے کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ایسے

ہی جیسے تم دونوں نے روشندان سے مال چراتے وقت کیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بات سن کر انہیں تصدیق کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔ انہوں نے اعتراف کر لیا کہ دونوں اسی طرح اٹھ کر قریب آ گئے۔ اس معجزہ کو دیکھ کر لوگ آپ کی عظمت کے قائل ہو گئے حالانکہ آپ کی عمر بہت چھوٹی تھی۔ کسان کے بیٹے نے اپنے بیٹوں کی رسم طہارت کیلئے ایک دعوت کا اہتمام کیا، اس دعوت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل تھے۔ لوگ جمع ہوئے انہیں کھانا پیش کیا گیا، جب کھانا ہو چکا تو شراب پلانے کا وقت آیا۔ جیسا کہ اس دور میں رواج تھا، مگر یہ دیکھ کر کسان کے اوسان خطا ہو گئے کہ مٹکوں کے تہہ میں بھی شراب نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ شراب ختم ہو گئی ہے اور کسان پریشان ہے اللہ کی قدرت سے سب مٹکے بہترین شراب سے بھر گئے۔ لوگ اس معجزہ کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں مال و متاع کے ڈھیر لگا دیئے لیکن آپ نے ایک پیسہ بھی قبول نہ کیا اور مصر سے ہجرت کر کے بیت المقدس آ گئے۔ واللہ اعلم

بچپن میں اللہ کی حمد و ثناء:

اسحاق بن بشر فرماتے ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پنگھوڑے کی گفتگو کے بعد اللہ کے فضل و کرم اور عطا سے جو کلام کیا وہ حمد باری تعالیٰ پر مشتمل تھا۔ آپ نے اللہ کی بزرگی اور حمد و ثنا کی یہ ایسی تمجید کی تھی کہ ایسی کبھی کانوں نے نہیں سنی تھی۔ آپ نے سورج، چاند، پہاڑ، دریا اور چشمے کوئی ایسی چیز نہ چھوڑی، جس کا اس میں تذکرہ نہ کیا۔

آپ علیہ السلام نے کہا: اے اللہ! تو اپنی بلندی میں قریب ہے اور قربت کے باوجود بہت دور ہے۔ مخلوق میں سے ہر ایک چیز سے بلند ہے تو وہ ذات ہے جس نے ہوا میں اپنے کلمات کے ساتھ ساتھ طبق پیدا فرمائے جو اندر سے کھوکھلے ہیں۔ اور تیرے خوف سے دھواں دھواں ہیں۔ وہ تیری اطاعت و فرمانبرداری میں حاضر ہیں،

ان میں فرشتے ہیں جو تیری تقدیس کیلئے تیری پاکیزگی کے گن گاتے ہیں تو نے تاریکیوں کے باوجود ان میں انوار پیدا کر دیئے اور دن کیلئے سورج کے نور کو روشنی کا سبب بنا دیا۔ ان بادلوں میں کڑک ہے جو درحقیقت اللہ کی تسبیح کی ایک صورت ہے۔ تیری عزت کے ذریعے تیری پیدا کردہ ظلمت کی روشنی جلا پاتی ہے۔ تو نے آسمانوں میں چراغ روشن فرمادیئے جن کے ذریعے رہ رو تاریکیوں میں رہنمائی پاتے ہیں۔

اے اللہ! تو نے اپنے پیدا کردہ آسمانوں میں اور پانی پر بچھائی زمین پر برکتیں رکھ دی ہیں اور تندو تیز موج پر اسے بلند کر دیا۔ اسے ایک دوسرے کی مدد کی خاطر مطیع فرمانبردار بنا دیا۔ اس کی بلندیاں اب تیری اطاعت کیلئے سرنگوں اور اس کے معاملے کو اپنے کام کیلئے زندہ کر دیا۔ اس کی موجیں تیری عزت و کبریائی کے سامنے سرافگندہ ہیں۔ اس زمین سے سمندروں کے بعد نہریں پھوٹ رہی ہیں۔ نہروں کے بعد ندیاں اور ندیوں کے بعد منہ زور چشمے، تو نے اس زمین سے نہریں نکالیں اسی زمین سے درخت پیدا فرمائے اور ان پر پھل لگایا، پھر اس زمین پر پہاڑ کھڑے کر دیئے اور پانی کی سطح پر کیل ٹھونک دیئے، بلند چوٹیاں اور چٹانیں سبھی تیری مطیع فرمان ہیں۔

اے اللہ! تو بابرکت ہے۔ کون تیری مدح وستائش کا حق ادا کرسکتا ہے، تو بے بادلوں کو پھیلادیا اور انسانوں کو بکھیر دیا اور صحیح فیصلہ فرمادیا، تو بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔ سوائے تیرے کوئی معبود نہیں، تیری ذات پاک ہے۔ تیرا حکم ہے کہ ہم ہر ایک گناہ کی تجھ سے معافی چاہیں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہر عیب سے پاک ہے تو نے آسمانوں کو لوگوں سے چھپا کر رکھا ہوا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو ہر عیب سے پاک ہے، تجھ سے تیرے عقلمند بندے ڈرتے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو کوئی ایسا خدا نہیں جسے ہم نے ازخود گھڑ لیا ہو اور نہ تو کوئی ایسا رب ہے جس کا ذکر مٹ جائے گا۔ تیرا کوئی شریک نہیں، ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھی سے ڈرتے ہیں۔ مخلوق کے پیدا کرنے میں کسی نے تیری مدد نہیں کی۔ اس لیے ہم تیری کبریائی میں کوئی شک نہیں کرتے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو یکتا ہے بے نیاز ہے، نہ تو نے کسی کو جنا ہے اور نہ تو جنا گیا ہے اور کوئی

بھی تیرا ہمسر نہیں۔

یہودیوں کی بکواس:

اسحاق بن بشر، جو بیرا اور مقاتل سے، یہ دونوں ضحاک سے، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچپن میں کلام کرنے کے بعد ایک عرصہ تک عام بچوں کی طرح نہ بولے۔ یہاں تک کہ آپ کی عمر جب عام بچوں کو پہنچی جس میں وہ گفتگو کرتے ہیں تو آپ نے گفتگو کرنا شروع کر دی، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو نطق حکمت و دانائی عطا فرمائی۔ یہودی لوگوں کی اکثریت آپ پر اور آپ کی والدہ پر طعن و تشنیع کے تیر برساتی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فاحشہ کا بیٹا کہہ کر پکارتی تھی۔ (نعوذ باللہ من ھذا الکفر) اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝ ﴿سورۃ النساء﴾

ترجمہ: اوران کے کفر کے باعث اور مریم پر بہتان عظیم باندھنے کے باعث۔

ابو جاد کی تشریح:

فرماتے ہیں: جب آپ سات سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ نے آپ کو درس میں پڑھنے بھیج دیا۔ معلم جو کچھ پڑھاتے آپ ان کے پڑھانے سے پہلے ہی پڑھتے جاتے۔ معلم نے ابو جاد پڑھایا۔ آپ نے فرمایا: ابو جاد کیا ہے؟ معلم نے کہا: میں نہیں جانتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: پھر آپ مجھے کیسے پڑھا سکتے ہیں؟ جب آپ جانتے کچھ نہیں۔ معلم نے کہا: تو پھر آپ ہی مجھے پڑھا دیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معلم سے کہا: آپ اپنی مسند سے اٹھیے۔ معلم مسند سے الگ ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: اب مجھ سے سوال کرو۔ معلم کھڑا ہوا اور پوچھا: ابو جاد کیا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: الف سے مراد اللہ کی نعمتیں ہیں۔ باء سے مراد اس کی شان قدرت ہے اور ''جیم'' سے مراد شان

جمال ہے۔ یہ جواب سن کر معلم بہت حیران ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے ابو جاد کی تشریح کی۔

پھر راوی ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے پوچھا تو آپ نے ہر ایک کلمہ کا ایک طویل تفصیل کے ساتھ جواب دیا جس کے متعلق نہ تو پوچھا جا سکتا ہے اور نہ اس کی انتہا کو پہنچا جا سکتا ہے۔

اسی طرح ابن عدی نے اسماعیل بن عیاش کے حوالے سے اسماعیل بن یحییٰ سے۔ انہوں نے ابن ابی ملیکہ سے، انہوں نے ابن مسعود سے، انہوں نے مسعر بن کدام سے، انہوں نے عطیہ سے، انہوں نے ابو سعید سے روایت کیا۔ انہوں نے حدیث کو کو مرفوعا روایت کیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مدرسہ میں داخل ہونے اور معلم کو ابو جاد کے معنی پڑھانے کا طویل قصہ درج کیا ہے۔ یہ واقعہ بہت لمبا ہے جس کا ذکر مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ ﴿البدایہ والنہایہ﴾

بچے بندر اور خنزیر بن گئے:

ابن لہیعہ عبداللہ بن ہبیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام بچے تھے تو دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے اور ان میں سے کسی ایک بچے کو کہا کرتے تھے کہ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے بتاؤں کہ تیری ماں نے تیرے لیے کیا پکا رکھا ہے؟ تو وہ کہتا ہاں بتاؤ۔ آپ بتاتے کہ تیری ماں نے تیرے لیے فلاں چیز تیار کر رکھی ہے۔ ماں پوچھتی کہ میں نے تیرے لیے کیا پکایا ہے تو بچہ بتا دیتا تھا کہ فلاں چیز تیار ہو چکی ہے۔ ماں پوچھتی تجھے کس نے بتایا ہے تو وہ کہتا کہ عیسیٰ ابن مریم نے۔ لوگوں نے کہا: اگر ہم یونہی بچوں کو ابن مریم کے ساتھ کھلا چھوڑ دیں گے تو یہ انہیں خراب کر دے گا۔ انہوں نے تمام بچوں کو ایک مکان میں بند کر دیا اور دروازے کو کنڈی لگا دی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی تلاش میں نکلے لیکن بچے کہیں نہ ملے۔ آپ نے

اچانک ایک گھر میں ان کا شور سنا۔ پوچھا یہ کون شور کر رہے ہیں تو لوگوں نے بتایا کہ یہ بندر خنزیر ہیں۔ آپ نے بددعا کی: اے اللہ ایسا ہی ہو دیکھا تو سب بندر اور خنزیر تھے۔

﴿ابن عساکر﴾

عجائبات قدرت کے نظارے:

اسحاق بن بشر، جویبر اور مقاتل سے وہ ضحاک سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچپن میں عجائبات کے نظارے کرتے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بطور الہام ہوتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پروان چڑھتے گئے یہودیوں میں آپ کے عجائبات کی باتیں جو پھیلنا شروع ہوئیں تو انہوں نے غلط قسم کی منصوبہ بندی آپ کے خلاف شروع کر دی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کو آپ کی جان کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ آپ کی والدہ کو بذریعہ وحی مصر کی سرزمین کی طرف چلے جانے کا حکم ہوا، آپ چلی گئیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ ۟

﴿سورۃ المؤمنون﴾

ترجمہ: اور ہم نے بنا دیا مریم کے فرزند اور اس کی ماں (مریم) کو (اپنی قدرت کی نشانی) اور انہیں بسایا ایک بلند مقام پر جو رہائش کے قابل تھا اور جہاں چشمے جاری تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں جس ''ربوا'' (بلند مقام) کا تذکرہ فرمایا ہے اس سے کیا مراد ہے۔ اسلاف اور مفسرین کا اس میں اختلاف ہے۔ قرآن مجید نے اس کی دو صفتیں ذات قرار (رہائش کے قابل) اور معین (جہاں چشمے جاری ہوں) بتائی ہیں اور ربوا کی یہ تعریف بڑی عجیب ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ وہ ایک ایسی بلند جگہ ہے جس کی سطح برابر ہے اس پر رہائش ممکن ہے اور وہ ہے بھی وسیع و عریض اس بلندی کے ساتھ ساتھ اس پر پانی کے چشمے ہیں۔ ''المعین'' سے مراد زمین کی سطح پر جاری و ساری

چشمے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس کا وہ نخلستان ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ اسی لیے فرمایا: ''فَنَادٰهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا۔''

جمہور کے نزدیک ''سریا'' سے مراد چھوٹی نہر ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسناد جید کے ساتھ روایت ہے کہ اس سے مراد دمشق کی نہریں ہیں۔ شاید اس مکان کے ساتھ تشبیہ سے مراد یہ ہے کہ یہ دمشق کا علاقہ ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد مصر کا ایک علاقہ ہے۔ جیسا کہ بعض اہل کتاب کا خیال ہے۔ اور بعض مسلم علماء نے انہیں کے قول کو نقل کیا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ٹیلہ ہے۔ واللہ اعلم۔

ایلیا واپسی کا حکم:

اسحاق بن بشر نے فرمایا ہے کہ ہم سے ادریس نے کہا۔ انہوں نے اپنے دادا حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر جب تیرہ سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مصر سے ایلیا واپس آنے کا حکم دیا۔

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے خالہ زاد بھائی یوسف آپ کے پاس آئے اور دونوں ماں بیٹا کو ایک گدھے پر سوار کر کے ایلیا لے آیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انجیل کے نزول تک اسی شہر میں قیام پذیر رہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تورات کا علم فرمایا اور احیاء موتی، بیماروں کو شفا دہی، غیب چیزوں کا علم جو لوگ گھروں میں ذخیرہ کرتے تھے جیسے معجزات سے نوازا۔ لوگ آپ علیہ السلام کی آمد کے متعلق گفتگو کرنے لگے اور عجائبات کو دیکھ کر ڈر گئے۔ وہ حیران تھے کہ یہ سب کچھ کیسے ہو جاتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور اس طرح آپ پورے علاقہ میں مشہور ہو گئے۔

کتب سماویہ کا نزول اور تاریخ نزول:

ابو زرعہ دمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن صالح نے بیان کیا۔

''حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات جب نازل ہوئی تو رمضان کی چھ راتیں گزر چکی تھیں۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تو ماہ رمضان کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں۔ اور زبور، تورات کے چار سو بیاسی (۴۸۲) سال بعد نازل ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی تو رمضان کے مہینے کی اٹھارہ راتیں گزر چکی تھیں۔ اور انجیل زبور کے ایک ہزار پچاس سال بعد نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل فرمایا جبکہ رمضان المبارک کی ستائیسویں تاریخ تھی۔'' ﴿تاریخ ابن کثیر﴾

نزول انجیل کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر:

علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ نزول انجیل کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک تیس سال تھی۔ اور جب آپ کو زندہ اٹھالیا گیا تو عمر مبارک تینتیس (۳۳) سال تھی۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہدایات اور حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان:

اسحاق بن بشر نے فرمایا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی طرف وحی میں فرمایا۔ اے (میرے پیارے!) عیسیٰ! میرے بارے میں کوشش کر اور سستی کا شکار نہ ہو۔ اور اے پاکیزہ دوشیزہ عفت مآب عورت کے بیٹے سن اور اطاعت کر۔ تو بغیر باپ کے پیدا ہوا ہے۔ میں نے تجھے عالمین کے لیے نشانی کے طور پر پیدا فرمایا ہے۔ صرف میری عبادت کر اور صرف مجھ پر بھروسہ کر مضبوطی سے کتاب کو تھام لے۔ سریانی زبان والوں کے لیے اس کی تفسیر بیان کر اور اپنے سامنے کے لوگوں کو یہ پیغام پہنچا کہ میں حق ہوں۔

ہمیشہ زندہ رہنے والا ہوں۔ مجھے ہی دوام ہے اور میں کبھی زوال پذیر نہیں ہوں گا۔

لوگوں کو بتاؤ کہ وہ نبی امی عربی صاحب الجمل والتاج کی تصدیق کریں۔

اس سے مراد پگڑی مبارک، ڈھال، نعلین پاک اور لاٹھی ہے۔ وہ نبی امی جو خوبصورت آنکھوں والا، کشادہ پیشانی والا اور واضح رخساروں والا ہوگا جس کے بال گھنگرایالے

ہوں گے۔ داڑھی مبارک گھنی ابرو ملے ہوئے، ناک بلند، سامنے کے دانتوں میں تھوڑا فاصلہ ہوگا اور تھوڑی تنگی نہیں ہوگی جس کی گردن مبارک گویا چاندی کی صراحی ہو جس کے پینڈے میں سونا چل رہا ہو سینے سے لے کر ناف تک اس کے بال ایسے ہوں گے جیسے ان چری چھڑی کی کمان ہو بطن مبارک اور سینے پر ان کے علاوہ کوئی بال نہیں ہوں گے۔ ہاتھ اور پاؤں مبارک پر گوشت ہوں گے جب کسی طرف متوجہ ہوں گے تو پوری طرح متوجہ ہوں گے۔ اور جب چلیں گے تو یوں چلیں گے کہ گویا بلندی سے اتر کر نشیب کی طرف آرہے ہیں۔

ان کے چہرے پر پسینہ موتیوں کی طرح چمکے گا اور اس پسینے سے کستوری جیسی خوشبو آئے گی۔ ایسا کوئی رعنا نہ پہلے دیکھا گیا اور نہ بعد میں دیکھا جائے گا۔ حسین قامت، بہترین خوشبو والے ہوں گے۔ وہ کئی عورتیں سے نکاح کریں گے لیکن اولاد کم ہوگی۔ مگر پھر بھی ان سے بابرکت نسل چلے گی۔ جنت میں ان کے لیے زبرجد کا مکان ہوگا جس میں نہ تھکاوٹ ہوگی اور نہ شوروغوغا ہوگا۔

اے عیسیٰ آخری زمانہ میں تو ان کی امت کی اس طرح کفالت کرے گا جس طرح زکریاء (علیہ السلام) نے تیری والدہ کی کی تھی۔ میری بارگاہ میں اس کو وہ مقام حاصل ہے جو کسی اور بشر کو حاصل نہیں۔ اس پر نازل ہونے والا کلام قرآن مجید (کہلائے گا) اس کا دین اسلام ہوگا اور اسے السلام سلامتی دینے والا لائے گا طوبیٰ! (خوشخبری ہے) اس شخص کے لیے جس نے اس کا زمانہ پایا، اس کے ایام کو دیکھا اور اس کے کلام کو سنا۔

درخت طوبیٰ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! یہ طوبیٰ کیا ہے؟ فرمایا ایک درخت ہے جسے میں نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ یہ درخت تمام جنتوں میں ہے۔ اس کا تنا رضوان سے ہے اور پانی تسنیم سے جبکہ اس کی ٹھنڈک کافور کی اور ذائقہ زنجبیل کا اور اس کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔ جو اس میں سے ایک گھونٹ بھی پی لے گا وہ اس

کے بعد کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے بھی اس سے سیراب فرما اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: جس وقت تک وہ نبی امی (ﷺ) اس پانی کو نہیں پی لیتا دوسرے نبیوں پر اس کا پانی پینا حرام ہے۔ اور جب تک اسی نبی کی امت یہ پانی نہیں پی لیتی باقی تمام امتوں پر اس کا پانی پینا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عیسیٰ! میں تمہیں اپنی طرف اٹھالوں گا۔ عرض کی پروردگار! تو مجھے کیوں اٹھائے گا؟ فرمایا: میں تجھے اٹھاؤں گا پھر آخری زمانہ میں نیچے اتاروں گا تا کہ تو اس نبی کے امت کے عجائب کو دیکھ سکے اور دجال لعین کے ساتھ جنگ کرنے پر ان کی مدد کر سکے۔ میں تجھے نماز کے وقت اتاروں گا پھر تو ان کے ساتھ نماز ادا کرے گا کیونکہ یہ امت مرحومہ ہے اور ان کے نبی کے بعد اور کوئی نبی نہیں۔

امت مرحومہ:

ہشام بن عمار فرماتے ہیں کہ اس نے ولید بن مسلم سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن زید سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: پروردگار! مجھے اس امت مرحومہ کے بارے آگاہ فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ اس امت کے لوگ علماء اور حکماء ہوں گے گویا وہ انبیاء ہوں۔ تیری تھوڑی عطا پر بھی راضی ہو جائیں گے۔ میں بھی ان کے تھوڑے سے عمل کی وجہ سے ان سے راضی ہو جاؤں گا۔ اور میں انہیں صرف ”لا الہ الا اللہ“ کی وجہ سے جنت میں داخل کروں گا۔ اے عیسیٰ! جنت کے اکثر باسی اسی امت کے لوگ ہوں گے کیونکہ کسی قوم نے ”لا الہ الا اللہ“ کا ذکر نہیں کیا ہوگا جتنا اس امت کے ربانیین اس کلمہ کا ورد کریں گے اور اتنے کسی قوم کے سر سجدے میں کبھی نہیں جھکے جتنے اس قوم کے سر سجدہ میں جھکیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اطاعت کا حکم اور ہدایات ربانی:

ابن عساکر، عبداللہ بن یدیل عقیلی کے حوالے سے عبداللہ بن عوسجہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی مجھے اپنے دل میں وہ جگہ دے جو غم کے لیے ہے اور مجھے اپنی معاد میں اپنے لیے ذخیرہ کر لے۔ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کر میں تجھ سے محبت کروں گا اور میرے علاوہ کسی غیر کی طرف مائل نہ ہو ورنہ پکڑلوں گا، مصیبت پر صبر کر اور قضا پر راضی رہ۔ ایسا ہو جا کہ میری مسرت تجھ میں ہو۔ بلاشبہ میری خوشی اس میں ہے کہ میری فرمانبرداری کی جائے اور نافرمانی نہ کی جائے۔ میرے قریب ہو جا اور اپنی زبان سے میرے ذکر کو زندہ کر دے۔ میری محبت تیرے سینے میں رہے تاکہ تجھے غفلت سے بیدار کرے۔ کمال عقلمندی میں احکام صادر کر۔ اور میری طرف رغبت کرنے والا اور صرف میرا ہو کے رہنے والا بن جا۔ اپنے دل کو میری خشیت کی موت مار دے۔ رات کی رعایت کر میری خوشنودی کے حق کی خاطر اور میرے ہاں ایک خوش کن دن کے لیے اپنے دن کو تاریک کر دے۔ بھلائیوں میں کوشاں رہ کر دوسروں کے ساتھ مقابلہ کرو۔ اور کہیں بھی ہو بھلائی کا اعتراف کر۔ مخلوق کو میری نصیحت سنا اور میرے بندوں میں میرے عدل کے ساتھ فیصلے کر۔ میں نے تیری طرف شفا (انجیل) نازل فرمائی ہے جو دلوں کو وسوسوں سے یعنی نسیان کے مرض سے بچاتی ہے۔ اور میں نے اندھے پن کے پردوں سے تجھے آنکھوں کا نور عطا فرمایا۔ حریص مت بن جا گویا کہ تو زندہ سانس لیتے ہوئے بھی مردہ ہے۔

اے عیسیٰ ابن مریم! میری مخلوق مجھ پر ایمان لائی اور وہ خشیت کی نعمت سے مالا مال ہوئی اور جس دل میں میری خشیت ہے اس نے ثواب کی امید پائی۔ میں تجھے گواہ ٹھہراتا ہوں کہ وہ مخلوق میرے عذاب سے مامون ہے جب تک وہ خود تبدیل نہیں ہوتی یا میری سنت کو تبدیل نہیں کر دیتی۔

اے طیب وطاہر والدہ کے بیٹے! زندگی کے ان ایام میں اپنی ذات پر رو ایک ایسے شخص کا رونا جس نے اہل وعیال کو الوداع کہا ہو، دنیا کو مبغوض جانتا ہو اور لذات کو اپنے گھر والوں کے لیے چھوڑ کر اللہ کی نعمتوں اور بخششوں کا راغب اور طلبگار رہا ہو۔ اس میں نرم گفتار ہو کر رہ اور سلام کو عام کر۔ جب ابرار کی آنکھیں سو جائیں تو اس وقت جاگنے والا بن جا۔ ذرا دیکھ تو آخرت کے لیے کیا لے کر آرہا ہے۔ قیامت قریب ہے۔ شدید اور دل دہلا دینے والا زلزلہ آیا ہی چاہتا ہے۔ اس وقت نہ مال نفع دے گا اور نہ گھر والے جب گم کردہ راہ ہنسیں تو تو اپنی آنکھوں میں حزن وملال کا سرمہ لگا لیا کر اور اس پر صبر کیا کر اور لحہ لحہ اپنی ذات کا محاسبہ کرتا رہا کر۔ میں نے جس چیز کا صابروں سے وعدہ فرمایا ہے اگر وہ تیرے ہاتھ آجائے تو تو خوش نصیب ہے۔ دنیا میں اللہ کو طلب کر کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جس دن سب اس کے سامنے پیش ہوں گے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا متلاشی رہیے۔ اور جو چیز تیرے ساتھ جنگ کر رہی ہے تو اسے چھوڑ دے۔ تجھے کیا کہ اس کا ذائقہ کیا ہے۔

جو چیز تیرے ہاتھ میں نہیں رہے گی اس کا ذائقہ چکھنے سے کیا حاصل۔ ستانے کے ساتھ ہی دنیا سے چل دے۔ تیرے لیے اس کی کھردری اور سخت چیزیں کافی ہونی چاہیں۔ تو نے دیکھ لیا ہے جو کچھ کر رہا ہے۔ ہر عمل کا حساب دینا ہوگا اور تجھ سے باز پرس ہوگی۔ اگر تیری آنکھ ان نعمتوں کو دیکھ لے جو میں نے اپنے اولیاء صالحین کے لیے تیار کر رکھی ہیں تو تیرا دل پگھل جائے اور روح پرواز کر جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابلیس لعین سے ملاقات:

ابو داؤد کتاب القدر میں فرماتے ہیں ابن طاؤس نے اپنے والد سے روایت کیا: فرماتے ہیں کہ: حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی ابلیس سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا: کیا تجھے پتہ نہیں کہ تجھے وہی کچھ پہنچا ہے جو تیری قسمت کو نوشتہ تھا؟ ابلیس نے کہا: پہاڑ کی اس چوٹی پر چڑھ جا اور اپنے آپ کو وہاں سے گرا دے۔ پھر دیکھ تو مرتا ہے

یا زندہ رہتا ہے۔

ابن طاؤس اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اس کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: میرا بندہ مجھے آزماتا نہیں۔ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔

زہری فرماتے ہیں کہ بندہ اپنے رب کا امتحان لینے کا مجاز نہیں۔ یہ حق اللہ تعالیٰ کا ہے کہ وہ اپنے بندے کو آزمائے۔

ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ہم سے احمد بن عبدہ نے بیان کیا۔ ہمیں سفیان نے بتایا۔ انہوں نے عمرو سے، انہوں نے طاؤس سے روایت کیا۔ فرماتے ہیں کہ شیطان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا: تو اپنے آپ کو سچا سمجھتا ہے نا؟ تو لے میں چھلانگ لگا رہا ہوں تو بھی اپنے آپ کو اس پہاڑ سے گرا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تو ہلاک ہو! کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: اے ابن آدم! مجھ سے اپنی ہلاکت مت مانگ۔ میں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں۔

شیطان کا فریب:

ابو توبہ الربیع بن نافع نے بیان کیا۔ ہم سے حسین بن طلحہ نے بیان کیا۔ میں نے خالد بن یزید سے سنا۔ انہوں نے فرمایا کہ شیطان نے دس سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہ کر عبادت گزاری کی۔ یا دو سال تک۔ ایک دن پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوا اور کہا: تیری کیا رائے ہے اگر میں اپنے آپ کو، گرا دوں تو مجھے صرف اتنی تکلیف نہیں پہنچے گی جتنی میری تقدیر میں لکھ دی گئی ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں ان میں سے نہیں ہوں جو اپنے رب کو آزماتے ہیں۔ بلکہ میرا رب جب چاہتا ہے مجھے آزماتا ہے۔ آپ سمجھ گئے کہ (سال ہا سال سے میرے ساتھ عبادت کرنے والا بدبخت) شیطان ہے۔ اسی وقت آپ اسے چھوڑ کر الگ ہو گئے۔

امام ابوبکر بن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے شریح ابن یونس نے۔

ہم سے علی بن ثابت نے بیان کیا۔ انہوں نے خطاب بن قاسم سے، انہوں نے ابو عثمان سے روایت فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی پہاڑ کی چوٹی پر نماز پڑھ رہے تھے۔ اسی دوران آپ کے پاس ابلیس آیا اور کہنے لگا: کیا تو سمجھتا ہے کہ ہر چیز قضاء وقدر کی پابند ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا ہاں! ابلیس کہنے لگا: اپنے آپ کو اس پہاڑ سے گرا دے اور کہہ دے کہ تقدیر میں ایسا ہی تھا۔ آپ نے فرمایا: اے لعین! اللہ تعالیٰ بندوں سے امتحان لیتا ہے نہ کہ بندے اللہ تعالیٰ سے امتحان لیتے ہیں۔

امام ابو بکر بن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے فضل بن موسیٰ بصری نے، ہم سے ابراہیم بن بشار نے بیان کیا۔ میں نے سفیان بن عیینہ سے سنا وہ فرما رہے تھے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ابلیس کی ملاقات ہوئی۔ ابلیس نے کہا: اے عیسیٰ پسر مریم! آپ وہ ہیں جو ربوبیت کی عظمتوں تک پہنچ گئے ہیں۔ آپ نے پنگھوڑے میں کلام کیا جبکہ دودھ پیتے بچے تھے آپ سے پہلے کسی نے پنگھوڑے میں گفتگو نہیں کی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ربوبیت سے متصف تو وہ ذات خداوندی ہے جس نے مجھے قوت گویائی بخشی۔ پھر مجھے موت کی نیند سلا دے گا پھر زندہ فرمائے گا۔ شیطان نے کہا آپ وہ ہیں جو ربوبیت کی عظمتوں پر فائز ہیں۔ آپ مردوں کو زندگی عطا کرتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ ربوبیت تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو زندگی بخشتا ہے اور میں جسے زندہ کرتا ہوں اسے پھر موت سے ہم کنار کرتا ہے پھر اسے زندہ فرمائے گا۔ ابلیس نے پھر کہا۔ بخدا! آپ ہی آسمان کے الہ ہیں اور آپ ہی زمین کے معبود ہیں۔

راوی فرماتے ہیں کہ ابلیس کو حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنے پروں سے مارا اور وہ سورج سے بھی کہیں دور جا پڑا۔ ایک اور پر مارا تو وہ دہکتے چشمے سے دور جا گرا۔ ایک اور پر مارا اور اسے ساتوں سمندروں میں داخل کر دیا۔ وہ یہ سزا کھا کر چیخ و پکار کرنے لگا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ ان سمندروں میں چلا یا حتیٰ کہ اس نے کیچڑ کا ذائقہ چکھا۔ پھر ان سے باہر آیا جب کہ کہہ رہا تھا کسی نے کسی سے وہ سزا نہیں پائی جو سزا

اے ابن مریم میں نے تم سے پائی ہے۔

حافظ ابوبکر خطیب ایک اور سند کے ساتھ اس واقعہ کو قدرے تفصیل کے ساتھ ابوسلمہ سوید اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں نماز پڑھی اور واپس تشریف لائے۔ جب ایک پہاڑ پر پہنچے تو ابلیس سامنے آیا اور احتساب کرنے لگا۔ اس نے تنقید کے انداز میں گفتگو کرتے ہوئے کہا: آپ کو بندہ بن کر نہیں رہنا چاہیے۔ اس نے بہت زیادہ ورغلانے کی کوشش کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چاہتے تھے کہ کسی طرح اس ملعون سے جان چھوٹ جائے۔ لیکن وہ کسی صورت دور نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے بہت سی باتیں کیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ بھی کہا کہ بندگی تجھے زیب نہیں دیتی۔

روای فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے مدد کے خواستگار ہوئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ جب ابلیس کی ان دو فرشتوں پر نظر پڑی تو بھاگ نکلا۔ پس جب ابلیس نے پہاڑ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہنے کی کوشش کی تو فرشتوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کی۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے پر مارا جس سے ابلیس بطن وادی میں جا پڑا۔ راوی کا بیان ہے کہ ابلیس واپس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ آیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ انہیں بس یہی حکم دیا گیا ہوگا۔ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پھر کہا: میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ آپ کو بندہ بن کر نہیں رہنا چاہیے۔ دیکھ آپ کی ناراضگی ایک عام بندے کی ناراضگی نہیں۔ دیکھ جب آپ مجھ سے ناراض ہوئے تو مجھے کس قدر سزا ملی۔ میں تیرے بھلے کی بات کہتا ہوں۔ میں شیطانوں کو حکم دوں گا وہ تیرا حکم مانیں گے اور جب لوگ دیکھیں گے کہ شیطان تیری اطاعت کرتے ہیں تو وہ تیری عبادت شروع کر دیں گے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تو واحد خدا بن جا۔ اللہ تعالیٰ آسمان کا الٰہ ہوگا اور تو زمین کا الٰہ ہوگا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی زبانی یہ گفتگو سنی تو اپنے رب سے فریاد کی: اور خوب آہ وزاری کی۔ اسی دوران حضرت

اسرافیل علیہ السلام اترے، پس حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے اس کی طرف کی نظر کی تو ابلیس رک گیا اور جب وہ ان کے ساتھ قرار پذیر ہوا تو حضرت اسرافیل علیہ السلام نے ابلیس کو اپنے پروں کی ایک ضرب لگائی جس سے وہ سورج سے جا ٹکرایا، پھر ایک اور ضرب لگائی اور وہ نیچے زمین پر آ رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک جگہ سے ہوا دیکھا تو وہ گرا پڑا ہے۔ کہنے لگا: اے عیسیٰ علیہ السلام! آج مجھے آپ نے بڑی تھکاوٹ میں مبتلا کر دیا ہے۔ پس اسی گفتگو کے ساتھ ہی ابلیس کو عین الشمس میں پھینک دیا گیا۔ پس اس نے وہاں بھڑکتے ہوئے چشمے کے پاس سات فرشتے پائے۔

راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے اسے ڈھانپ لیا، وہ جب بھی ان سے نکلتا وہ اسے ڈھانپ لیتیں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر ابلیس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

راوی فرماتے ہیں: اور اسماعیل العطار نے ہم سے بیان کیا، ہم سے ابوحذیفہ نے بیان کیا۔ فرماتے ہیں کہ شیطان ابلیس کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے: اے ہمارے گرو! آج سخت تھکاوٹ محسوس کر رہے ہیں۔ کہنے لگا: یہ ایک معصوم شخص ہے۔ میں اسے راہ راست سے برگشتہ نہیں کر سکتا۔ ہاں اس کے ذریعے میں کئی لوگوں کو گمراہ کروں گا۔ میں ان لوگوں کی مختلف خواہشات کو پھیلا دوں گا اور انہیں فرقہ فرقہ بنا ڈالوں گا۔ لوگ اللہ کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اس کے والدہ مریم کو خدا کہتے پھریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تائید و عصمت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تائید اور عصمت کی پاسداری بیان کرنے کیلئے کئی آیات طیبات نازل فرمائیں۔ اپنی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَ عَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۞ ﴿سورۃ المائدہ﴾

ترجمہ: اے عیسیٰ ابن مریم! یاد کرو میرا انعام اپنے پر اور اپنی والدہ پر، جب میں نے مدد فرمائی تمہاری روح القدس سے۔

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ۔ ﴿سورۃ المائدہ﴾

ترجمہ: باتیں کرتا تھا تو لوگوں سے جبکہ تو ابھی پنگھوڑے میں تھا اور جب پکی عمر کو پہنچا اور جب سکھائی میں نے تمہیں کتاب اور حکمت اور توراۃ اور انجیل، اور جب تو بناتا تھا کیچڑ سے پرندے کی سی صورت۔

ایسی ہی اور بہت ساری نعمتیں میں نے تجھ پر نچھاور کیں اور اے میرے پیارے عیسیٰ علیہ السلام! یاد کرو جب میں نے مسکینوں کو تمہارا ساتھی، تمہارا مددگار اور حواری بنا دیا جن سے تم خوش تھے اور وہ تمہارے ہادی اور قائد ہونے سے راضی تھے۔ پس جان لے کہ یہ دو عظیم خصلتیں ہیں، ان کو اپنا کر جو شخص مجھ سے ملے گا تو وہ پوری مخلوق سے زیادہ پاکیزہ اور سب زیادہ میرا منظور نظر ہو کر مجھے ملے گا۔ عنقریب اسرائیلی تجھ سے کہیں گے کہ ہم روزے رکھتے ہیں لیکن ہمارے روزے قبول نہیں ہوتے۔ ہم صدقہ کرتے ہیں مگر ہمارا صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ ہم اونٹنی کے بچے کی طرح روتے ہیں مگر ہماری آہ وزاری پر رحم نہیں کیا جاتا تو ان سے کہنا: بتاؤ اسکی وجہ کیا ہے؟

کیوں تمہاری عبادت اور تمہاری آہ وزاری پر نظر رحمت نہیں کی جاتی؟ کیا میرے خزانوں میں کوئی کمی واقع ہو گئی ہے؟ کیا میں آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا مالک نہیں، انہیں جیسے چاہتا ہوں خرچ کرتا ہوں۔ کیا ایک بخیل مجھ سے دست سوال دراز نہیں کرتا۔ کیا میں اس شخص سے زیادہ سخی نہیں جس سے سوال کیا جاتا ہے؟ کیا اس سے زیادہ عطا نہیں کرتا جو لوگوں کو عطا کرتا ہے۔ کیا میری رحمت کا دائرہ تنگ ہو گیا ہے؟ رحم صرف ان پر کیا جاتا ہے جو میری رحمت کی امید رکھتے ہیں؟

اے مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام! اگر یہ لوگ اس حکمت سے دھوکے میں نہ

پڑتے جوان کے دلوں میں ''وراثة'' چلی آ رہی ہے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دیتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ وہ کہاں سے آئے ہیں؟ معرفت کے بعد انہیں یقین کامل حاصل ہو جاتا کہ ان کے نفوس ان کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ میں کیسے ان کے روزوں کو قبول کرلوں جبکہ وہ روزے کے باوجود حرام مال اکٹھا کرتے ہیں۔ میں کیسے ان کی نمازوں کو قبول کرلوں جبکہ ان کے دل میرے ساتھ جنگ کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور میری حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھتے ہیں۔ میں ان کے صدقات کو کیسے قبول کرلوں جبکہ وہ لوگوں پر غصے ہوتے ہیں اور ناجائز طریقے سے اس مال کو حاصل کرتے ہیں۔ اے عیسیٰ علیہ السلام! میں انہیں وہی بدلہ دیتا ہوں جس کے وہ اہل ہوتے ہیں، میں ان کی آہ وزاری پر کیسے رحم کروں ان کے ہاتھ تو انبیاء کے خون سے رنگے ہیں، میں ان سے سخت ناراض ہوں۔

اے عیسیٰ علیہ السلام! میں نے آسمانوں اور زمین کی آفرینش کے دن سے یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ جو میری عبادت کرے گا اور تم ماں بیٹا کے بارے وہی کہے گا جو میں کہتا ہوں تو میں جنت میں اسے تیرا پڑوسی، درجات میں تیرا رفیق اور کرامت میں تیرا شریک بنا دوں گا، اور میں نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے دن سے یہ فیصلہ بھی فرما دیا ہے کہ جو تجھے اور تیرے والدہ ماجدہ کو خدا بنائے گا تو میں اسے جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں پھینکوں گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کا بیان:

اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے روز سے میں نے یہ فیصلہ فرمادیا ہے کہ میں اس امر کو اپنے بندے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ثابت کروں گا۔

رحمت اللعلمین صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ نبوت و رسالت کو ختم کردوں گا، ان کی جائے ولادت مکہ مکرمہ میں ہوگا۔ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائیں گے اور ملک شام ان کے زیر نگیں ہوگا۔ نہ وہ بدخو ہوں گے گے اور نہ ترش رو، نہ ہی بازاروں میں شور کرنے

والے اور نہ ہی بری بات کو خوبصورت انداز میں بیان کرنے والے، اور نہ کسی سے بدکلامی کرنے والے ہوں گے۔ میں ہر خوبصورت امر کی طرف ان کی رہنمائی کروں گا اور ان کو اخلاق کریمانہ سے نوازوں گا۔ میں تقویٰ کو انکا ضمیر، حکمت کو ان کی عقل، وفا کو ان کی طبیعت، عدل کو ان کی سیرت، حق کو ان کی شریعت اور اسلام کو ان کا دین بنا دوں گا، ان کا اسم گرامی احمد (ﷺ) ہوگا۔ ان کے ذریعے گمراہی کے بعد ہدایت کا نور عام کروں گا۔ جہالت کے بعد علم و معرفت کا دور دورہ ہوگا، ان کے ذریعے تنگدستی کے بعد فراخی اور غنا اور ذلت کے بعد بلندی عطا کروں گا، میں ان کے وسیلے سے لوگوں کو ہدایت دوں گا۔ بہرے کانوں کو شنواء غافل دلوں کو بیدار اور ہوا وہوس کی گندگی کو دور کروں گا۔ میں ان کی امت کو بہترین امت بناؤں گا جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے۔ ان کا یہ عمل محض میرے لیے ہوگا۔ وہ پہلے رسولوں کی تعلیمات کی تصدیق کریں گے۔ میں انہیں الہام کروں گا کہ وہ اپنی مساجد، مجالس اور گھر بار میں میری تقدیس وتحمید کریں گے۔ وہ صرف میری خوشنودی کیلئے کھڑے ہو کر، بیٹھ کر، سجدہ اور رکوع کر کے میری عبادت کریں گے۔ میری راہ میں صفیں باندھ کر لشکروں کی صورت میں قتال کریں گے۔ ان کی قربانی خون بہانا ہوگا، ان کی کتاب ان کے سینوں میں محفوظ ہوگی اور ان کے دل نیکی سے، معمور ہوں گے، راتوں کو راہب ہوں گے اور دن کو شیر (کی طرح شجاعت کا مظاہرہ کریں گے) یہ میرا فضل ہے۔ میں جسے چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں اور میں فضل عظیم کا مالک ہوں۔

عنقریب ہم ایسی روایات ذکر کریں گے جو اس سیاق کی تصدیق کریں گی اور سورۂ مائدہ اور سورۂ صف میں ان کا تذکرہ انشاء اللہ آپ دیکھیں گے۔

منافقین کا نفاق اور اہل ایمان کے یقین میں اضافے کا سبب:

ابو حذیفہ، اسحاق بن بشر نے کعب احبار، وہب بن منبہ، حضرت ابن عباس اور حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ عنہم) سے کئی سندوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں ''بعض کی حدیث بعض میں داخل ہوگئی ہے۔'' کہتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

کی بعثت ہوئی اور آپ واضح نشانیاں لے کر تشریف لائے تو بنی اسرائیل کے منافقوں اور کافروں نے تعجب کیا اور ٹھٹھا کرنے لگے۔ پوچھتے تھے: یہ بتاؤ کہ فلاں نے گزشتہ رات کیا کھایا اور گھر میں کیا ذخیرہ کیا؟ تو آپ انہیں بتاتے، اس سے اہل ایمان کا یقین بڑھ جاتا اور منافق اور کافر اور زیادہ کفر اور شک کرنے لگتے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سر چھپانے کو گھر نہیں تھا۔ آپ زمین میں سفر کرتے رہے۔ کہیں ٹھکانہ نہیں تھا کہ اس حوالے سے آپ کی پہچان ہوتی۔

احیاءِ موتیٰ کا پہلا واقعہ:

احیاءِ موتیٰ کا پہلا واقعہ یوں رونما ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک عورت کے قریب سے ہوا جو ایک قبر پر بیٹھی رو رہی تھی، آپ نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگی: میری بچی فوت ہو گئی ہے اور اس کے سوا میرا کوئی بچہ نہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر رکھا ہے کہ اس وقت تک اس جگہ سے الگ نہیں ہوں گی جب تک کہ مجھے بھی موت نہیں آجاتی، یا میری بچی زندہ نہیں ہو جاتی۔ پس میں انتظار میں ہوں کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اگر تو اسے ایک دفعہ دیکھ لے تو اسے واپس جانے دے گی؟ عورت نے کہا: ہاں (ٹھیک ہے مجھے یہ شرط منظور ہے) کہتے ہیں کہ آپ نے دو رکعت نماز ادا کی، پھر قبر کے پاس بیٹھ گئے اور آواز دی: اے فلاں (بچی کا نام لے کر پکارا) اللہ رحمٰن کے نام سے کھڑی ہو جا۔

کہتے ہیں کہ قبر میں ایک لرزش سی پیدا ہوئی۔ آپ نے دوسری آواز دی، قبر پھٹ گئی، تیسری آواز پر وہ بچی سر سے مٹی جھاڑتی ہوئی باہر آ گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچی سے مخاطب ہوئے: اتنی دیر کیوں کی؟ کہنے لگی: جب پہلی آواز پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو بھیجا، اس نے میرے جسم کے بکھرے اعضاء کو یکجا کیا۔ دوسری آواز آئی تو میری روح بدن میں واپس آ گئی اور جب تیسری آواز آئی تو میں ڈر گئی کہ قیامت کی چیخ (صور) ہے، اس وجہ سے میرے سر، ابرو اور پلکوں کے بال سفید ہو گئے، پھر وہ بچی اپنی

ماں کی طرف بڑھی اور کہا: امی جان! ایسا تم نے کیوں کیا کہ مجھے دو دفعہ موت کا ذائقہ چکھنا پڑا۔ اے میری ماں! صبر و تحمل سے کام لیجئے۔ مجھے دنیا کی ضرورت نہیں (پھر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہوئی) کہ اے روح اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے دار آخرت کی طرف لوٹا دے اور مجھ پر موت کی سختی کو آسان کر دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی: اللہ تعالیٰ نے لڑکی کو اس دنیا سے اٹھا لیا، اور آپ نے اسے دفن کر کے مٹی برابر کر دی۔ جب یہودیوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو ان کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی۔

سام بن حضرت نوح علیہ السلام کا زندہ ہونا:

امام ابو جعفر بن جریر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ کسی ایسے شخص کو زندہ فرما دیں جس نے کشتی نوح کے احوال کو دیکھا ہو تو ہم اس سے گفتگو کریں۔ آپ انہیں لے کر چل پڑے اور مٹی کے ایک ٹیلے پر تشریف لے گئے۔ اس ٹیلے سے مٹی کی ایک مٹھی لی اور اپنے حواریوں سے مخاطب ہوئے: کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ حواریوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''قم باذن اللہ'' تو اچانک وہ سر مٹی جھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا اور اس کے سر کے بال سب سفید ہو چکے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سام بن حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا کیا تم اسی طرح اس دنیا سے بوڑھے گئے تھے تو انہوں نے جواب دیا: نہیں بلکہ میں جوانی کے عالم میں فوت ہوا تھا لیکن مجھے لگا شاید قیامت آ گئی ہے اس خوف سے میرے سر کے بال فوراً سفید ہو گئے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ہمیں سفینہ نوح علیہ السلام کے متعلق کچھ بتائیں۔

سام نے فرمایا: اس کشتی کی لمبائی بارہ سو گز اور چوڑائی چھ سو گز تھی۔ کشتی میں تین منزلیں تھیں، ایک منزل میں چوپائے اور وحشی جانور تھے، ایک منزل میں انسان تھے اور ایک میں پرندے تھے۔ جب چوپاؤں کا گوبر زیادہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ہاتھی کی دم کو ٹٹولیے، جب آپ نے اسے ٹٹولا تو اس سے سور

اور سورنی نکلے، تو وہ دونوں گوبر پر جھپٹ پڑے اور اسے صاف کر گئے، پھر جب چوہے کشتی کو کاٹ کر سوراخ کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ شیر کے دونوں آنکھوں کے درمیان ضرب لگایئے، آپ نے جب ضرب لگائی تو اس کے نتھنوں سے بلی اور بلا نکلے، وہ دونوں چوہوں پر پل پڑے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: حضرت نوح علیہ السلام کو کیسے پتہ چلا کہ اب تمام کافر مر چکے ہیں؟ سام نے بتایا: حضرت نوح علیہ السلام نے ایک کوے کو بھیجا جو خبریں لگاتا تھا، جب کسی لاش گویا مردار کو دیکھتا تو اس پر بیٹھ کر کھانے لگتا حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے لئے بددعا کی کہ وہ انسانوں سے ڈرتا رہے، اسی لئے اب وہ مانوس نہیں ہوتا اور گھروں میں رہنے کا عادی نہیں ہے۔ سام نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام نے کبوتر کو بھیجا، وہ اپنی چونچ میں زیتون کے پتے اور پاؤں کے ساتھ مٹی لے آیا۔ آپ سمجھ گئے کہ پوری دنیا غرق ہوگئی ہے۔ آپ نے ان پتوں کو کبوتر کے گلے کا ہار بنا دیا اور اسے یہ دعا دی کہ وہ مانوس و مامون رہے۔ اسی لئے وہ گھروں میں رہتا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ حواریوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہمیں انہیں ساتھ گھر نہ لے چلیں کہ وہ ہمارے ساتھ بیٹھیں اور ہم سے باتیں کریں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ شخص تمہارے ساتھ کیسے جا سکتا ہے جس کی آنکھوں میں روشنی ہی نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے "قم باذن اللہ" (اللہ کے اذن سے واپس اسی حالت پر چلا جا) کہا اور وہ مٹی بن گیا۔ واللہ اعلم۔

بادشاہ کا زندہ ہونا:

حضرت سدی ابوصالح اور ابومالک سے اور وہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہم) سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اسرائیلیوں کا ایک بادشاہ فوت ہوگیا، لوگوں نے اسے چارپائی پر رکھ دیا۔ اسی اثنا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ فرمادیا،

لوگوں نے ایک عجیب وغریب منظر دیکھا تو کانپ اٹھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر احسانات اور انعامات ربانی:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ ...... وَ اشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ۝

﴿سورۃ المائدہ﴾

ترجمہ: جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ ابن مریم! یاد کرو میرا انعام اپنے پر اور اپنی والدہ پر جب میں نے مدد فرمائی تمہاری روح القدس سے باتیں کرتا تھا تو لوگوں سے (جبکہ تو ابھی) پنگھوڑے میں تھا اور جب پکی عمر کو پہنچا اور جب سکھائی میں نے تمہیں کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل اور تو بناتا تھا کیچڑ سے پرندے کی سی صورت میری اذن سے پھر پھونک مارتا تھا اس میں تو وہ (مٹی کا باجان پتلا) بن جاتا تھا، پرندہ میرے اذن سے اور (جب) تو تندرست کر دیا کرتا تھا اور زاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے اذن سے، اور جب تو (زندہ کر کے) نکالا کرتا تھا مردوں کو میرے اذن سے، اور جب میں نے روک دیا تھا بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو آیا تھا ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تو کہا جنہوں نے کفر کیا تھا ان سے کہ یہ سب (معجزات) نہیں ہیں مگر کھلا ہوا جادو، اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ ایمان لاؤ میرے ساتھ اور میرے رسول کے ساتھ، انہوں نے کہا: ہم ایمان لائے اور (اے مولا!) تو گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے احسانات اور نعمتوں کا ذکر کر رہا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے صرف ماں کے ذریعے پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے خاص احسان فرمایا اور انہیں اپنی قدرت کاملہ کی دلیل بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آپ کو منصب رسالت پر فائز کر دیا۔ یہ رحمت ونعمت حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر بھی تھی۔

"وَعَلٰى وَالِدَتِكَ" یعنی انہیں اس عظیم نعمت کیلئے چن کر اور جاہل لوگوں کے الزامات سے برأت عطا کر کے ان پر کمال فرمایا۔ اس لیے فرمایا: "اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ

الْقُدُسِ'' روح القدس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ تائید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح القدس کے ذریعے اپنی روح مریم میں پھونکی پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف روح الامین ہی وحی لے کر آئے اور کافروں کی ایذا رسانیوں سے آپ کو بچایا۔ ''تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا'' یعنی آپ بچپنے کی عمر میں پنگھوڑے میں لیٹے اور بڑی عمر میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلا رہے تھے۔

کتاب وحکمت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ'' کتاب سے مراد لکھنا ہے۔ حکمت سے مراد سمجھنا ہے۔

بعض اسلاف نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ''وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ'' تورات اور انجیل۔

مٹی سے پرندے بنانا:

''وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ'' یعنی آپ مٹی سے پرندے کی طرح ایک صورت اور ایک مورتی بناتے تھے جس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو حکم ملتا تھا۔ ''فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ'' اس سے بے جان مورتی پھونکتے تو وہ میرے اذن سے پرندہ بن جاتی بار بار اذن کی قید وہم اور شک کو دور کرنے کیلئے ہے۔

وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى ترجمہ: ''یعنی آپ میرے اذن سے مردے کو زندہ کر کے قبر سے نکال کھڑا کرتے تھے۔''

اس ضمن میں جو واقعات بیان کیے جا چکے ہیں انہیں پر اکتفا کرتا ہوں۔

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ○

یہودیوں نے جب آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ

اٹھا لیا اور ان کی ایذا رسانیوں اور مکر و فریب سے انہیں اللہ تعالیٰ نے بچا کر اپنے حریم قدس میں جگہ عطا فرما دی۔

یہی مقصود ہے کہ آیت کا کہ میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روک لیا جب آپ معجزات لے کر تشریف لائے اور کافروں نے کہا: یہ تو کھلا جادو ہے۔

حواری اشاعت دین میں مددگار:

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَ بِرَسُوْلِیْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ اشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ○

ایک قول کے مطابق اس سے مراد الہام ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حواریوں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لائیں۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ ○ ترجمہ: ''اور تیرے رب نے شہد کی مکھیوں کی طرف وحی کی۔'' یہاں وحی کا معنی طبیعت اور فطرت میں کسی چیز کو ڈال دینا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ ○

﴿سورۃ القصص﴾

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو بالواسطہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وساطت سے) وحی فرمائی اور انہیں قبول حق کی توفیق بخش دی۔ اسی لیے حواریوں نے اس حکم کے جواب میں کہا: ''اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے جو فضل و کرم فرمایا، اس کی ایک صورت آپ کے حواری اور ساتھی تھے جو قدم قدم پر آپ کا ساتھ دے رہے تھے اور اشاعت دین کے کام میں آپ کے شانہ بشانہ کام کر رہے تھے۔

جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

هُوَ الَّذِيْ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○

﴿سورۃ الانفال﴾

ترجمہ: وہی ہے جس نے آپ کی تائید کی اپنی نصرت اور مومنوں (کی جماعت) سے اور اسی نے الفت پیدا کر دی، ان کے دلوں میں۔ اگر آپ خرچ کرتے جو کچھ زمین ہے سب کا سب تو نہ الفت پیدا کر سکتے ان کے دلوں میں لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت پیدا کر دی ان کے درمیان، بلاشبہ وہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

ہر ایک نبی کو مناسب حال معجزات سے نوازا گیا تھا:

وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ .... وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ○

﴿سورۃ آل عمران﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے سکھائے اسے کتاب و حکمت اور تورات و انجیل اور بھیجا اسے رسول بنا کر بنی اسرائیل کی طرف (وہ انہیں آ کر کہا کہ) میں آ گیا ہوں تمہارے پاس پرندے کی سی صورت پر پھونکتا ہوں اس (بے جان صورت) میں تو وہ فوراً ہو جاتی ہے پرندہ اللہ کے حکم سے اور میں تندرست کر دیتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور (لاعلاج) کوڑھی کو اور میں زندہ کرتا ہوں مردے کو اللہ کے حکم سے اور بتلاتا ہوں تمہیں جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ تم گھر رکھتے ہو، آپ نے گھروں میں بے شک ان معجزوں میں (میری صداقت کی بڑی نشانی ہے تمہارے لیے اگر تم ایمان دار ہو اور میں تصدیق کرنے والا ہوں اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتاب تورات کی اور تاکہ میں حلال کر دوں تمہارے لیے بعض وہ چیزیں جو (پہلے) حرام کی گئی تھیں تم پر اور لایا ہوں تمہارے پاس ایک نشانی تمہارے پروردگار کی طرف سے سو ڈرو، اللہ تعالیٰ سے اور میری اطاعت کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے مجھے اور مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے تمہیں، سو اس کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے، پھر جب

محسوس کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہ ہم مدد کرنے والے ہیں اللہ (کے دین) کی ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور (اے نبی!) آپ گواہ ہو جایئے کہ ہم (حکم الٰہی کے سامنے) سر جھکائے ہوئے ہیں اے پروردگار! ہم ایمان لائے اس پر جو تو نے نازل فرمایا اور ہم نے تابعداری کی رسول کی، تو لکھ لے ہمیں (حق پر) گواہی دینے والوں کے ساتھ اور یہودیوں نے بھی (مسیح کو قتل کرنے کی) خفیہ تدبیر کی اور (مسیح کو بچانے کیلئے) اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ سے بہتر (اور موثر) خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ:

ہر ایک نبی کو اپنے دور کے مناسب حال معجزے سے نوازا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دور سحر و طلسم کا دور ہے۔ اس میں بڑے بڑے ذہن جادوگر ہوگزرے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزت سے نوازا جنہیں دیکھ کر لوگوں کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں اور انہوں نے سر تسلیم خم کر دیئے۔ سحر و طلسم کے ماہرین اور کرشمہ سازی کے فنون سے واقف لوگوں نے جب ان معجزات باہرہ کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ خرق عادت امور ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کی تائید سے صادر ہو سکتے ہیں اور صرف ایسے شخص کے ہاتھ سے ظہور پذیر ہو سکتے ہیں جسے اللہ کی نصرت و تائید حاصل ہو۔ فوراً انہوں نے اس دین حنیف کو قبول کر لیا اور پس و پیش میں وقت ضائع کرنا گوارا نہ کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ:

اسی طرح حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام حکمت اور طب کے عروج کے دور میں مبعوث ہوئے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے معجزات سے نوازا جو اطباء و حکماء کی دسترس سے باہر تھے۔ بھلا ایسا کوئی طبیب کہاں سے لاتا جو بالکل مادرزاد اندھے کو بینا کرتا، کون تھا جو کوڑھی کو شفا دیتا اور مرض مزمن کے مریض کے جسم پر ہاتھ پھیر کر انہیں تندرست کر دیتا۔

حکما و اطباء لولے لنگڑے مریضوں کی شفا دہی سے عاجز تھے، کوئی نہیں تھا جو

مردے کو قبر میں زندہ کر کے اٹھا دیتا، جب یہ معجزات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے تو اطباء و حکماء پر سکتہ طاری ہو گیا اور عقل سلیم کہہ اٹھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت ان کی پشت پناہی کر رہی ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور اقدس:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور فصاحت و بلاغت کا دور شمار ہوتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم جیسا معجزہ عطا فرمایا۔ باطل نہ جس کے سامنے سے آ سکتا ہے اور نہ پیچھے ہے۔ یہ حکمت والے قابل حمد و ستائش ذات پاک کا نازل کردہ کلام ہے۔ اس کلام مجید کا ایک ایک لفظ معجزہ ہے۔ جن و انس ایسی کتاب، ایسی دس سورتیں یا صرف ایک سورت لانے سے عاجز ہیں، انہیں چیلنج کیا گیا ہے لیکن ان پر یہ حقیقت واضح کر دی گئی ہے کہ نہ تو یہ لوگ حال میں اس کی مثال لا سکیں گے اور نہ مستقبل میں، اگر وہ اس کی مثال لانے سے قاصر ہیں اور قاصر رہیں گے تو پھر انہیں تسلیم کر لینا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور کوئی اللہ تعالیٰ جیسا نہیں ہو سکتا، نہ ذات و صفات میں اور نہ ہی افعال میں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بادشاہ سے شکایت:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب دلائل اور براہین قائم کیے تو اکثر کفر و ضلالت اور عناد و طغیان کی روش پر چلتے رہے مگر چند لوگ جو نیک خو اور نیک طینت تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی اور مددگار بن گئے، ان لوگوں نے آپ کی اطاعت کی اور آپ کی مدد و نصرت میں کمر بستہ ہو گئے۔ بنی اسرائیل کے بدبخت لوگ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کے درپے آزار ہو گئے، انہوں نے بادشاہ سے شکایت کی (کہ وہ اپنے آپ کو بادشاہ کہتا ہے) ان کی یہ کوشش تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل ہو جائیں اور سولی پر لٹک جائیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا اور ان کے درمیان سے آپ اٹھا لیے گئے، انہیں بدبختوں میں سے ایک شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا گیا، لوگوں نے اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر سولی دیدی۔ یہودی خوش

تھے کہ ان کی محنت ٹھکانے لگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تختہ دار پر جھول گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے نازیبا اور ناحق گفتگو ہوتی رہی۔ لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا رہے حتی کہ آپ کے ماننے والوں نے بھی اس عقیدہ کی پیروی کیلئے کوئی نہیں تھا جو اس غلط فہمی کا شکار نہ ہوا تھا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس غلط فہمی کو دور فرمادیا۔

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ۔ ﴿سورۃ آل عمران﴾

ترجمہ: اور یہودیوں نے بھی (مسیح کو قتل کرنے کی) خفیہ تدبیر کی اور (مسیح کو بچانے کیلئے) اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب سے بہتر (اور موثر) خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ .... وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ ﴿سورۃ الصف﴾

ترجمہ: اور یاد کرو جب فرمایا: عیسیٰ فرزند مریم نے اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا (بھیجا ہوا) رسول ہوں میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہے اور مژدہ رہنے والا ہوں ایک رسول کا جو تشریف لائے گا میرے بعد اس کا نام (نامی) احمد ہوگا۔ پس جب وہ (احمد) آیا ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تو انہوں نے کہا: یہ تو کھلا جادو ہے اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹے بہتان باندھتا ہے حالانکہ اسے بلایا جارہا ہے اسلام کی طرف۔ اور اللہ تعالیٰ (ایسے ظالم) لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ یہ (نادان) چاہتے ہیں کہ بجھا دیں، اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے، لیکن اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا خواہ سخت ناپسند کریں اس کو کافر۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام انبیاء بنی اسرائیل کے خاتم ہیں۔ آپ نے انہیں راہ حق سے آگاہ کیا اور انہیں خوشخبری دی کہ میرے بعد خاتم الانبیاء تشریف لائیں گے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ امام الانبیاء کا اسم گرامی اور محامد ومحاسن کو بھی بیان فرمایا تاکہ یہ لوگ انہیں پہچانیں، ان کی اتباع کریں اور ان کی نبوت کی گواہی دیں۔ یہ بشارت اتمام حجت اور احسان عظیم کی حیثیت سے تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ .... اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

﴿سورۃ الاعراف﴾

ترجمہ: جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے جس (کے ذکر) کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا، اپنے پاس تورات میں اور انجیل میں۔ وہ نبی حکم دیتا ہے انہیں نیکی کا اور روکتا ہے انہیں برائی سے اور حلال کرتا ہے ان کیلئے پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں اور اتارتا ہے ان سے ان کا بوجھ اور (کاٹتا ہے) وہ زنجیریں جو جکڑے ہوئے تھیں انہیں۔ پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی امی) پر اور تعظیم کی آپ کی اور امداد کی آپ کی اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا گیا آپ کے ساتھ وہی (خوش نصیب) کامیاب و کامران ہیں۔

میں عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں (فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم):

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھ سے ثور بن یزید نے بیان کیا۔ انہوں نے خالد بن معدان سے روایت کیا۔ صحابہ کرام نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں اپنے بارے کچھ بتائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت (کا مصداق) ہوں، جب میں اپنی ماں کے بطن مبارک میں تھا تو میری والدہ ماجدہ نے اپنے اندر سے ایک نور نکلتے دیکھا جس نے ارض شام میں واقع بصرہ شہر کے محلات کو روشن کر دیا۔

﴿ابونعیم دلائل النبوۃ﴾

حضرت عرباض بن ساریہ اور حضرت ابوامامہ (رضی اللہ عنہم) سے روایت ہے۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی حدیث روایت کرتے ہیں۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں، ''دعوۃ ابی ابراھیم و بشری عیسیٰ'' میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔''

﴿امام احمد﴾

اس لیے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر فرمائی تو بارگاہ خداوندی میں دعا کی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ ○ ﴿سورۃ البقرہ﴾

جب بنی اسرائیل میں سلسلہ نبوت اختتام پذیر ہوا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں تشریف لائے تو آپ نے تقریر فرمائی اور کہا: اب سلسلہ نبوت میں بنی اسرائیل میں منقطع ہو چکا ہے۔ میرے بعد نبی امی تشریف لائیں گے جو عربی النسل ہوں گے اور ان پر سلسلہ نبوت علی الاطلاق ختم ہو جائے گا، ان کا اسم گرامی احمد ہوگا۔ والد ماجد کا نام حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) جو کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے اور وہ حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہوں گے اور ان کا شجرہ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جا ملے گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ○

ترجمہ: پس جب وہ آیا انکے پاس روشن نشانیاں لیکر تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔

''جاء'' کی ضمیر مستتر کا مرجع یا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (وہ آیا سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اسلام اور اہل اسلام کی تائید و نصرت پر ابھارا اور انہیں ترغیب دی کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں اور اسلام کی اشاعت اور اقامت دین کے فریضہ کی ادائیگی میں ان کی معاونت کریں۔ فرمایا:

حواریوں کو حکم کہ اشاعت دین میں معاونت کریں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللّٰهِ ○

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ (کے دین) کے مددگار بن جاؤ جس طرح کہا تھا عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں سے کون ہے میرا مددگار اللہ کی طرف بلانے میں؟

یعنی دعوت و تبلیغ میں کون میرا مددگار ہوگا۔

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۝

ترجمہ: حواریوں نے جواب دیا ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں۔

نصاریٰ کہلانے کی وجہ:

یہ واقعہ ناصرہ نامی بستی میں پیش آیا۔ اسی لیے آپ کے ماننے والے نصاریٰ کہلائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۝

ترجمہ: ایمان لے آیا ایک گروہ بنی اسرائیل سے اور کفر کیا دوسرے گروہ نے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کو دعوت حق دی تو کچھ تو ایمان لے آئے مگر زیادہ لوگوں نے کفر اختیار کیا۔ ایمان لانے والوں میں تمام انطا کیہ کے لوگ شامل تھے۔

اہل انطا کیہ ایمان لائے اور یہودیوں کا تکذیب کرنا:

جیسا کہ اکثر مفسرین نے بیان کیا ہے۔ اہل سیر و تواریخ کہتے ہیں کہ پہلے اہل انطا کیہ کے لوگ مسلمان ہوگئے۔ اکثر یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی قلیل تعداد کے باوجود مدد فرمائی اور یہودی خائب و خاسر رہے۔

اللہ عزوجل نے اہل ایمان کی مدد کی:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ ﴿سورۂ آل عمران﴾

ترجمہ: یاد کرو جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ! یقیناً میں پوری عمر تک پہنچاؤں گا تمہیں اور اٹھانے والا ہوں تمہیں، (ان لوگوں کی تہمتوں سے) جنہوں نے (تیرا) انکار کیا اور

بنانے والا ہوں ان کو جنہوں نے تیری پیروی کی غالب کفر کرنے والوں پر قیامت تک۔

جو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہوگا وہ نسبتاً کم قربت رکھنے والا پر غالب رہے گا، جب مسلمانوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے نظریہ یہ تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برحق فرستادہ ہیں۔ اللہ کے بندے اور رسول ہیں تو وہ ان نصاریٰ پر غالب رہے جنہوں نے غلو کیا افراط سے کام لیا اور انہیں اس مقام سے کہیں آگے لا کھڑا کیا جس مقام پر اللہ تعالیٰ نے انہیں فائز کیا تھا اور جب نصاریٰ یہودیوں کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب تھے تو نصاریٰ یہودیوں پر غالب اور قاہر تھے۔ فترت کے دور میں عیسائی دنیا، یہودیوں کے مقابلے میں زیادہ غالب اور قاہر تھی۔

❁❁❁

آسمانی دستر خوان کا واقعہ

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں آسمانی دستر خوان کا تذکرہ یوں کرتا ہے:

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ .... اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ○

﴿سورۃ المائدہ﴾

ترجمہ: جب کہا تھا حواریوں نے اے عیسیٰ بن مریم کیا یہ کر سکتا ہے تیرا رب کہ اتارے ہم پر ایک دستر خوان آسمان سے (ان کی اس تجویز پر) عیسیٰ نے کہا ڈرو اللہ سے اگر تم مومن ہو حواریوں نے کہا ہم تو (بس) یہ چاہتے ہیں کہ ہم کھائیں اس سے اور مطمئن ہو جائیں ہمارے دل اور ہم جان لیں کہ آپ نے ہم سے سچ کہا تھا اور ہم ہو جائیں اس پر گواہی دینے والوں سے عرض کی عیسیٰ بن مریم نے اے اللہ ہم سب کے پالنے والے اتار ہم پر دستر خوان آسمان سے بن جائے ہم سب کے لیے خوشی کا دن (یعنی) ہمارے اگلوں کے لیے بھی اور پچھلوں کے لیے بھی اور (ہو جائے) ایک نشانی تیری طرف سے اور رزق دے ہمیں اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بلاشبہ میں اتارنے والا ہوں اسے تم پر پھر جس نے کفر اختیار کیا اس کے بعد تم سے تو بے شک میں عذاب دوں گا اسے ایسا عذاب کہ نہیں دوں گا کسی کو بھی اہل جہان سے۔

حضرت ابن عباس، حضرت سلمان فارسی، حضرت عمار بن یاسر اور دیگر کثیر اسلاف (رضی اللہ عنہم) سے روایت کردہ کئی آثار علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیے ہیں جن میں نزول مائدہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو تیس دن روزے رکھنے کا حکم دیا۔

جب تیس روزے مکمل ہوئے تو انہوں نے مطالبہ کیا کہ ان پر آسمان سے دسترخوان اترنا چاہیے۔ کیونکہ وہ آسمانی خوان کھا کر وہ اطمینان حاصل کرنا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے روزے قبول فرمالیے ہیں۔ اور ان کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی تمنا تھی کہ خوشی کے اس موقعہ پر وہ بہترین کھانا تناول کریں تا کہ ان کی شادمانی میں اضافہ ہو اور یہ بابرکت کھانا اول و آخر اور فقیر و غنی سب کے لیے کافی ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وعظ فرمایا اور انہیں اس بات سے ڈرایا کہ وہ اس نعمت کا شکر ادا نہیں کرسکیں گے اور اس پر عائد کی گئی شرائط کی پاسداری ان کے لیے مشکل ہو جائے گی۔ مگر حواری بضد تھے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے خوان آسمانی کا سوال کیا جائے۔

جب ان لوگوں کا اصرار بڑھ گیا تو آپ واپس شہر میں تشریف لائے۔ پوستین پہنی جو سر سے پاؤں تک لمبی تھی۔ سر جھکا کر آہ و زاری کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست سوال دراز فرمائے۔ اور نزول مائدہ کی دعا کی۔

دسترخوان کے نزول کا منظر:

اللہ تعالیٰ نے آسمان سے دسترخوان نازل فرمایا۔ لوگ اسے دو بادلوں پر اترتا دیکھ رہے تھے۔ دسترخوان آہستہ آہستہ قریب آتا گیا۔ جب وہ بہت قریب آ گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے التجا کی مولیٰ کریم! اسے رحمت بنانا زحمت کا باعث نہ بنانا۔ اور اس میں برکت و سلامتی پیدا فرمانا۔ دسترخوان اور قریب ہوا حتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے ٹھہر گیا۔ اس پر ایک رومال پڑا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے "بسم اللہ خیر الرازقین" پڑھ کر اس سے رومال اٹھایا۔

کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں سات مچھلیاں اور سات روٹیاں رکھی ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے ساتھ سرکہ بھی تھا۔ ایک قول کے مطابق انار اور دوسرے پھل بھی تھے دسترخوان سے کمال کی خوشبو پھوٹ رہی تھی۔

کھانے والوں کی تعداد:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کھاؤ! حواری کہنے لگے جب تک آپ تناول نہیں فرمائیں گے ہم ہرگز نہیں کھائیں گے۔ آپ نے فرمایا: تم نے تو اس سوال کی ابتداء کی تھی۔ انہوں نے پہلے کھانے سے انکار کر دیا۔ آپ علیہ السلام نے فقیروں محتاجوں، مریضوں اور لاعلاج کوڑھیوں کو جن کی تعداد ایک ہزار تین سو کے قریب تھی فرمایا: تم شروع کرو۔ انہوں نے دسترخوان سے خوان نعمت تناول کیا تو سب تکلیفیں اور لاعلاج بیماریاں دور ہو گئیں جو سال ہا سال سے انہیں پریشان کر رہی تھیں۔ جب لوگوں نے ان برکتوں کو ملاحظہ فرمایا تو بہت نادم ہوئے اور کہنے لگے کاش ہم پہل کرتے تو نہ جانیں کتنی برکتوں سے مالا مال ہو جاتے۔ پھر کہا گیا، کہ یہ کھانا ہر روز ایک مرتبہ اترا کرتا تھا۔ اور لوگ اس میں سے کھایا کرتے تھے۔ آخری آدمی بھی اسی طرح (سیر ہو کر) کھاتا جس طرح پہلا کھاتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک قول کے مطابق تقریباً سات ہزار آدمی اس دسترخوان سے سیر ہو کر کھاتے تھے۔

منافقوں کا اعتراض کرنا:

پھر ایک دن کے وقفے سے نازل ہو رہا جس طرح کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن گھاٹ پر پانی پینے آتی تھی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ یہ کھانا صرف فقیر اور حاجت مندوں کے لیے ہے غنی اسے نہیں کھا سکتے۔ یہ سن کر منافق چہ میگوئیاں کرنے لگے اس طرح دسترخوان کو بالکل اٹھا لیا گیا اور جو لوگ قیل و قال کرتے تھے انہیں مسخ کر کے خنزیر بنا دیا گیا۔

حکم عدولی پر سزا انسان بندر اور خنزیر بن گئے:

ابن ابی حاتم اور علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمانی دسترخوان میں روٹی، روٹی والا گوشت اور گوشت نازل ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حکم فرمایا کہ اس میں نہ تو خیانت

کریں اور نہ ہی ذخیرہ کر کے کل کے لیے بچا کر رکھیں۔ مگر ان لوگوں نے خیانت کی۔ کھانا اکٹھا کیا اور کل کے لیے بچا کر رکھ لیا۔ جس سے وہ مسخ ہو کر بندر اور خنزیر بن گئے۔ علماء نزول مائدہ کے بارے اختلاف رکھتے ہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک مائدہ نازل ہوا جیسا کہ سیاق کلام اور ان آثار سے ثابت ہے۔ خصوصاً قرآن مجید کے ان الفاظ سے: ''اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ'' جیسا کہ علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

علامہ ابن جریر، مجاہد اور حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ایک صحیح سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بقول مجاہد اور حسن رضی اللہ عنہم کا ارشاد ہے کہ مائدہ کا نزول نہیں ہوا۔ ان کی دلیل یہ آیت ہے: ''فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّا اُعَذِّبُهٗ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ'' اسی لیے کہا گیا ہے کہ نصاریٰ مائدہ کا واقعہ جانتے تھے اگرچہ وہ ان کی کتب میں مذکور نہیں ہے۔ حالانکہ اس کی نقل پر دواعی کی کثرت ہے۔ واللہ اعلم

تفسیر ابن کثیر میں اس پر تفصیلاً گفتگو موجود ہے۔ ''وللہ الحمد و لمنة''

ایمان و یقین کی بدولت پانی پر چلنا:

امام ابوبکر بن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حجاج بن محمد نے، ہم سے ابو ہلال محمد بن سلیمان نے بیان کیا۔ انہوں نے بکہ بن عبداللہ مزنی سے روایت کیا۔ فرماتے ہیں کہ حواریوں کو کچھ معلوم نہ تھا کہ نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں۔ کسی نے بتایا کہ آپ علیہ السلام سمندر کی طرف جا رہے تھے۔ وہ تلاش میں نکل کھڑے ہوئے جب وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمندر کے پانی پر چل رہے ہیں۔ موجیں کبھی آپ کو اوپر لے آتی ہیں اور کبھی نیچے لے جاتی ہیں۔ آپ نے ایک چادر اوڑھ رکھی ہے جو آدھی جسم سے لپٹی ہوئی ہے اور آدھی جسم سے الگ ہے۔ وہ یہ منظر دیکھتے رہے حتیٰ کہ آپ ان کے پاس تشریف لائے ان میں سے ایک نے عرض کیا: ابو ہلال کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں عرض کرنے والا کوئی فاضل شخص تھا: اے اللہ کے نبی کیا

میں آپ کے پاس نہ آجاؤں آپ علیہ السلام نے اثبات میں جواب دیا۔

راوی کہتے ہیں کہ اس حواری نے اپنا ایک پاؤں پانی پر رکھا دوسرا رکھنا ہی چاہتا تھا کہ چیخ اٹھا۔ ہائے افسوس...... اے اللہ کے نبی میں تو ڈوبا جا رہا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے کمزور ایمان شخص! اپنا ہاتھ مجھے پکڑا دو۔ اگر تو ابن آدم پر جو کے دانے کے برابر بھی یقین رکھتا تو پانی پر چلتا رہتا۔

دریا کی موجوں کے رب کا تمہیں خوف نہیں:

علامہ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن علی بن الحسن بن سفیان نے بیان کیا: فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا گیا! اے عیسیٰ آپ کس طاقت کی بناء پر پانی پر چلتے ہیں؟ فرمایا: ایمان اور یقین کی بدولت۔ لوگوں نے عرض کی: حضور ہم بھی آپ کی طرح یقین رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر یہ دعوٰی ہے تو پانی پر تم بھی چل سکتے ہو۔ راوی فرماتے ہیں کہ حواری بھی آپ کے ساتھ پانی پر چلنے کو آگے بڑھے تو ڈوبنے لگے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کیا ہوا؟ کہنے لگے ہم موجوں سے ڈر گئے آپ نے فرمایا: کیا تمہارے دل میں ان موجوں کے رب کا خوف نہیں؟

راوی فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے انہیں باہر نکال دیا۔ پھر زمین پر ہاتھ مار کر کچھ اٹھا لیا۔ پھر بند مٹھی کو کھولا۔ ایک میں سونا تھا اور دوسرے ہاتھ میں کیچڑ یا کنکریاں۔ فرمایا: ان میں دو میں سے تمہیں کونسی چیز پسند ہے۔ حواری کہنے لگے سونا۔ آپ نے فرمایا: میرے نزدیک یہ دونوں چیزیں برابر ہیں۔ ﴿تاریخ ابن کثیر﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رہن سہن اور خوراک ولباس:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بعض اسلاف کے حوالے سے ہم یہ بات بیان کر آئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اون کا لباس پہنتے درختوں کے پتے کھاتے اور جہاں رات ہو جاتی وہیں سو جاتے۔ نہ کوئی گھر تھا اور نہ گھر والے۔ نہ کچھ مال و متاع تھا اور نہ کل کے لیے ذخیرہ کی گئی کوئی چیز۔ ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ حضرت مریم سوت

کاتیں جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوراک ولباس کا اہتمام ہوتا۔ صلوات اللہ و سلامہ علیہ ○

قیامت کا ذکر سن کر رونا:

ابن عساکر، شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے قیامت کا تذکرہ ہوتا تو آپ زاروقطار روتے اور فرماتے کہ ابن مریم کے یہ شایان شان نہیں کہ قیامت کا تذکرہ ہو اور وہ چپ رہے۔

عبدالملک بن سعید بن ابجر سے روایت ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی نصیحت کی بات سنتے تو اس طرح روتے جس طرح مرنے والے پر عورتیں روتی ہیں۔

خشیت الٰہی:

امام عبدالرزاق فرماتے ہیں: ہم کو معمر نے بتایا۔ ہم سے جعفر بن بلقان نے بیان کیا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کرتے تھے۔ اے اللہ میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں جس چیز کو ناپسند کرتا ہوں اس کو اپنے آپ سے دور نہیں کرسکتا اور جس چیز کی تمنا کرتا ہوں اس کے نفع کا مالک نہیں بن سکتا۔ معاملہ میرے ہاتھ میں نہیں میں تو اپنے عمل کا رہین ہوں۔ مجھ سے بڑھ کر کوئی محتاج نہیں۔ اے اللہ! مجھ پر میرے دشمنوں کو خوش نہ کرنا اور میرے دوستوں کو میرے بارے میں غمگین نہ بنانا۔ میری مصیبت کو میرے دین کی مصیبت نہ بنا اور مجھ پر کسی ایسے شخص کو مسلط نہ فرما جس کے دل میں رحم نہ ہو۔

حقیقتِ ایمان تک رسائی کا حصول کیسے؟

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ، یونس بن عبید سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: کوئی شخص اس وقت تک حقیقت ایمان تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا جب تک وہ دنیاوی خوراک سے بے نیاز نہیں ہو جاتا۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: میں نے

مخلوق میں غور کیا تو میں نے مخلوق کی ان چیزوں کو زیادہ پسندیدہ پایا جو تخلیق نہیں ہوئیں۔

یوم قیامت زاہدین کے سردار:

اسحاق بن بشر فرماتے ہیں کہ انہوں نے ہشام بن حسان سے، انہوں نے حسن سے روایت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روز قیامت زاہدوں کے سردار ہوں گے۔ فرماتے ہیں کہ گناہوں سے فرار پانے والے قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے۔

شیطان کو پتھر مارنا:

اسحاق بن بشر کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پتھر کا تکیہ رکھے سوئے ہوئے تھے کہ شیطان آ پہنچا اور کہنے لگا تو، تو سمجھتا ہے تجھے دنیا سے کچھ سروکار نہیں۔ یہ پتھر بھی تو متاع دنیا ہے پھر یہ سر کے نیچے کیوں رکھا ہے؟ راوی فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے پتھر شیطان کو کھینچ مارا اور فرمایا: دنیا کے ساتھ یہ بھی تجھے مبارک ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوبصورت زندگی:

معتمر بن سلیمان فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ پر اونی جبہ اور ایک چادر تھی۔ تہبند بہت چھوٹا تھا جس سے صرف شرمگاہ (گھٹنوں اور ناف کے درمیان کا حصہ) چھپی تھی۔ آپ پاؤں سے ننگے، بکھرے بالوں کے ساتھ روتے ہوئے تشریف لائے۔ بھوک کی وجہ سے رنگ، زرد ہو چکا تھا اور پیاس کے مارے ہونٹ خشک تھے۔ آپ نے فرمایا: السلام علیکم! اے اسرائیل کی اولاد! میں وہ شخص ہوں جس نے اللہ کے حکم سے دنیا کو اس کے اصل مقام پر رکھا ہے۔ اس پر نہ مجھے کوئی فخر ہے اور نہ ہی غرور۔ جانتے ہو میرا گھر کہاں ہے۔ حواری عرض کرنے لگے۔ اے روح اللہ! بتایئے آپ کا گھر کہاں ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میرا گھر عبادت خانے ہیں۔ میری مشک پانی ہے۔ میرا سالن بھوک ہے۔ میرا چراغ رات کے وقت چمکتا چاند ہے۔ سردیوں میں میری نماز سورج کی روشنی کی جگہ پر ہوتی ہے۔ میری خوشبو زمین کی سبزیاں

ہیں۔ میرا لباس صوف کا ہے۔ میرا اشعار اللہ تعالیٰ کا خوف ہے، اور میرے ہم نشین غرباء و مساکین ہیں۔ نہ میری ملکیت میں صبح کو کوئی چیز ہوتی ہے اور نہ شام کو۔ میں پھر بھی خوش ہوں۔ مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں۔ بھلا مجھ سے زیادہ غنی اور نفع حاصل کرنے والا کوئی ہے کیا؟

﴿ابن عساکر، البدایہ﴾

ہزار حوروں سے نکاح:

محمد بن الولید بن ربان بن حبان نے ابی الحسن عقیلی المصری کے حالات میں روایت کیا ہے کہ ہم سے ہانی بن المتوکل الاسکندرانی نے بیان کیا۔ انہوں نے حیوۃ بن شریح سے روایت کیا۔ مجھ سے الولید بن ابی الولید نے بیان کیا۔ انہوں نے شفی بن ماتع سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے عیسیٰ: ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہیے تاکہ لوگ تجھے پہچان کر تکلیف نہ دیں۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں ہزار حوروں سے تیرا نکاح کروں گا اور چار سو سال تک تیرے لیے ولیمہ کروں گا۔

(اس حدیث کا مرفوع ہونا غریب ہے۔ ہوسکتا ہے یہ شفی بن ماتع عن کعب الاحبار یا کسی اور کی روایت سے موقوف ہو اور اسرائیلی روایت ہو۔) واللہ اعلم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکمت آموز باتیں

دنیا کو ترک کر دو:

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سفیان بن عیینہ سے اور خلف بن حوشب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا۔ جس طرح بادشاہوں نے تمہارے لیے دانائی کو ترک کر دیا ہے اسی طرح تم بھی دنیا ان کے لیے ترک کر دو۔

میں اپنی ذات میں چھوٹا ہوں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: مجھ سے پوچھو میں نرم دل ہوں اور اپنی ذات میں بہت چھوٹا ہوں۔

دنیا کی شیرینی آخرت کی تلخی ہے:

اسماعیل بن عیاش، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: جَو کی روٹی کھاؤ صاف پانی پیو اور دنیا سے محفوظ اور امن کی حالت میں نکلو۔ خدا کی قسم میں تجھ سے حق بات کہتا ہوں دنیا کی شیرینی آخرت کی تلخی ہے۔ اور دنیا کی تلخی آخرت کی حلاوت ہے۔ اللہ کے بندے ناز و نعم کی زندگی نہیں گزارتے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں بدترین عالم وہ ہے جو علم پر دنیا کو ترجیح دیتا ہے۔ تمام لوگ اسی کی مانند ہیں۔ (تو عالم اور جاہل میں فرق کیا ہوا)

سادہ کھاؤ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ ابو مصعب، مالک سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہا کرتے

تھے۔اے بنی اسرائیل! تم پر لازم ہے کہ سادہ پانی پیو، تازہ سبزیاں کھاؤ اور جو کی روٹی سے پیٹ بھرو گندم کی روٹی سے بچو کیونکہ تم اس نعمت کا شکر ادا نہیں کر سکو گے۔

دنیا کی محبت ہر گناہ کی بنیاد ہے:

ابن وہب یحیٰی بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہا کرتے تھے۔ دنیا سے گزر جاؤ۔ اس کی تعمیر میں نہ لگ جاؤ۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ دنیا کی محبت ہر گناہ کی بنیاد ہے اور بدنگاہی دل میں شہوت کا بیج بو دیتی ہے۔ وہیب بن الورد اسی طرح بیان کرتے ہیں۔ ان کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: بارہا شہوت انسان کو طویل حزن وملال کا وارث بنا دیتی ہے۔

مسافر بن کر زندگی گزار:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے آدم کے کمزور بیٹے! جہاں کہیں ہو اللہ تعالیٰ سے ڈر اور دنیا میں مسافر بن کر زندگی گزار۔ مساجد کو اپنا گھر بنا۔ آنکھ کو رونا سکھا۔ جسم کو صبر کی تعلیم دے۔ دل کو غور وفکر سے آشنا کر اور کل کی روزی کا اہتمام مت کر کیونکہ یہ گناہ کا کام ہے۔

دنیا میں ہمیشہ کوئی نہیں رہ سکتا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک اور ارشاد نقل کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: جس طرح کوئی شخص دریا کی موج پر گھر نہیں بنا سکتا اسی طرح وہ دنیا میں ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔ اسی سلسلے میں سابق البربری کہتے ہیں۔

لکم بیوت بمستن السیوف وھل　　　یبنی علی الماء بیت اسه مدرا

ترجمہ: تمہارے گھر وہاں ہیں جہاں تلواریں حرکت میں رہتی ہیں۔ بھلا کیا پانی کی موجوں پر بھی کوئی گھر تعمیر ہو سکتا ہے۔

مومن کے دل میں دنیا اور آخرت کی محبت جمع نہیں ہو سکتی:

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: مومن

کے دل میں دنیا کی محبت اور آخرت کی محبت یکجا نہیں ہوسکتیں جس طرح پانی اور آگ ایک برتن میں اکٹھے نہیں ہوسکتے۔

دنیا کا طالب:

ابراہیم حربی، داؤد بن رشید سے اور وہ عبداللہ صوفی سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: دنیا کے طالب کی مثال سمندر کا پانی پینے والے کی ہے وہ جس قدر زیادہ پانی پیتا جاتا ہے اسی قدر پیاس بڑھتی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ یہ پیاس اسے موت کی نیند سلا دیتی ہے۔

شیطان دنیا کے ساتھ ہے:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ شیطان دنیا کے ساتھ ہے اور اس کا مکروفریب مال و دولت کے ساتھ ہے اس کی تزیین اور آرائش خواہش کے ساتھ ہے۔ اور اس کا غلبہ شہوات کے وقت ہوتا ہے۔

حواریوں کی خدمت:

اعمش، خیثمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے لیے کھانا رکھ دیتے اور خود ان کے پاس (خدمت کے لیے) کھڑے ہو جاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ تم بھی اسی طرح دعوت کیا کرو۔

بہتری کتاب اللہ کی تلاوت میں ہے:

ایک عورت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اسی طرح کہا۔ وہ گود کیا ہی سعادت مند ہے جس نے آپ کو اٹھایا اور کتنی ہی بابرکت ہے وہ چھاتی جس سے آپ نے دودھ پیا۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: بہتری تو اس شخص کے لیے ہے جس نے اللہ کی کتاب کی تلاوت کی اور اس کی اتباع کی۔

سعادت مند شخص:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: سعادت ہے اس شخص کے لیے جو اپنی خطاؤں کو یاد کر کے رویا، اپنی زبان کی حفاظت کی اور اس کا گھر اس کے لیے وسیع رہا۔

بہترین آنکھ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کیا ہی بہتر ہے وہ آنکھ جو سوئی تو اس کا نفس معصیت سے ملوث نہیں تھا۔ اور جب بیدار ہوئی تو بھی گناہ سے آلودہ نہیں تھا۔

غیبت سے بچو:

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کی معیت میں ایک مردار سے گزرے۔ حواری کہنے لگے کہ اس کی بدبو کس قدر بُری ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کے دانت کس قدر سفید ہیں۔ آپ نے یہ اس لیے فرمایا تاکہ یہ لوگ غیبت سے بچیں۔

دین کی سلامتی:

علامہ ابو بکر بن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ، حسین بن عبدالرحمٰن اور زکریا بن عدی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے حواریوں کے گروہ! دین کی سلامتی کے ساتھ دنیا کی کمینگی پر راضی رہو جس طرح اہل دنیا دنیا کی سلامتی کے ساتھ دین کے ضائع ہونے پر راضی ہو جاتے ہیں۔

زکریا فرماتے ہیں کہ اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے:

اری رجالا بادنی الدین قد قنعوا ولا اراهم رضوا فی العیش بالدون

فاستغن بالدین عن دنیا الملوک کما استغنی الملوک بدنیا هم عن الدین

ترجمہ: میں دیکھتا ہوں کہ لوگ تھوڑے سے دین پر قناعت کر لیتے ہیں مگر زندگی کی آسائشوں میں کمی پر رضا مند نہیں ہوتے۔ جس طرح بادشاہ دنیا لے کر دین سے غافل ہو گئے ہیں اسی طرح تو بادشاہوں کی دنیا سے دین حاصل کر کے مستغنی بن جا۔

کثرت سے گفتگو کرنا دل سخت کر دیتا ہے:

ابو مصعب ، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ذکر خداوندی کے بغیر زیادہ گفتگو مت کرو، ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔ اور سخت دل اللہ سے دور ہوتے ہیں۔ لیکن تم اس حقیقت سے ناواقف ہو۔ بندوں کے گناہوں کو مت دیکھو جس طرح کہ تم رب ہو۔ تم انہیں بندے کی حیثیت سے دیکھو۔ کچھ لوگوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور کچھ اپنی کارستانیوں کا خمیازہ بھگتتے ہیں۔ مصیبت زدوں پر رحم کرو اور اللہ تعالیٰ کی عافیت پر حمد و ستائش کرو۔

حصول جنت کا طریقہ:

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی کو ابراہیم التیمی کے حوالے سے فرماتے سنا کہ وہ کہا کرتے تھے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے ارشاد فرمایا: میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو جنت کی تمنا رکھتا ہے اسے جو کی روٹی کھانا پڑے گی اور کتوں کے ساتھ اکثر کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر سونا پڑے گا۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو کی روٹی کھانا اور کتوں کے ساتھ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر سو جانا جنت کی طلب میں بہت تھوڑا عمل ہے۔

سب کا اللہ رزاق ہے:

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سفیان، منصور سے اور سالم بن ابی الجعد سے روایت کرتے ہیں کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ کرو۔ اپنے بطنوں کے لیے نہیں۔ دیکھو یہ پرندے صبح و شام آتے جاتے ہیں نہ کچھ اگاتے ہیں اور نہ ہی کاٹتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں پھر بھی روزی عطا کرتا ہے۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہمارے پیٹ پرندوں سے بڑے ہیں تو ان جنگلی گائے اور گدھوں کو دیکھو جو صبح و شام آتے جاتے ہیں۔ نہ تو یہ فصل اگاتے ہیں اور نہ ہی کاٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر بھی ان کو رزق عطا کرتا ہے۔

اللہ نیک دلوں کے ساتھ مسجدوں کو آباد کرتا ہے:

صفوان بن عمرو شریح بن عبداللہ سے، وہ یزید بن میسرہ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! دیکھیے یہ مسجد کتنی خوبصورت ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں ہاں بہت خوبصورت ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مسجد کو قائم نہیں رکھے گا بلکہ مسجد میں آنے جانے والے لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے اسے پیوند خاک کر دے گا اللہ تعالیٰ سونے، چاندی اور ان پتھروں کو پسند نہیں کرتا جو تمہیں حیران کر رہے ہیں بلکہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ تر تو نیک دل ہیں اور انہیں نیک دلوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ مسجدوں کو آباد رکھتا ہے اور جب دلوں میں فتور آ جائے تو زمین کو ویرانوں اور خرابات میں تبدیل کر دیتا ہے۔

ویران شہر سے گفتگو اور خطاب:

حافظ ابو القاسم بن عساکر اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک ویران شہر سے ہوا بنیادوں کو دیکھ کر آپ بہت متعجب ہوئے پھر بارگاہ خداوندی میں عرض کی: اے میرے رب! اس شہر کو حکم دے کہ وہ میرے سوالوں کا جواب دے۔ اللہ تعالیٰ نے شہر کو قوت گویائی عطا فرما دی۔ اور حکم دیا کہ اے ویران شہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جواب دے۔ راوی کہتے ہیں کہ شہر نے گفتگو کرنا شروع کی: اے میرے پیارے عیسیٰ تو مجھ سے کیا پوچھنا چاہتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے شہر! تیرے درختوں، نہروں اور محلات کو کیا ہوا۔ اور بتا تیرے باسی کہاں گئے؟ شہر نے جواب دیا۔ اے میرے حبیب! تیرے رب کا سچا وعدہ آ پہنچا۔ میرے درخت خشک ہو گئے، میری نہروں کا پانی زمین میں جذب ہو گیا، میرے محلات زمین بوس ہو گئے اور میرے باسی لقمہ اجل بن گئے۔ آپ نے پوچھا ان کی مال و دولت کہاں گئی؟ شہر نے جواب دیا: انہوں نے جو حلال و حرام کو جمع کیا وہ سب میرے پیٹ میں مدفون ہے۔ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے باآواز بلند کہا: مجھے تین آدمیوں پر حیرانی ہے ایک وہ جو دنیا کی تلاش میں ہے حالانکہ موت اس کو تلاش کر رہی ہے۔ دوسرے وہ جو محلات تعمیر کر رہا ہے حالانکہ اس کی منزل قبر ہے۔ تیسرے وہ جو قہقہہ لگا کر ہنستا ہے حالانکہ آگ کا اسے سامنا ہے۔ اے ابن آدم! نہ تو تو زیادہ سے سیر ہوتا ہے اور نہ تھوڑے پر قناعت کرتا ہے۔ تو اس شخص کے لیے مال جمع کرتا ہے جو تیری تعریف نہیں کرتا اور اپنے رب کے پاس جا رہا ہے جو تیرا کوئی عذر نہیں سنے گا۔ تو اپنے پیٹ اور شہوت کا غلام ہے۔ تیرا پیٹ صرف اسی وقت بھرے گا جب تو قبر میں چلا جائے گا اور تو اے آدم کے بیٹے! اپنا سارا مال دوسرے کے میزان میں دیکھے گا۔

آسمان میں خزانے بناؤ:

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ سے، وہ ابراہیم تیمی سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے حواریو! آسمان میں اپنے خزانے بناؤ۔ انسان کا دل وہیں ہوتا ہے جہاں اس کا خزانہ ہوتا ہے۔

علم پر عمل کرنا:

ثور بن زید، عبدالعزیز بن ظبیان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے فرمایا: جس نے علم حاصل کیا۔ اس کی تعلیم کو عام کیا اور خود بھی اس پر عمل کیا تو اسے آسمان کی بادشاہیوں میں عظیم کے نام سے بلایا جائے گا۔

بے فائدہ علم:

ابو کریب سے کہ روایت ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اس علم کا کوئی فائدہ نہیں جو تمہارے ساتھ وادی کو عبور نہ کرے اور تجھے لوگوں کے لیے نشان عبرت بنا دے۔

حواریوں سے خطاب:

ابن عساکر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے غریب اسناد کے ساتھ مرفوعاً

روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے میرے حواریوں! ایسے آدمیوں کو حاکم مت بناؤ جو حکومت کے لائق نہ ہوں۔ اگر ایسا کیا تو وہ زیادتی کرے گا۔ اور حقدار کو اس سے محروم نہ کرو کیونکہ ایسا کر کے تم لوگوں پر ظلم کرو گے۔ تمام امور کو تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک امر وہ ہے جس کا صحیح ہونا بالکل واضح ہے۔ پس ایسے امر کی اتباع کرو۔ ایک امر وہ ہے جس کا غلط ہونا واضح ہے اس سے اجتناب کرو۔ ایک امر وہ ہے جس کے بارے اختلاف ہے اس کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دو۔

حکمت و دانائی کی بات موتیوں سے بہتر ہے:

امام عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ ہمیں معمر نے بتایا، انہوں نے ایک آدمی سے، انہوں نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے: موتی خنزیر کے سامنے مت پھینکو۔ وہ موتیوں کو کسی فائدے میں نہیں لائے گا۔ اور حکمت کی بات کسی ایسے شخص کو مت دو جو اس کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ حکمت و دانائی کی بات موتیوں سے زیادہ بہتر ہے اور جو اس کا آرزومند نہیں ہے خنزیر سے بھی زیادہ برا ہے۔

جہالت کی دو خصلتیں:

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے ارشاد فرمایا: تم زمین کا نمک ہو۔ جب تم خراب ہو گئے تو تمہاری کوئی دوا نہیں ہوگی۔ تم میں جہالت کی دو خصلتیں ہیں۔ بغیر تعجب کے ہنسنا اور بغیر شب بیداری کے دن کو آرام کرنا۔

بھٹکا ہوا عالم فتنہ باز ہے اور بدترین عالم:

عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا: لوگوں میں سب سے زیادہ فتنہ باز کون ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: بھٹکا ہوا عالم۔ کیونکہ عالم جب بھٹک جاتا ہے تو اس کی لغزش سے پورا عالم گمراہ ہو جاتا ہے۔

انہیں سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے علمائے سوء! تم جنت کے دروازوں پر بیٹھے ہو مگر اس میں داخل نہیں ہوتے اور نہ مسکینوں کو داخل ہونے دیتے ہو۔ بدترین انسان اللہ کے نزدیک وہ عالم ہے جو اپنے علم کے ذریعے دنیا طلب کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند کون ہے:

مکحول سے روایت ہے کہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی ملاقات ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے مصافحہ کیا اس وقت آپ علیہ السلام ہنس رہے تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے پوچھا میری خالہ کے بیٹے! میں آپ کو ہنستا دیکھ رہا ہوں یوں لگتا ہے کہ آپ بے خوف وخطر ہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کیا وجہ ہے میں آپ کو بجھا بجھا سا دیکھ رہا ہوں لگتا ہے آپ مایوس ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی طرف وحی فرمائی: مجھے تم میں سے وہ زیادہ پسند ہے جو تم دونوں میں سے اپنے ساتھی کو زیادہ خوش کرنیوالا ہے۔

قبر کی تنگی:

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے حواری ایک قبر پر کھڑے ہوئے تھے اور ایک نوری کو قبر کے اندر اتارا جا رہا تھا۔ حواری قبر اور اس کی تنگی کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم اس سے بھی تنگ جگہ میں تھے جبکہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اسے وسیع فرمانا چاہا تو اسے وسیع کر دیا۔

ابو عمر ضریر فرماتے ہیں کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ جب کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے موت کا ذکر کیا جاتا تو آپ کے جسم سے خون جاری ہو جاتا۔ اس قسم کے اور بہت سارے آثار ہیں۔

حافظ ابن عساکر نے ایسے بہت سارے اقوال زریں بیان فرمائے ہیں مگر ہم نے ان میں سے صرف چند ایک پر اکتفا کیا ہے۔ (واللہ الموفق للصوب)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بحفاظت آسمان کی طرف اٹھایا جانا

یہود ونصاریٰ کے دعویٰ کا رد کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تختہ دار پر چڑھایا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سورۂ آل عمران میں فرماتا ہے:

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ .... فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۝

ترجمہ: اور یہودیوں نے بھی (مسیح کو قتل کرنے کی) خفیہ تدبیر کی اور (مسیح کو بچانے کے لیے) اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب سے بہتر صادر موثر) خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔ یاد کرو جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ! یقیناً میں پوری عمر تک پہنچاؤں گا تمہیں اور اٹھانے والا ہوں تمہیں اپنی طرف اور پاک کرنے والا ہوں تمہیں ان لوگوں (کی تہمتوں سے) جنہوں نے (تیرا) انکار کیا اور بنانے والا ہوں ان کو جنہوں نے تیری پیروی کی غالب کفر کرنے والوں پر قیامت تک۔ پھر میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے تم نے پس (اس وقت) میں فیصلہ کروں گا تمہارے درمیان (ان امور کا) جن میں تم اختلاف کرتے رہتے تھے۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ .... يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا۝

﴿سورۃ النساء﴾

ترجمہ: (ان پر پھٹکار کی) وجہ یہ تھی کہ انہوں نے توڑ دیا اپنے وعدے کو اور انہوں نے انکار کیا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا اور انہوں نے قتل کیا انبیاء کو ناحق اور انہوں نے یہ (گستاخانہ) بات کہی کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہیں (یوں نہیں) بلکہ مہر لگا دی اللہ نے ان کے دلوں پر بوجہ ان کے کفر کے سو وہ ایمان نہیں لائے گے مگر تھوڑی سی تعداد۔ اور ان کے کفر کے باعث اور مریم پر بہتان عظیم باندھنے کے باعث اور ان

کے اس قول سے کہ ہم نے قتل کر دیا ہے مسیح عیسیٰ فرزند مریم کو جو اللہ کا رسول ہے حالانکہ نہ انہوں نے قتل کیا اور نہ اسے سولی چڑھا سکے بلکہ مشتبہ ہو گئی ان کے لیے (حقیقت) اور یقیناً جنہوں نے اختلاف کیا ان کے بارے میں وہ بھی شک و شبہ میں ہیں ان کے متعلق نہیں ان کے پاس اس امر کا کوئی صحیح علم۔ بجز اس کے کہ وہ پیروی کرتے ہیں گمان کی اور نہیں قتل کیا انہوں نے اسے یقیناً بلکہ اٹھا لیا ہے اسے اللہ نے اپنی طرف اور ہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا۔ اور کوئی ایسا نہیں ہو گا اہل کتاب سے مگر وہ ضرور ایمان لائے گا مسیح پر ان کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن وہ ہوں گے ان پر گواہ۔

ان آیات طیبات میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دے رہا ہے کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نیند کے ذریعے ایک عارضی موت طاری کی اور پھر اسے یقینی طور پر اٹھا لیا اور وہ حقیقت ہے جس میں کوئی شک نہیں اللہ تعالیٰ نے یوں اپنے نبی کو یہودیوں کی آزار رسانیوں سے بچا لیا جنہوں نے رومی بادشاہ کی عدالت میں یہ دعویٰ دائر کیا تھا اور چغلی لگائی تھی۔ یہ بادشاہ کافر تھا۔

گھر کا محاصرہ اور آسمان کی طرف جانا:

حضرت حسن بصری اور محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں اس بادشاہ کا نام داؤد بن نورا تھا۔ بادشاہ نے حکم صادر کر دیا کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کر دیا جائے اور سولی پر لٹکتا چھوڑ دیا جائے۔ یہ فیصلہ سن کر یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا محاصرہ کر لیا جو بیت المقدس میں ایک گھر میں تشریف فرما تھے۔ یہ جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب تھی۔ جب یہودیوں کے اندر داخل ہونے کی گھڑی آئی تو اللہ تعالیٰ نے وہاں پر موجود لوگوں میں سے ایک شخص کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی بنا دی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام روزن سے نکل کر آسمان پر تشریف لے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کی طرف تشریف لے جانے کو اس گھر کے باسی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ سپاہی گھر میں داخل ہوئے اور اس نوجوان کو پکڑ لیا جس کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی بنا دی گئی تھی۔

وہ سمجھ رہے تھے کہ یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پس انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بدلے اسی کو تختہ دار پر لٹکا کر قتل کر دیا۔ اور اسے مزید ذلیل کرنے کے لیے کانٹوں کا ایک تاج اس کے سر پر رکھ دیا۔ یہودیوں کی باتوں میں آ کر ان نصرانیوں نے بھی اسے بات کو تسلیم کر لیا جنہوں نے رفع آسمانی کا معجزہ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا۔ اسی وجہ سے وہ کھلی گمراہی میں پڑ گئے اور اکثر ان میں سے راہ راست کو چھوڑ بیٹھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ'' کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے تو اس وقت تمام اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

آخر زمانہ میں تشریف لائیں گے صلیب توڑیں گے اور دجال کو قتل کریں گے:

آپ آخری زمانہ میں قیامت کے برپا ہونے سے تھوڑا عرصہ پہلے دوبارہ تشریف لائیں گے۔ دجال کو قتل کریں گے۔ خنزیر کو ماریں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے۔ ان کے دور میں جزیہ کا حکم ساقط ہو جائے گا اور کافروں سے صرف اسلام پر صلح ہو گی۔

رفع آسمانی کے مشاہدہ کے بعد تین فرقے:

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے پاس باہر تشریف لے گئے۔ جس گھر میں آپ تشریف لے گئے اس میں بارہ آدمی تھے جن میں کچھ حواری تھے۔ یعنی آپ ایک چشمے سے نہا کر باہر تشریف لائے اور ان لوگوں کے پاس گھر میں داخل ہوئے۔ آپ علیہ السلام کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم بارہ میں سے کچھ ایسے ہیں جو مجھ پر ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرو گے۔ پھر آپ علیہ السلام ان سے مخاطب ہوئے اور پوچھا۔ تم میں سے کسی شخص کو میرے ہم شکل بنا دیا جائے تاکہ وہ میری جگہ صلیب پائے اور قتل ہو۔ ایسا شخص جنت میں میرا ساتھی ہو گا۔ ایک نوجوان اٹھا اور عرض کی: میں یہ مصیبت اٹھانا چاہتا

ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ علیہ السلام نے بات دہرائی پھر وہی نوجوان اٹھا اور کہا میں اس خدمت کے لیے تیار ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ٹھیک ہے تم وہی شخص ہو۔ اس شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی گھر کے روزن سے نکل کر آسمان پر تشریف لے گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہودی آپ کو تلاش کرتے ہوئے یہاں آ پہنچے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہم شکل اس نوجوان کو پکڑ لیا اور اسے قتل کر کے صلیب پر لٹکا دیا۔ بارہ میں سے کچھ لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کا راستہ اختیار کیا اور اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے تین فرقوں میں بٹ گئے۔

ایک فرقہ کہنے لگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تھے۔ خدا ہمارے درمیان اس وقت تک رہا جب تک چاہا اور جب چاہا واپس چلا گیا یہ فرقہ یعقوبی تھا۔

ایک گروہ نے کہا نہیں وہ خدا کے بیٹے تھے۔ جب تک چاہا دنیا میں رہا اور جب خدا نے چاہا اپنے بیٹے کو واپس بلا لیا یہ فرقہ نسطوری تھا۔

تیسرے گروہ نے کہا کہ نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہے اور نہ خدا کا بیٹا بلکہ وہ اللہ کا بندہ اور رسول ہے یہ ذی شان رسول ایک عرصہ تک ہم میں قیام پذیر رہا اور جب اللہ تعالیٰ نے چاہا اسے آسمان پر زندہ اٹھا لیا۔ یہ آخری گروہ مسلمانوں کا تھا۔ کافر فرقے مسلمانوں پر غالب آ گئے اور انہیں قتل کر دیا۔ اسلام لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہا یہاں تک کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اس کی تائید کرتا ہے۔

فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ ○ ﴿سورۃ الصف﴾

ترجمہ: پھر ہم نے مدد کی جو ایمان لائے دشمنوں کے مقابلہ میں بالآخر وہی غالب رہے۔

اس حدیث کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت صحیح ہے اور یہ مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔ اسے نسائی نے ابو کریب سے روایت کیا ہے۔ کئی اسلاف نے

بھی اس واقعہ کو اسی طرح ذکر کیا ہے۔

حواریوں کے نام:

محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ ان کی موت کو مؤخر کیا جائے یعنی اس وقت تک کہ سلسلہ رسالت حد کمال تک پہنچے اور دعوت کی تکمیل ہو جائے اور کافی لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو جائیں۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کے پاس بارہ حواری تھے جن کے نام یہ ہیں۔ پطرس، یعقوب بن زبدی، یعقوب کا بھائی یوحنا، اندریاس، فلپس، ابرتلمائی، متی، توماس، یعقوب بن حلفائی، تدواس، شمعون قانوی اور یہودہ اسخر یوطی اور یہودہ ہی وہ شخص ہے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑوایا اور یہودیوں کو یہاں تک لے آیا۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ ان بارہ میں سے ایک شخص ایسا بھی تھا جس کا نام سرجس تھا اور اسی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا گیا تھا۔ نصاریٰ نے کوشش کی کہ یہودیوں کی نظروں سے یہ بچا رہے لیکن وہ نہ بچ سکا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ اسے کاٹھ پر لٹکا دیا گیا۔ بعض عیسائیوں کا گمان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ جس کو پھانسی دی گئی اس کا نام یہودہ اسخر یوطی ہے۔ اور یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا گیا تھا۔ واللہ اعلم

ضحاک، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون کو مقرر فرمایا تھا لیکن یہودیوں کے ہاتھوں قتل یہودہ ہو گیا کیونکہ یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہم شکل بن گیا تھا۔

گستاخ کا بُرا انجام:

احمد بن مروان فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن الجہم نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے فراء کو "وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ" کی تفسیر میں یہ فرماتے سنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرصہ تک اپنی خالہ کو ملنے نہ گئے۔ ایک دن جب وہ ان

کو ملنے کے لیے ان کے گھر گئے تو راس الجالوت یہودی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گھر میں بند کر دیا۔ لوگ کافی مقدار میں وہاں اکٹھے ہو گئے حتی کہ اس جم غفیر نے دروازہ توڑ دیا۔ راس جالوت یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لیے اندر داخل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اندھا کر دیا۔ وہ باہر نکلا اور کہنے لگا میں نے اندر دیکھ لیا۔ یہاں عیسیٰ نہیں ہے۔ اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔ لوگ کہنے لگے تو ہی عیسیٰ ہے کیونکہ اللہ نے اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا۔ لوگوں نے اسے پکڑ کر قتل کر دیا اور پھانسی پر لٹکا دیا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ''

حواری ہم شکل بن گئے:

علامہ ابن جریر فرماتے ہیں کہ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے سترہ حواریوں کے ساتھ ایک گھر میں تشریف لائے۔ یہودیوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ جب یہ محاصرین اس گھر میں داخل ہوئے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حواری موجود تھے تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا ہے۔ محاصرین کہنے لگے تم نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔ یا تم بتا دو کہ تم میں سے عیسیٰ کون ہے یا پھر ہم تمام کو قتل کر دیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا: کون ہے جو آج جنت کے بدلے اپنے آپ کو فروخت کرتا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں فروخت کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ شخص محاصرین کے پاس باہر چلا گیا اور کہا میں عیسیٰ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا۔ بلوائیوں نے اسے پکڑ کر قتل کر دیا اور سولی پر لٹکا کر یہ سمجھنے لگے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کاٹھ پر لٹکا دیا ہے نصاریٰ بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا۔

حواریوں کو چلے جانے کی خبر دینا:

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ حضرت وہب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ آپ دنیا سے جانے والے ہیں تو وہ موت کے خوف سے بہت روئے اور یہ بات ان پر بہت شاق گزری۔ آپ علیہ السلام نے حواریوں کو بلایا اور ان کے لیے کھانے کا اہتمام فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ آج رات میرے پاس آنا مجھے تم سے ایک کام ہے۔ جب رات کے وقت یہ لوگ آ گئے تو آپ علیہ السلام نے انہیں رات کا کھانا پیش کیا اور خود ان کی خدمت کی۔ جب یہ لوگ کھانا کھا چکے تو آپ علیہ السلام ان کے ہاتھ دھلانے لگے اور اپنے ہاتھ سے انہیں وضو کرانے لگے۔ پھر خود ان کے ہاتھوں کو اپنے کپڑے سے پونچھا۔ یہ دیکھ کر انہیں بہت تعجب ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خدمت لینے کو ناپسند کیا۔ فرمایا کہ آج رات جو کچھ میں کر رہا ہوں اگر کسی نے اس میں سے کچھ بھی مجھ پر لوٹایا تو نہ وہ مجھ سے ہے اور نہ میں میرا اس سے کچھ تعلق ہے انہوں نے سر اطاعت جھکا لیا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی خدمت سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: آج رات میں نے جو کچھ کیا تمہارے سامنے کھانا رکھا اور تمہارے ہاتھ دھلوائے تو یہ اس لیے کہ تمہارے لیے یہ نمونہ بن جائے۔ تم دیکھ رہے ہو میں تم سب سے بہتر ہوں۔ اس لیے ایک دوسرے سے بڑا ہونے کی کوشش نہ کرنا اور ایک دوسرے کے لیے ایثار کا مظاہرہ کرنا جس طرح میں نے تمہارے لیے ایثار کا اظہار کیا ہے۔ تمہاری مدد کرنے سے مطلوب یہ ہے کہ تم میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور خوب فریاد کرو کہ اللہ تعالیٰ میری موت کو مؤخر کر دے۔ جب یہ لوگ دعا میں مشغول ہوئے اور ارادہ کیا کہ دعاء میں خوب محنت کریں تو انہیں نیند نے آ لیا اور وہ دعا نہ کر سکے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں بیدار کرنے لگے اور فرمانے لگے۔ سبحان اللہ! کیا تم صرف ایک رات صبر کر کے میری مدد نہیں کر سکتے؟ حواری کہنے لگے۔ بخدا ہم نہیں جانتے کہ یہ ہمارے ساتھ کیوں ہو رہا ہے۔ بخدا ہم رات کو دیر تک جاگتے رہتے تھے

لیکن آج رات تو ہم سے نہیں جاگا جا رہا۔ ہم جب بھی دعا کرتے ہیں تو ہمارے اور ہماری دعا کے درمیان نیند حائل ہو جاتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: چرواہے کو لے جایا جائے گا اور بھیڑیں منتشر ہو جائیں گی۔ اور آپ اسی طرح کی اور باتیں کرتے رہے اور اپنے چلے جانے کی خبر دیتے رہے۔ پھر فرمایا: یہ بات سچ ہے کہ تم میں سے ایک شخص مرغ کی آذان سے قبل تین بار میرا انکار کرے گا اور تم میں سے ایک شخص تھوڑی سی رقم کے عوض مجھے بیچ دے گا کہ میری قیمت لے کر کھا لے گا۔ حواری وہاں سے باہر نکلے اور بکھر گئے۔

یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تلاش کر رہے تھے۔ انہوں نے حواریوں میں سے ایک شمعون نامی شخص کو پکڑ لیا اور کہا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے ہے شمعون مکر گیا اور کہا کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھی نہیں ہوں تو یہودیوں نے شمعون کو جانے دیا۔ پھر اسے چند اور یہودیوں نے پکڑ لیا لیکن یہاں بھی اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھی ہونے سے انکار کر دیا۔ اسی دوران مرغ نے آذان دی اور شمعون زار و قطار رویا اور بہت غمگین ہوا۔

جب صبح ہوئی تو حواریوں میں سے ایک شخص یہودیوں کے پاس آیا اور کہا اگر میں تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک لے جاؤں تو تم مجھے کیا دو گے انہوں نے کہا تیس درہم۔ اس نے رقم لے لی اور انہیں بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں۔ مگر اس سے پہلے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گرفتار ہوتے وہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہم شکل بن گیا۔ یہودیوں نے اسے پکڑ لیا اور یقین کر لیا کہ یہی عیسیٰ ہے۔ پھر اس کے ہاتھ بتاؤں باندھے اور لے کر چلے گئے۔ وہ ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے۔ تو جو مردوں کو زندہ کر دیتا تھا۔ شیطانوں کو نکال دیتا تھا۔ پاگلوں کو شفا دیتا تھا۔ اب اپنے آپ کو اس رسی سے کیوں نہیں چھڑا سکتا؟ وہ اس کے منہ پر تھوکتے تھے اور اس پر کانٹے پھینکتے تھے۔ حتیٰ کہ اسے لے کر کاٹھ تک لے آئے جہاں اسے مصلوب کرنا تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو زندہ اٹھا لیا اور ان کا ہم شکل شخص سولی چڑھ گیا اور اس کی لاش سات دن تک لٹکتی رہی۔

اے ماں میرے اللہ نے مجھے اپنی طرف بلا لیا ہے:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ اور وہ عورت جس کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دوائی تجویز کی تھی اور وہ پاگل پن سے صحت یاب ہوئی تھی دونوں روتی ہوئی آئیں اور جہاں مصلوب کی لاش لٹک رہی تھی وہاں پہنچ گئیں۔ اسی دوران ان کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: تم کیوں روتی ہو؟ انہوں نے کہا ہم تیری وجہ سے رو رہی ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی طرف اٹھا لیا ہے اور مجھے سوائے بھلائی کے اور کوئی چیز نہیں پہنچی۔ اسی چیز سے وہ لوگ شبہ میں پڑ گئے پس تم ان حواریوں سے کہو کہ مجھے فلاں جگہ لے جائیں۔ حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مطلوبہ جگہ پر لے گئے۔ ان کی تعداد گیارہ رہ گئی تھی۔ اور جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سودا کیا تھا اور یہودیوں کی رہنمائی کی تھی وہ موجود نہیں تھا۔ آپ نے حواریوں سے پوچھا کہ بارھواں حواری کہاں تو انہوں نے بتایا کہ وہ اپنے کیے پر نادم ہوا اور گردن میں پھندا ڈال کر خودکشی کر لی۔ آپ نے فرمایا: اگر وہ توبہ کر لیتا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا۔ پھر آپ نے اس بچے کے بارے میں پوچھا جو ان کے ساتھ ساتھ رہتا تھا اور جسے یحییٰ کہتے تھے۔ آپ نے فرمایا: میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اب چلے جاؤ۔ تم میں سے ہر ایک شخص ایک قوم کی زبان بولنے لگے گا پس تم انہیں تقویت دو۔ یہ واقعہ بہت عجیب و غریب ہے۔ (واللہ اعلم)

نصاریٰ کا دھوکہ:

نصاریٰ کے نزدیک یہی صحیح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مریم کے پاس آئے وہ بیٹھی رو رہی تھیں آپ نے اسے اپنے جسم کے زخم دکھائے اور بتایا کہ میرا جسم تو سولی پا گیا ہے لیکن روح اٹھا لی گئی ہے۔

یہ محض دھوکہ، جھوٹ، تحریف اور تغیر و تبدل ہے۔ یہ وہ زیادتی ہے جو ان لوگوں نے اپنی طرف سے انجیل میں الحاق کر دی ہے۔ یہ حقیقت کے بالکل خلاف ہے اور اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔

بذریعہ حضرت جبرئیل مریم کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات:

حافظ ابن عساکر، یحییٰ بن حبیب کے دو طریقوں سے جو حدیث انہیں پہنچی ہے یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مریم نے بادشاہ کے گھر سے جا کر پوچھا کہ کیا وہ مصلوب کے جسم کو اتار لے۔ کیونکہ سولی کو سات دن گزر چکے تھے اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا سمجھ رہی تھیں کہ مصلوب ان کا بیٹا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں بادشاہ نے اجازت دے دی اور انہیں وہاں ایک قبر میں دفن کر دیا گیا۔ حضرت مریم نے یحییٰ کی والدہ ماجدہ سے کہا کہ کیا آپ میرے ساتھ آئیں گی کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی زیارت کر آئیں۔ دونوں چل دیں جب وہ قبر کے قریب پہنچیں تو مریم نے ام یحییٰ سے کہا کیا تو پردہ نہیں کرے گی؟ ام یحییٰ نے کہا پردہ کس سے کروں؟ مریم نے فرمایا: اس شخص سے جو قبر کے نزدیک ہے۔ ام یحییٰ نے جواب دیا مجھے تو کوئی آدمی دکھائی نہیں دے رہا۔ مریم سمجھ گئیں کہ یہ حضرت جبریل امین ہیں۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا حضرت جبریل علیہ السلام سے ملے ایک عرصہ گزر چکا تھا۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ ام یحییٰ تم یہاں ٹھہرو۔ اور خود قبر کی طرف تشریف لے گئیں۔ جب قبر کے نزدیک پہنچیں تو حضرت جبریل علیہ السلام ان سے مخاطب ہوئے۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا پہچان گئیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: اے مریم! کہاں جا رہی ہو؟ آپ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرنے اور سلام کرنے جا رہی ہوں تا کہ ان سے نیا عہد باندھ سکوں۔ حضرت جبریل نے کہا اے مریم! یہ مصلوب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے اٹھا لیا ہے اور کافروں کے مکر و فریب سے انہیں پاک فرما دیا۔ ہے۔ یہ جوان تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل تھا اور اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ صلیب پر لٹک گیا اور

اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے گھر والے اسے نہ پا کر تلاش کر رہے ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ تو پھانسی چڑھ گیا ہے۔ اسی لیے وہ رو رہے ہیں۔ فلاں دن تشریف لانا۔ فلاں جنگل میں آپ کی ملاقات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہو جائے گی۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت جبریل علیہ السلام سے گفتگو کر کے واپس ام یحییٰ کے پاس آ گئیں اور انہیں بتایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف فرما تھے اور انہوں نے مجھ سے یہ باتیں کی ہیں۔ جب مقررہ دن آیا تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا تشریف لے گئیں جنگل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نظر پڑی تو اپنی والدہ ماجدہ کی طرف دوڑے چلے آئے اور فرط محبت سے ان سے لپٹ گئے۔ ان کے سر مبارک کو بوسا دیا اور ان کے لیے دعا کرنے لگے جیسا کہ وہ پہلے دعا کیا کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ سے مخاطب ہوئے اے امی جان! یہودیوں نے مجھے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اٹھا لیا ہے اور باذن خداوندی اب میں صرف آپ کی ملاقات کے لیے آیا ہوں۔ عنقریب آپ اس دنیا سے رحلت فرما جائیں گی۔ صبر سے کام لیجئے اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرتے رہیے۔ یہ کہہ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلند ہوئے۔ آپ کی یہی پہلی اور آخری ملاقات تھی۔ پھر رحلت تک حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ ﴿قصص الانبیاء، ابن کثیر﴾

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی وفات:

راوی کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پانچ سال زندہ رہیں اور پھر آپ کی رحلت ہوئی۔ جس وقت آپ کا انتقال ہوا تو عمر مبارک ترپن سال تھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس دن اٹھائے گئے اس دن آپ کی عمر چونتیس سال تھی۔ حدیث پاک ہے کہ ''جنتی جب جنت میں

داخل ہوں گے تو ان کی موچھ داڑھی نہیں ہو گی آنکھیں سرگیں ہوں گی اور ان کی عمر تینتیس سال کی ہو گی۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ''(اہل جنت) حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت حسن اور حضرت یوسف علیہ السلام کے یوم پیدائش کو (جنت میں داخل ہوں گے)''

حماد بن سلمہ علی بن یزید سے اور وہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب اٹھایا گیا تو آپ کی عمر مبارک تینتیس سال تھی۔

رہی وہ حدیث جسے حاکم نے مستدرک میں اور یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں سعید بن ابی مریم سے انہوں نے نافع بن یزید سے، انہوں نے عمارہ بن غزیہ سے، انہوں نے محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے، انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت حسین سے روایت کیا ہے۔ ان کی حدیث یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں۔ مجھے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ کوئی ایسا نبی نہیں جس نے اپنے بعد والے نبی سے پہلے آدھی اور بعد میں بھی آدھی عمر گزاری ہو۔ سوائے حضرت عیسیٰ ابن مریم کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے ایک سو بیس سال زندگی پائی۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ ساٹھ سال کے بعد اٹھا لیے گئے ہیں۔ یہ لفظ فسوی کا ہے اور یہ حدیث غریب ہے۔

حافظ ابن عساکر فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس عمر کو نہیں پہنچے۔ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ انہوں نے اپنی امت میں اتنا عرصہ قیام فرمایا: جس طرح کہ سفیان بن عیینہ، عمرو بن دینار سے اور وہ یحییٰ بن جعدہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ ابن مریم بنی اسرائیل میں چالیس سال رہے۔ یہ حدیث منقطع ہے۔

جریر اور ثوری، اعمش سے، وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ

علیہ السلام اپنی قوم میں چالیس سال تک رہے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بائیسویں رمضان المبارک کی رات کو اٹھائے گئے۔

بادل پر سوار ہو کر تشریف لے گئے:

ضحاک، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب اٹھایا گیا تو ایک بادل نمودار ہوا وہ آپ کے بالکل قریب آ گیا حتی کہ آپ اس بادل پر بیٹھ گئے۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا وہاں تشریف لے آئیں آپ نے انہیں رخصت کیا اور جدائی میں بہت روئیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلند ہوئے اور وہ دیکھتی رہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا عمامہ مبارک شمعون پر گرا دیا۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا ہاتھ ہلا کر اشارے سے انہیں الوداع کہتی رہیں حتی کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے حضرت مریم رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے سے بے حد محبت کرتی تھیں کیونکہ شفقت پدری بھی آپ کے دل میں انڈیل دی گئی تھی کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا والد نہیں تھا۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا سفر و حضر میں اپنے بیٹے کے ساتھ رہتی تھی۔ گویا وہ اس شعر کی مصداق تھیں۔

وکنت اری کالموت من بین ساعة

فکیف ببین کان موعده الحشر

ترجمہ: مجھے ایک پل کی جدائی بھی موت دکھائی دیتی ہے۔ پھر وہ جدائی (کس قدر روح فرسا ہے) کہ وصال کا وعدہ حشر کا دن ٹھہرے۔

رومی حکمران کا دین عیسوی قبول کرنا اور صلیب کی تعظیم کی وجہ:

اسحاق بن بشر، مجاہد بن جبیر سے روایت کرتے ہوئے ذکر کرتے ہیں کہ جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہم شکل شخص کو سولی دے دی جسے وہ عیسیٰ سمجھ رہے تھے اور کئی نصرانی بھی جہالت کی وجہ سے اسے عیسیٰ خیال کر رہے تھے تو اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں پر ظلم و ستم شروع ہوا۔ انہیں مارا پیٹا گیا۔ انہیں حبس بے جا میں رکھا

گیا۔ یہ بات دمشق کے رومی حکمران کے پاس پہنچی کہ یہودی ایک ایسے شخص کے ساتھیوں پر ظلم کر رہے ہیں جو اللہ کا رسول تھا۔ مردوں کو زندہ کرتا تھا۔ اندھوں کو بینا، کوڑھیوں کو تندرست کرتا تھا اور اس کے ہاتھ پر طرح طرح کے معجزے صادر ہوتے تھے رومی حکمران نے انہیں بلا بھیجا۔ جو لوگ بادشاہ کے پاس گئے ان میں حضرت یحیٰی بن زکریا رضی اللہ عنہ، اور شمعون کے علاوہ اور کئی لوگ تھے بادشاہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے دریافت کیا انہوں نے بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاحب معجزات نبی تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے معلومات حاصل کر کے بادشاہ نے ان کے دین کو قبول کر لیا جس کی وجہ سے یہودیوں کے مظالم کا سلسلہ بند ہو گیا اور نصرانی عزت و تکریم سے رہنے لگے۔ بادشاہ نے آدمی بھیج کر اس صلیب کو منگوالیا جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دی گئی تھی۔ باشادہ نے صلیب کی اس لکڑی کی بڑی تعظیم کی۔ اسی وجہ سے نصارٰی اس کی تعظیم کرتے ہیں اور یہاں سے یہ دین روم میں داخل ہوا۔ لیکن کئی وجوہات کی بناء پر یہ قصہ محل نظر ہے۔

(۱) پہلی وجہ تو یہ ہے کہ حضرت یحیٰی بن زکریا علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں جو اس بات کا قطعاً اقرار نہیں کر سکتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہوئے۔ ایک نبی معصوم ہوتا ہے وہ جانتا ہے کہ حق کس طرح ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پانچ سو سال بعد روم نصرانیت میں داخل ہوئے۔ یہ دور قسطنطیں بن قسطنن کا ہے جس نے اپنے نام پر ایک شہر بسایا تھا جسے اسی مناسبت سے قسطنطنیہ کہتے ہیں۔ عنقریب اس کا تذکرہ آئے گا۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے جب اس شخص کو پھانسی دی گئی اور اسے کاٹھ کی اس لکڑی کے ساتھ وہیں پھینک دیا گیا تو لوگ ایک عرصے تک اس جگہ کوڑا کرکٹ نجاست، جانوروں کی مردہ لاشیں اور دوسری گندگی پھینکتے رہے۔ یہ سلسلہ قسطنطین مذکور کے دور تک جاری رہا۔ پھر بادشاہ کی ماں ہیلانہ حرانیہ فندقانیہ کے حکم سے اس لاش کو وہاں سے نکالا گیا اور گمان یہ

کیا گیا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لاش ہے۔ ان لوگوں نے اس لکڑی کو بھی پالیا جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دی گئی۔ کہتے ہیں کہ جو بھی مصیبت زدہ اس لکڑی کو چھوتا تھا تندرست ہو جاتا تھا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ حقیقت کیا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ لوگ اس لکڑی سے شفا پاتے ہوں کیونکہ جس شخص نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ پھانسی پائی تھی وہ ایک نیک آدمی تھا۔ اور ممکن ہے یہ نصرانیوں کے لیے امتحان اور آزمائش ہو۔ بہر حال یہ لکڑی اس دن سے ان کے نزدیک معزز ٹھہری اور انہوں نے اسے سونے اور موتیوں سے جڑ دیا۔ اسی وجہ سے اب صلیب بنائی جاتی ہے اور اس کی شکل کو بابرکت سمجھا جاتا ہے۔ بادشاہ کی ماں ہیلانہ نے حکم دیا کہ جس جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دی گئی اس جگہ کو کوڑا کرکٹ سے صاف کیا جائے کیونکہ وہ مقدس جگہ ہے۔ سو اس کے حکم سے یہ صاف ہوئی۔ اور اس کی جگہ ایک بڑا کلیسا تعمیر کرایا گیا اسے قبر کا نام بھی دیتے ہیں کیونکہ عیسائیوں کے نزدیک اسی جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسد خاکی دوبارہ زندہ ہو کر آسمانوں پر گیا تھا۔ پھر ہیلانہ نے حکم دیا کہ کوڑا کرکٹ اور دوسری گندی چیزیں اس چٹان پر پھینکی جائیں جو یہودیوں کا قبلہ تھا۔

گندگی پھینکنے کا سلسلہ جاری رہا حتی کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کو فتح کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود اپنی چادر سے اس کوڑے کرکٹ کو اٹھایا۔ اس جگہ کو صاف کیا اور اس سے پیچھے نہیں بلکہ آگے جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تھی ایک مسجد تعمیر فرمائی۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں شب معراج حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کی امامت کروائی۔ اسی کو مسجد اقصیٰ کہا جاتا ہے۔ ﴿البدایہ والنہایہ﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شمائل وفضائل کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۝

ترجمہ نہیں مسیح بن مریم مگر ایک رسول گزر چکے اس سے پہلے بھی کئی رسول اور ان کی ماں بڑی راستباز تھیں۔ ﴿سورۃ المائدہ﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ زمین میں خوب چلتے پھرتے تھے۔ ایک تو زمین میں چل پھر کر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نظاروں کو دیکھنا مقصود تھا اور دوسرے آپ یہودیوں سے کی نظروں سے اوجھل رہتے تھے۔ اس وجہ سے بھی آپ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا پڑتا تھا۔ یہ لوگ آپ کو اللہ کا نبی ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ اور آپ پر اور آپ کی والدہ ماجدہ پر بہتان باندھتے تھے۔ دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ آپ کے قدموں کو مسح کیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ ۝ ﴿سورۃ الحدید﴾

ترجمہ: پھر ہم نے ان کے پیچھے انہیں کی راہ پر اور رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور انہیں انجیل عطا فرمائی۔

وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَ أَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۝ ﴿سورۃ البقرہ﴾

ترجمہ: اور دیں ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو روشن نشانیاں اور ہم نے تقویت دی انہیں جبریل سے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شمائل وفضائل میں اور بھی بہت ساری آیات کریمہ ہیں۔

بخاری، مسلم کی ایک حدیث جسے ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں۔ ''کہ کوئی بچہ ایسا نہیں جسے شیطان پیدائش کے وقت پہلو میں کچوکے نہ دیتا ہو جس سے وہ خوب چلا اٹھاتا ہے، سوائے حضرت مریم کے اور ان کے بیٹے کے۔ وہ کچوکے دینے کیلئے گیا تو خود اس کو پردے سے کچوکا دیا گیا۔''

اسی طرح عمیر بن ہانی کی ایک حدیث گزر چکی ہے جسے انہوں نے جنادہ سے، انہوں نے عبادہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دی کہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور گواہی دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے، رسول اور کلمہ ہیں جسے انہوں نے مریم کی طرف القاء کیا اور اس کی روح ہیں اور گواہی دی کہ جنت حق ہے۔ جہنم حق ہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا، چاہے اس کے عمل کیسے ہوں۔'' (اس حدیث کو بخاری، مسلم نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں)۔

دو اجر:

شعبی ابو بردہ بن ابو موسیٰ سے، وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی لونڈی کو ادب سکھاتا ہے اور خوب اس کی تربیت کرتا ہے، اسے تعلیم دیتا ہے اور خوب تعلیم دیتا ہے پھر اسے آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کر لیتا ہے تو اسے دو اجر عطا کیے جاتے ہیں، اور جو شخص حضرت عیسیٰ بن امریم علیہ السلام پر ایمان لاتا ہے پھر مجھ پر ایمان لے آتا ہے تو اس کیلئے بھی دو اجر ہیں۔ ایک بندہ جب اپنے رب سے ڈرتا ہے اور اپنے آقا کی اطاعت کرتا ہے تو اس کیلئے بھی دو اجر ہیں۔ ﴿بخاری، مسلم﴾

شب معراج انبیاء سے ملاقات اور سراپا انبیاء:

حضرت زہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''معراج کی رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملا۔'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سراپا بیان کرتے ہوئے فرمایا: میں کیا دیکھتا ہوں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ دبلے پتلے سیدھے بالوں والے تھے، یوں لگتا تھا گویا قبیلہ شنوءہ کے شخص ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سراپا کو بیان فرمایا اور کہا: وہ درمیانے قد کے سرخ رنگ والے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے گویا ابھی ابھی حمام سے نکلے ہیں اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور میں ان کی تمام اولاد میں ان سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔

پھر فرمایا: ہم سے محمد بن کثیر سے بیان کیا۔ ہمیں اسرائیل نے بتایا، انہوں نے عثمان بن المغیرہ سے، انہوں نے مجاہد سے، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ سرخ تھا، بال گھنگریالے تھے اور سینہ چوڑا تھا، جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ کے جسیم شخص تھے اور آپکے بال سیدھے تھے، انہیں دیکھ کر یوں لگتا تھا کہ ''الزط'' قبیلہ کے مرد ہیں۔'' ﴿بخاری﴾

مسیح ہدایت اور مسیح ضلالت کا تعارف:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن لوگوں کے سامنے مسیح دجال لعین کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے، جبکہ مسیح دجال لعین دائیں آنکھ سے کانا ہے اس کی داہنی آنکھ ایسی ہوگی جیسے پھولا ہوا انگور، میں نے آج رات خواب میں ایک شخص کو کعبۃ اللہ کے پاس دیکھا جس کا رنگ گندمی تھا، بال کندھوں تک اور صاف سیدھے تھے، گویا ان سے پانی ٹپک رہا تھا۔ وہ دو

آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر طواف کر رہا تھا۔ میں نے دریافت کیا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا: یہ حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام ہیں۔ پھر میں نے ان کے پیچھے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال گھنگریالے تھے اور داہنی آنکھ سے کانا تھا، جنہیں میں نے دیکھا ہے وہ ان میں سے ابن قطن سے زیادہ مشابہت رکھتا تھا، وہ اپنے دونوں ہاتھ ایک شخص کے کندھوں پر رکھ کعبے کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے دریافت کیا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ ''دجال'' ہے۔ زہری فرماتے ہیں کہ ابن قطن خزاعہ قبیلے کا ایک شخص تھا جو جاہلیت میں ہلاک ہوگیا۔ ﴿بخاری، مسلم﴾

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مسیحوں کا تعارف کروایا ہے۔ ایک مسیح ہدایت اور دوسرا مسیح ضلالت، تاکہ جب یہ آئیں تو لوگ پہچان لیں، مومن مسیح ہدایت پر ایمان لائیں اور دوسرے سے اپنے آپ کو بچالیں۔

میں اللہ پر یقین رکھتا ہوں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک آدمی کو چوری کرتے دیکھا تو پوچھا کیا تو نے چوری کی ہے اس شخص نے کہا: اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے چوری نہیں کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ پر یقین رکھتا ہوں اور اپنی آنکھ کو جھوٹا مان لیتا ہوں۔'' (اسی طرح اسے امام مسلم نے محمد بن رافع سے انہوں نے عبدالرزاق سے روایت کیا ہے)۔ ﴿بخاری﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا۔ پوچھا اے فلاں! کیا تو نے چوری کی ہے؟ اس نے کہا: بخدا! میں نے چوری نہیں کی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں اور اپنی بصارت کی تکذیب کرتا ہوں۔'' ﴿مسند احمد﴾

یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پاک طبیعت پر دال ہے، جب اس شخص نے اللہ

تعالیٰ کی قسم اٹھائی تو آپ نے سوچا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم نہیں اٹھا سکتا، جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ آنکھ کا دھوکہ ہے۔ آپ نے اس کا عذر قبول فرمالیا اور اپنی ذات کو خطا وار سمجھا۔ اور کہا میں ایمان لایا۔ یعنی تو نے سچ کہا اور تیری قسم کی وجہ سے میں اپنی آنکھ کو غلط کہتا ہوں۔

قیامت کا منظر:

حضرت سعید بن جبیر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ننگے پاؤں، ننگے جسم بغیر ختنے کے اٹھائے جاؤ گے، پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت طیبہ تلاوت فرمائی:

كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝

﴿سورۃ الانبیاء﴾

ترجمہ: جیسے ہم نے آغاز کیا تھا ابتدائے آفرینش کا اسی طرح ہم اسے لوٹائیں گے، یہ وعدہ پورا کرنا ہم پر لازم ہے۔ یقیناً ہم (ایسا) کرنیوالے ہیں۔"

قیامت کے روز سب سے پہلے جس شخص کو لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور میرے ساتھیوں میں سے چند لوگوں کو دائیں طرف سے لے جایا جا رہا ہوگا، میں کہوں گا یہ تو میرے ساتھی ہیں تو کہا جائے گا کہ جب آپ ان سے جدا ہوئے یہ اپنی ایڑھیوں پر پھرتے ہوئے راہ ارتداد اختیار کر گئے تھے۔ میں اسی طرح کہوں گا جس طرح اللہ تعالیٰ کے نیک بندے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے کہا تھا۔

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا .... اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ﴿سورۃ المائدہ﴾

ترجمہ: اور تھا ان پر گواہ جب جب تک میں رہا ان میں پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی نگران تھا ان پر اور تو ہر چیز کا مشاہدہ کرنیوالا ہے، اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر تو بخش دے ان کو تو بلاشبہ تو ہی سب سے پر غالب ہے اور بڑا دانا ہے۔

﴿بخاری﴾

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عجز:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو برسر منبر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے میرے مرتبہ سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے عیسیٰ بن مریم کو نصاریٰ نے ان کے مرتبہ سے زیادہ بڑھا دیا تھا میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا یوں کہوں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔
(امام مسلم اس کو روایت کرنے میں اکیلے ہیں۔)

گہوارے میں کلام کرنے والے باکمال بچے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گہوارے میں صرف تین بچوں نے کلام کیا۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام

(۲) اسرائیل سے تعلق رکھنے والا ایک شخص تھا جس کا نام جریج تھا، جریج نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی والدہ نے آ کر اسے آواز دی، وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ والدہ کو آواز دوں یا نماز پڑھتا رہوں کہ اس کی والدہ نے اسے بددعا دی: اے اللہ! یہ اس وقت تک نہ مرے جب تک کسی زانیہ کی شکل نہ دیکھ لے۔ (ایک دن ایسا ہوا) جریج اپنے عبادت خانے میں تھا کہ اس کے پاس ایک عورت آئی اور بدکاری کیلئے گفتگو کرنے لگی۔ اس نے انکار کر دیا۔ وہ ایک چرواہے کے پاس چلی گئی اور اسے اپنے اوپر قابو دیا، پھر اس نے ایک لڑکا جنا اور کہنے لگی یہ جریج کا بیٹا ہے۔ لوگوں نے آ کر جریج کے عبادت خانے کو مسمار کر دیا، اسے نیچے اتار لیا اور گالیاں دیں۔ جریج نے وضو کیا، نماز پڑھی اور پھر لڑکے کے پاس آ کر کہنے لگا: اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے جواب دیا: چرواہا، لوگوں نے کہا ہم آپ کا عبادت خانہ سونے کا بنا دیتے ہیں اس نے کہا: نہیں تم صرف مٹی کا بنا دو۔

(۳) وہ جس کو بنی اسرائیل کی ایک عورت دودھ پلا رہی تھی تو اس کے پاس سے

ایک خوبصورت سوار گزرا۔ وہ کہنے لگی: یا اللہ! میرے اس بیٹے کو اس جیسا بنا دینا، بچے نے اس کا پستان چھوڑ دیا۔ (سوار کی جانب متوجہ ہوا اور کہا: اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا) اس کے بعد پھر پستان چوسنے لگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گویا میں اب بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انگلی چوستے دیکھ رہا ہوں، پھر اس کے پاس سے ایک لونڈی کا گزر ہوا۔ کہنے لگی: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا، بچے نے ماں کا پستان چھوڑ دیا اور کہا: اے اللہ! مجھے اسی جیسا بنانا۔ ماں نے پوچھا: یہ کیوں؟ بچے نے کہا: ''وہ سوار ظالم ہے اور اس عورت کے متعلق لوگ کہتے کہ تو نے چوری کی، تو نے زنا کیا حالانکہ یہ نہ زنا کرتی ہے اور نہ چوری۔''

﴿بخاری﴾

میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہوں (فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم):

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سب لوگوں سے زیادہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے قریب ہوں، اور تمام انبیاء علاتی اولاد کی طرح ہیں، میرے اور ان (عیسیٰ علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں لوگوں کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہوں۔ انبیاء بھائی ہیں اور علاتی اولاد کی طرح ہیں۔ میرے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ (یہ اسناد صحیح ہیں اور بخاری، مسلم کی شرط پر ہے۔ اگرچہ باقی صحاح کے مصنفین نے اسے نقل نہیں کیا)۔

﴿مسند احمد﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ بزبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کا دین ایک ہے اور امتیں کئی ہیں۔ میں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے بانسبت باقی لوگوں کے زیادہ نزدیک ہوں کیونکہ ان کے اور میرے درمیان کوئی

نبی نہیں۔ وہ دوبارہ تشریف لائیں گے جب تم انہیں دیکھو تو پہچان لینا۔ وہ درمیانے قد کے ہیں چہرہ سرخ و سفید ہے۔ بال سیدھے ہیں گویا سر سے پانی کے قطرے گر رہے ہیں، اگرچہ تری دو چھڑیوں کے فاصلے پر بھی انہیں نہیں پہنچی ہوگی، وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیہ موقوف کر دیں گے اور تمام ملتوں کو مٹا دیں گے، صرف ایک ہی دین، اسلام رہ جائے گا۔ انہی کے زمانے میں اللہ تعالیٰ جھوٹے مسیح دجال کو ہلاک فرمادے گا۔ زمین میں اس قدر امن و امان ہوگا اور اونٹ شیر، چیتے اور بھیڑیے اور بکریاں اکٹھے چریں گے اور بچے کالے سانپوں سے کھیلیں گے، لیکن کوئی دوسرے کو نقصان نہیں دے گا، جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ ٹھہریں گے پھر فوت ہو جائیں گے، مسلمان آپ کی نماز جنازہ ادا کریں گے اور دفن کریں گے۔" ﴿مسند احمد﴾

دوبارہ دنیا میں رہنے کی مدت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک دنیا میں رہیں گے، پھر فوت ہوں گے، مسلمان ان کی نماز پڑھیں گے۔" (اسے ابوداؤد نے ہدبہ بن خالد سے، انہوں نے ہمام بن یحییٰ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے)۔ ﴿مسند احمد﴾

ہشام بن عروہ، صالح مولی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آپ زمین میں چالیس سال تک رہیں گے۔"

دمشق کے مینارہ پر نزول:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے سفید مینارہ پر نزول فرمائیں گے، اس وقت صبح کی نماز ہو رہی ہوگی۔ مسلمانوں کے امام (مہدی) عرض کریں گے: اے روح اللہ! آگے تشریف لایئے اور ہمیں نماز پڑھایئے تو وہ فرمائیں گے تم بعض بعض پر حکمران ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بڑی عزت عطا فرما رکھی ہے۔

حضرت مہدی کی امامت میں نماز اور دجال لعین سے جنگ:

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے اقامت آپ کیلئے کہی گئی ہے اور انہی کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔ پھر آپ سوار ہو کر مسلمانوں کے ہمراہ دجال لعین کی تلاش میں نکلیں گے، آپ اسے باب لد کے قریب جا ملیں گے اور اسے اپنے دست اقدس سے قتل کر دیں گے۔ روایت ہے کہ قوی امید یہی ہے کہ آپ دمشق میں جو مشرقی منارہ بنایا گیا ہے جسے سفید پتھروں سے بنایا گیا ہے اسی پر آپ اتریں گے۔ یہ منارہ نصرانیوں کے مال سے بنایا گیا ہے جبکہ انہوں نے یہاں کی مسجد کو جلا دیا تھا اور اس کے اردگرد کو گرایا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہاں نزول ہوگا تو آپ خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب توڑ دیں گے اور کسی سے سوائے اسلام کے کچھ قبول نہیں کیں گے۔ آپ روحاء کی گھاٹی سے حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت سے نکلیں گے اور چالیس سال تک زمین پر قیام فرمائیں گے، پھر فوت ہو جائیں گے اور جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ روضہ اقدس میں دفن ہوں گے۔

روضہ اطہر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن ہوں گے:

ابن عساکر کی روایت کردہ حدیث میں ہے جسے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات زندگی میں نقل فرمایا ہے۔ وہ اس کتاب کے آخر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن ہوں گے۔ حضرت ابو مودود فرماتے ہیں کہ روضہ اقدس میں ایک قبر کی جگہ ابھی باقی ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں، یہ حدیث ہے جس طرح ضحاک بن عثمان المدنی نے کہا ہے اور یہ بات صحیح ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث میرے نزدیک صحیح نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی موافق حدیث ہے۔)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان مدت:

یحییٰ بن حماد، ابوعوانہ سے، وہ عاصم الاحوال سے، وہ ابی عثمان النہدی سے وہ

سلمان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے درمیان چھ سو سال کا عرصہ ہے۔

حضرت قتادہ سے پانچ سو ساٹھ سال، ایک قول پانچ سو چالیس کا ہے۔ ضحاک سے چار سو تیس قمری کا حساب لگاتے ہیں، وہ اس لیے تا کہ چھ سو شمسی سال کے برابر ہو جائے۔ واللہ اعلم۔ ﴿بخاری﴾

دین عیسوی میں فتنہ کی ابتداء:

ابن حبان اپنی صحیح میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی روح ان کے ساتھیوں کے سامنے قبض فرمائی، اس لیے وہ فتنہ میں نہ پڑے اور انہوں نے دین میں تبدیلی پیدا نہیں فرمائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امتی دو سو سال تک ان کی سنت اور ہدایت پر قائم رہے۔''
اگرچہ ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے لیکن یہ حدیث بہت غریب ہے۔

حواریوں کی توحید کی وصیت:

علامہ ابن جریر، محمد بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اٹھائے جانے سے پہلے اپنے حواریوں کو وصیت فرمائی۔ لوگوں کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دینا، پھر ان میں سے ہر ایک کو مشرق، مغرب اور بلاد شام کے لوگوں کی رہنمائی کیلئے مقرر کیا، اور کہتے ہیں کہ ان میں سے ہر شخص کو ان لوگوں کی لغت سکھا دی جن کی طرف انہیں بھیجا جا رہا تھا۔

ناقلین انجیل:

اسلاف میں سے کئی علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ آپ سے چار آدمیوں نے انجیل نقل کی ہے، ان کے چار نام یہ ہیں: (۱) لوقا، (۲) متی، (۳) مرقس اور (۴) یوحنا۔ ان چاروں اناجیل کے مختلف نسخوں میں بہت تضاد ہے۔ ہر ایک انجیل

ایک واقعہ کو ایک انجیل نے تفصیل سے بیان کیا ہے تو دوسری میں اختصار ہے یا سرے سے وہ واقعہ ہے ہی نہیں۔ ان میں باہمی تضاد بھی بہت زیادہ ہے۔ ان چاروں میں سے دو تو وہ ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بعد میں پہچانا اور وہ ہیں متی اور یوحنا اور دو ایسے ہیں جو آپ کے صحابہ ہیں۔ اور وہ ہیں مرقس اور لوقا۔

دمشق میں کلیسا کی تعمیر:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں اور تصدیق کرنیوالوں میں ضینا نامی ایک شخص، پولس یہودی کے خوف سے ایک جنگل میں چھپ گیا۔ یہ جنگل اس کلیسا کے مشرقی دروازے سے قریب پڑتا ہے جسے صلیب کی جگہ تعمیر کیا گیا تھا۔ پولس یہودی بڑا ظالم اور مسیحیت کا سخت دشمن تھا اور انہیں ہمیشہ تنگ کرتا رہتا تھا، جب اس کا بھتیجا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا تو اس نے اس کے سر کا حلق کرا دیا تھا اور اسے شہر میں پھرایا اور پھر اسے پتھر مار مار کر قتل کر دیا تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ

جب پولس نے سنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی طرف چلے گئے تو اس نے اپنے خچر پر زین کسی اور نکل کھڑا ہوا تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرے، پولس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کب کے مقام پر ملا۔ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو ایک فرشتہ آیا اور اس کے منہ پر اپنے پر سے ایک ضرب لگائی جس سے اس کی بینائی ختم ہوگئی، جب پولس نے یہ معجزہ دیکھا تو اسے یقین ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے سچے نبی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے کیے پر معذرت طلب کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے عذر کو قبول فرمایا اور اسے بیعت کر لیا۔ پولس نے گزارش کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میری آنکھوں پر دست شفا پھیر دیجئے تا کہ میری بینائی لوٹ آئے۔ آپ نے فرمایا: ضینا کے پاس جاؤ جو دمشق میں تمہارے پاس ہے اور وہ مسرف کے سوق مستطیل میں رہتا ہے۔ وہ آپ کیلئے دعا کرے گا، پولس ضینا کے پاس آیا، اس نے دعا کی اور اس کی بصارت واپس آ گئی۔

پولس حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں ایک اچھا انسان ثابت ہوا۔ اس نے ایک کلیسا کی بنیاد رکھی۔ اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پولس کا تعمیر کردہ کلیسا دمشق میں کافی شہرت رکھتا ہے، جب صحابہ کرام نے اس علاقہ کو فتح کیا تو یہ کلیسا موجود تھا اور کلیسائے پولس کے نام سے مشہور تھا۔

عیسائیوں کے مذہبی اختلافات:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان میں اٹھائے جانے کے بعد عیسائیوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر آئمہ سلف نے فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے مفسرین بیان فرماتے ہیں کہ بعض عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول تھے وہ ایک عرصہ تک ہم میں رہے پھر اٹھا لیے گئے ایک گروہ انہیں خدا مانتا ہے اور ایک گروہ خدا کا بیٹا یقین کرتا ہے۔ پہلا نظریہ صحیح ہے جبکہ دوسرے دونوں نظریے کفر عظیم ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ○ ﴿سورۂ مریم﴾

ترجمہ: پھر کئی گروہ آپس میں اختلاف کرنے لگے، پس ہلاکت ہے کفار کیلئے اس دن کی حاضری سے جو بہت بڑا ہے۔

انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کیسے نقل کی گئی اس بارے چار قول ہیں، ان چاروں اقوال میں واضح تضاد موجود ہے اور ان اناجیل میں بہت زیادہ کمی وبیشی اور تحریف وتغیر ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے تین سو سال بعد ایک بہت بڑا حادثہ ہوا، اور ایک عظیم ہنگامہ آرائی ہوئی، چاروں بطارقہ، سارے اسقف سارے عالم اور سب راہب اور مذہبی رہنما حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے اختلاف کرنے لگے۔ اس قدر اختلافات رونما ہوئے اور اتنے اقوال سامنے آئے کہ جنہیں

شمار نہیں کیا جا سکتا۔ جنگ و جدل کا فیصلہ کرانے کیلئے بادشاہ وقت قسطنطین بانی قسطنطنیہ کو حکم مقرر کیا۔ اس کونسل کو پہلی کونسل کا نام دیا گیا۔

بادشاہ نے اکثریت کے حق میں فیصلہ صادر کر دیا، اسی لیے اس فرقے کا نام ملکی فرقہ رکھ دیا گیا۔ اس فیصلے کے بعد دوسرے فرقوں پر مظالم توڑے گئے اور انہیں وطن سے نکال باہر کر دیا گیا۔ ایک گروہ ایسا بھی تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ اور رسول مانتا تھا۔ اس گروہ کے پیشوا عبداللہ بن آریوس تھا۔ یہ لوگ جنگلوں اور صحراؤں میں روپوش رہے اور جنگلوں بیابانوں میں عبادت خانے، خانقاہیں اور ٹھکانے بنا کر بیٹھ گئے۔ یہ لوگ الگ تھلگ رہے اور ان بدعقیدہ فرقوں میں سے کسی فرقے سے نہ ملے۔ ملکی فرقے نے بہت بڑے بڑے کلیسے تعمیر کیے اور یونان میں جا بسے۔ ان کلیسوں کے محراب مشرق کی طرف تھے جبکہ ان سے پہلے یونانی کلیسوں کے محراب شمال کو خط جدی کی طرف تھے۔

بیت لحم اور گنبد کی تعمیر:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش پر قسطنطین بادشاہ نے ایک قربان گاہ تعمیر کی اور اس کی والدہ ہیلانہ نے ایک گنبد تعمیر کروایا۔ یہ گنبد اس جگہ تعمیر ہوا جہاں ان کے خیال کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر تھی۔ وہ یہ بات تسلیم کرتے تھے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہی پھانسی پر لٹکایا ہے۔ حالانکہ یہ تمام فرقے کافر تھے۔ انہوں نے ایسے ایسے قوانین وضع کیے۔ جس سے تورات کے احکامات کی مخالفت ہوتی ہے۔ انہوں نے بہت ساری چیزوں کو حلال بنالیا جو تورات کی نص سے حرام تھیں۔ اس کی ایک مثال خنزیر ہے۔ انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنا شروع کی، حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیشہ بیت المقدس کی چٹان کی جانب رخ کر کے نماز ادا فرمائی۔ اسی طرح دوسرے تمام انبیاء جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد چھ یا سات ماہ تک اس کی

جانب رخ کر کے نماز ادا کی، پھر جب تحویل کعبہ کا حکم نازل ہوا تو آپ نے کعبہ ابراہیمی کو اختیار فرمالیا۔

عیسائیوں کے کفریہ اور باطل عقائد:

عیسائیوں نے اپنے گرجا گھروں میں تصویریں بنائیں جبکہ پہلے گرجے گھروں میں تصویریں نہیں بنائی جاتی تھیں، انہوں نے ایک عقیدہ وضع کیا جسے بچے عورتیں اور مرد سبھی یاد کرتے ہیں جسے یہ امانت کا نام دیتے ہیں۔ یہ عقیدہ باطل اور نہایت کفریہ ہے اور امانت نہیں بلکہ پرلے درجے کی خیانت ہے۔ تمام فرقے ملکی، نسطوری یعنی نسطورس کے پیروکار دوسری کونسل کے شرکاء، یعقوبیہ فرقے کے لوگ یعنی یعقوب براذعی کے پیرو جنہوں نے تیسری کونسل میں شرکت کی۔ سب یہی عقیدہ رکھتے ہیں اور اس کی تفسیر میں اختلاف کرتے ہیں۔ یہاں ان کے کفریہ عقائد کو بیان کیا جا رہا ہے اور کفر کی حقانیت کو ظاہر کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔ تاکہ آپ کو ان کی کفریات، بکواسات اور بدعقیدی کو سمجھ سکیں جو ایک شخص کو شعلہ زن آگ کی طرف لیجانے والی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان رکھتے ہیں ایک خدا قادر مطلق باپ پر جو آسمان و زمین اور سب دیکھی اور ان دیکھی چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ اور ایک خداوند یسوع مسیح پر جو خدا کا اکلوتا بیٹا ہے۔ تمام جہانوں سے پیشتر اپنے باپ سے مولود، خدا سے خدا، نور سے نور، حقیقی خدا سے حقیقی خدا۔ مخلوق نہیں بلکہ مولود۔ اس کا باپ اور باپ کا ایک ہی جوہر ہے۔ اس کے وسیلہ سے تمام چیزیں پیدا ہوئیں۔ خواہ آسمان کی ہوں خواہ زمین کی۔ وہ ہم لوگوں کیلئے اور ہماری نجات کیلئے آسمان پر سے اتر آیا اور روح القدس اور کنواری مریم کے ذریعہ مجسم ہوا، اور انسان بنا اور سلاطس نبطی کے زمانہ میں صلیب پر چڑھایا گیا۔ اس نے دکھ اٹھائے اور دفن ہوا اور تیسرے دن قبر سے زندہ اٹھا، اور آسمان پر چڑھ گیا اور زندوں اور مردوں کی عدالت کیلئے پھر آئے گا اور روح القدس پر جو خداوند ہے اور زندگی بخشنے والا ہے، وہ باپ اور بیٹے سے صادر ہے۔

اس کی باپ اور بیٹے کے ساتھ پرستش و تعظیم ہوتی ہے، وہ انبیاء کی زبانی بولا۔ کلیسا ایک ہی ہے جو مقدس ہے اور تمام یہودیت کو جامع ہے۔ میں ایک ہی معموریت کا اعتراف کرتا ہوں، گناہوں کی معافی کیلئے اور وہ زندہ ہے مردوں کی قیادت اور زمانے کی زندگی ہے اور اس کا ہونا یقینی ہے۔

محمد عبدالاحد قادری
گوگڑاں، تحصیل و ضلع لودھراں


تحفۃ القادریہ
سیدنا صدیق اکبر
خزینۂ نعت
جہانِ اولیاء
سر الاسرار
بدعت کی حقیقت
کشف المحجوب
شاہان گوجر
حدائق بخشش
قرآن حکیم کا تصورِ زہد و ولایت
تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبد القادر
تذکرہ مجددین اسلام
انوار مدینہ
اصحاب بدر
معجزات رسول کریم
نماز کے احکام
فیوض غوث یزدانی
ترجمہ الفتح الربانی
تذکار میلاد
حیات برزخی کا اثبات
نزہۃ المجالس
شان حبیب المنعم من روایات المسلم
آداب رسول
سیرت مصطفیٰ
مولانا حافظ خان محمد قادری کی تقریریں
امام احمد رضا اور عشق مصطفیٰ
جلوۂ حقیقت
رسائل میلاد مصطفیٰ
سیرت غوث اعظم
جہان انبیاء
رہنمائے خطابت
مکاشفۃ القلوب
شان رسول
خطبات مجددیہ
خطبات نورانی
نورانی حکایات
شان حبیب الباری
غنیۃ الطالبین
مسلمان کا عقیدہ
تذکرۃ الاولیاء